

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب _____ تفسیر نور القرآن (پارہ نمبر 4)
 مصنف _____ علامہ پیر ابوالنصر منظور احمد شاہ صاحب
 کمپوزنگ _____ محمد ندیم فریدی جامعہ فریدیہ ساہیوال
 معاون کمپوزنگ _____ محمد اشفاق متعلم جامعہ فریدیہ ساہیوال
 پروف ریڈنگ _____ عبدالقدیر فریدی، احسان الحق فریدی
 طباعت _____ فریدیہ پرنٹنگ پریس لیاقت چوک
 ساہیوال فون 040-4221485

تاریخ طباعت _____ مارچ 2007ء
 تعداد _____ ایک ہزار
 ناشر _____ مکتبہ نظامیہ جامعہ فریدیہ ساہیوال
 فون: 040-4466685, 4466985

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین (پارہ نمبر 4)	سورۃ	آیت	صفحہ
۱	اللہ کی راہ میں پسندیدہ چیز خرچ کرنا ہی نیکی ہے	۳	۹۲	۱۷
۲	لفظ ”بر“ کے معانی و اہمیت			۱۸
۳	بنی اسرائیل کو ملت ابراہیمی کی اتباع کا حکم	۳	۹۵	۱۹
۴	دنیا کا سب سے پہلا گھر ”بیت اللہ شریف“	۳	۹۶	۲۰
۵	بیت اللہ شریف امن کا ضامن ہے	۳	۹۶	۲۰
۶	فضائل کعبہ			۲۱
۷	یہود و نصاریٰ مومنوں کا ایمان خراب کرنا چاہتے ہیں	۳	۹۹	۲۵
۸	یہود کے مکر و فریب سے بچنے کا حکم	۳	۱۰۰	۲۶
۹	ملت اسلامیہ کو متحد ہونے کا حکم	۳	۱۰۱	۲۶
۱۰	خدا سے ڈرنے کا حکم	۳	۱۰۲	۲۸
۱۱	خدا سے ڈرنے کا مفہوم			۲۹
۱۲	اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامنے کا حکم	۳	۱۰۳	۳۰
۱۳	سلسلہ تبلیغ کو عام کرو	۳	۱۰۴	۳۲
۱۴	تبلیغ دین کے سنہری اصول			۳۳
۱۵	مسلمانوں کو تفرقہ بازی سے دور رہنے کا حکم	۳	۱۰۵	۳۵
۱۶	قیامت کے دن کفار و مومنین کے چہروں کی پہچان	۳	۱۰۶	۳۵

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۱۷	مومنوں پر اللہ تعالیٰ کے عظیم کرم کا اظہار	۳	۱۰۷	۳۷
۱۸	اللہ تعالیٰ بندوں پر ظلم کا ارادہ نہیں رکھتا	۳	۱۰۸	۳۷
۱۹	زمین و آسمان میں سب کچھ اللہ ہی کا ہے	۳	۱۰۹	۳۷
۲۰	اُمت محمدیہ سب اُمتوں سے بہترین اُمت	۳	۱۱۰	۳۸
۲۱	تمام اُمتوں سے افضل ہونے کی وجہ			۳۹
۲۲	کفار مسلمانوں کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے	۳	۱۱۱	۴۰
۲۳	یہود کی ذلت و رسوائی کا ذکر	۳	۱۱۲	۴۱
۲۴	کفار کے مال و اولاد انہیں عذاب سے بچانہ سکیں گے	۳	۱۱۶	۴۲
۲۵	کفار و مشرکین کے انجام کی مثال	۳	۱۱۷	۴۵
۲۶	کسی غیر کو راز دینے کی ممانعت	۳	۱۱۸	۴۶
۲۷	منافقین کی کیفیت	۳	۱۱۹	۴۹
۲۸	مسلمانوں کی بھلائی سے کفار کو تکلیف پہنچتی ہے	۳	۱۲۰	۵۰
۲۹	مسلمانوں کو صبر و تقویٰ کا حکم	۳	۱۲۰	۵۰
۳۰	غزوہ احد کا تذکرہ	۳	۱۲۱	۵۱
۳۱	جنگ بدر میں مدد کا تذکرہ کرتے ہوئے توکل کا حکم	۳	۱۲۳	۵۵
۳۲	جنگ بدر میں فرشتوں کی مدد	۳	۱۲۵	۵۷
۳۳	غیبی امداد کے حوالہ سے ذاتی واقعہ			۵۸
۳۴	مومنین کی عزت افزائی کیلئے فرشتوں کا نزول ہوا	۳	۱۲۶	۵۹

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۳۵	توبہ کی توفیق اور عذاب سے نجات اللہ ہی کی طرف سے ہے	۳	۱۲۸	۶۰
۳۶	سود کھانے کی سختی سے ممانعت	۳	۱۳۰	۶۲
۳۷	اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا حکم	۳	۱۳۲	۶۲
۳۸	مغفرت اور جنت کی طرف جلدی کا حکم	۳	۱۳۳	۶۴
۳۹	مغفرت کا ذکر پہلے اور جنت کا ذکر بعد میں کرنے کی حکمت			۶۴
۴۰	صدقہ کرنا، معاف کرنا، غصے کو پی جانا متقین کی صفات ہیں	۳	۱۳۴	۶۴
۴۱	گناہوں کے بعد معافی مانگنے کا حکم	۳	۱۳۵	۶۷
۴۲	گناہوں میں مبتلا ہونے کی وجہ			۶۸
۴۳	گزشتہ باعث عبرت واقعات پر غور و فکر کی دعوت	۳	۱۳۷	۶۹
۴۴	جنگ اُحد میں مسلمانوں کو تکلیف پہنچنے پر تسلی	۳	۱۳۹	۷۰
۴۵	محنت، آزمائش، امتحان کے بعد جنت ملتی ہے	۳	۱۴۲	۷۲
۴۶	محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں خدا نہیں۔	۳	۱۴۴	۷۴
۴۷	اللہ کی مرضی کے بغیر موت نہیں	۳	۱۴۵	۷۶
۴۸	اعمال کی جزا دنیا میں طلب کرنے پر دنیا میں ہی ملے گا	۳	۱۴۵	۷۶
۴۹	آخرت میں اجر کیلئے اخلاص نیت ضروری ہے			۷۷
۵۰	جنگوں میں اللہ کے دوست ہی انبیاء کا ساتھ دیتے ہیں	۳	۱۴۶	۷۹
۵۱	محسنین کیلئے دنیا کی نعمتیں بھی اور آخرت کا اجر بھی	۳	۱۴۸	۸۰
۵۲	کفار کی چال بازی سے بچنے کی تلقین	۳	۱۵۰	۸۱

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۵۳	کفار کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب ڈال دیا جائے گا	۳	۱۵۱	۸۲
۵۴	جنگ اُحد میں چند صحابہ سے ہونیوالی غلطی پر معافی کا اعلان	۳	۱۵۲	۸۴
۵۵	جنگ اُحد میں صحابہ کی جنگی حالت کا تذکرہ	۳	۱۵۳	۸۵
۵۶	جنگ اُحد میں پریشانی کے بعد صحابہ پر سکون کا نزول	۳	۱۵۴	۸۷
۵۷	منافقین کے باطل عقیدے کا رد	۳	۱۵۴	۸۹
۵۸	میدان جنگ سے پھر جانے والوں کی معافی کا اعلان	۳	۱۵۵	۹۰
۵۹	منافقین کے غلط عقائد سے بچنے کی تلقین	۳	۱۵۶	۹۱
۶۰	شہید کیلئے انعامات الہیہ	۳	۱۵۷	۹۳
۶۱	صحابہ پر حضور ﷺ کی نرمی کا ذکر	۳	۱۵۹	۹۵
۶۲	مشورہ کے بعد طے پانیوالے فیصلہ پر عمل کی ہدایت	۳	۱۵۹	۹۵
۶۳	حقیقی مددگار صرف اللہ ہی ہے	۳	۱۶۰	۹۸
۶۴	خیانت کرنا شان نبوت کے خلاف ہے	۳	۱۶۱	۹۹
۶۵	مومن اور کافر برابر نہیں	۳	۱۶۲	۱۰۱
۶۶	اپنے رسول کی بعثت کو اللہ نے عظیم احسان قرار دیا	۳	۱۶۴	۱۰۲
۶۷	حضور ﷺ کے بھیجنے پر احسان کا ذکر کیوں؟	۳	۱۶۴	۱۰۳
۶۸	جنگ اُحد میں پریشانی اپنے اعمال کی وجہ سے ہوئی	۳	۱۶۵	۱۰۵
۶۹	جنگ اُحد میں شکست کی حکمتیں	۳	۱۶۷	۱۰۷
۷۰	منافقین کی بزدلی انہیں موت سے بچا نہیں سکتی	۳	۱۶۸	۱۰۸

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۷۱	شہید مردہ نہیں بلکہ زندہ ہیں، انہیں رزق دیا جاتا ہے	۳	۱۶۹	۱۰۹
۷۲	شہید اللہ کی نعمتوں اور فضل کے ملنے پر خوشی مناتے ہیں	۳	۱۷۱	۱۰۹
۷۳	صحابہ کا زخمی حالت میں پھر جنگ کیلئے تیار ہونے پر اجر عظیم	۳	۱۷۲	۱۱۱
۷۴	مومنین ڈرانے، دھمکانے سے بزدل نہیں ہوتے	۳	۱۷۳	۱۱۳
۷۵	اللہ کے دوست شیطان کے ڈراوے سے نہیں ڈرتے	۳	۱۷۵	۱۱۳
۷۶	کفار و منافقین کی سازشیں اسلام کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گی	۳	۱۷۶	۱۱۵
۷۷	کفار دنیا کی خوشحالی سے غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوں	۳	۱۷۸	۱۱۷
۷۸	اللہ تعالیٰ انبیاء کو علم غیب عطا فرماتا ہے	۳	۱۷۹	۱۱۸
۷۹	منافقین کا مال بخل ان کے لئے مصیبت کا باعث ہوگا	۳	۱۸۰	۱۲۰
۸۰	یہودیوں کے گستاخانہ کلمات پر دردناک عذاب	۳	۱۸۱	۱۲۲
۸۱	یہود کی ہٹ دھرمی اور غلط مطالبات	۳	۱۸۳	۱۲۳
۸۲	ہر جاندار کیلئے موت ہے	۳	۱۸۵	۱۲۵
۸۳	دنیا کی زندگی محض دھوکہ ہے	۳	۱۸۵	۱۲۵
۸۴	اہل کتاب اور مشرکین کی تکلیف دہ باتوں پر صبر کی تلقین	۳	۱۸۶	۱۲۶
۸۵	یہود و نصاریٰ کی بد عہدی اور خیانت کا ذکر	۳	۱۸۷	۱۲۸
۸۶	منافقین کی چال بازیوں پر دردناک عذاب کی وعید	۳	۱۸۹	۱۲۹
۸۷	دن رات کی تبدیلی اور زمین و آسمان کی تخلیق تو حید کی دلیل ہے	۳	۱۹۰	۱۳۱
۸۸	اہل عقل کیلئے غور و فکر کی دعوت	۳	۱۹۱	۱۳۱

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۸۹	بارگاہ ربوبیت میں مومنین کی التجائیں	۳	۱۹۴	۱۳۳
۹۰	دعاؤں کی قبولیت کی نوید	۳	۱۹۵	۱۳۶
۹۱	صالحین، شہداء اور ہجرت کرنے والوں کیلئے انعامات الہیہ	۳	۱۹۵	۱۳۶
۹۲	کفار کی دنیا میں عیش و عشرت آخرت میں جہنم کا باعث ہوگی	۳	۱۹۷	۱۳۷
۹۳	متقین کیلئے آخرت میں جنت کی خوشخبری	۳	۱۹۸	۱۳۷
۹۴	نجاشی بادشاہ کی تعریف میں آیات	۳	۱۹۹	۱۳۹
۹۵	سورۃ النساء کا تعارف	۴		۱۴۱
۹۶	اپنے رب سے ڈرو جو ساری کائنات کا خالق ہے	۴	۱	۱۴۲
۹۷	یتیموں کے مال میں خیانت بہت بڑا گناہ ہے	۴	۲	۱۴۵
۹۸	یتیمہ سے حسن سلوک کا حکم	۴	۳	۱۴۶
۹۹	مسلمانوں کو چار عورتیں نکاح میں لانے کی مشروط اجازت	۴	۳	۱۴۶
۱۰۰	عورتوں کو اُن کا مہر ادا کرنے کا حکم	۴	۴	۱۴۶
۱۰۱	یتیموں کا مال کم عقلی میں اُن کے سپرد نہ کرو	۴	۵	۱۴۹
۱۰۲	یتیم کا مال معروف طریقے سے خرچ کرنے کی اجازت	۴	۶	۱۴۹
۱۰۳	زمانہ جاہلیت کی تقسیم میراث کو ختم کر کے اسلامی طریقہ تقسیم	۴	۸	۱۵۱
۱۰۴	ناجائز طریقوں سے یتیموں کا مال کھانیوالوں کیلئے وعید	۴	۱۰	۱۵۳
۱۰۵	تقسیم وراثت میں ورثاء کے حصوں کا تعین	۴	۱۱	۱۵۶
۱۰۶	میاں، بیوی اور دیگر ورثاء کے حصے	۴	۱۲	۱۶۰

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۱۰۷	تقسیم میراث میں فرمانبرداری کرنے والوں کیلئے انعامات	۴	۱۳	۱۶۳
۱۰۸	تقسیم میراث میں نافرمانی کرنے والوں کیلئے وعید	۴	۱۴	۱۶۳
۱۰۹	زنا پر گواہوں اور سزا کا تعین	۴	۱۵	۱۶۵
۱۱۰	جہالت میں ہونیوالے گناہوں پر توبہ کی قبولیت ہے	۴	۱۷	۱۶۷
۱۱۱	موت کے وقت تک گناہ کرتے رہنے والوں کی توبہ قبول نہیں	۴	۱۸	۱۶۷
۱۱۲	عورتوں کے زبردستی وارث بننے کی ممانعت	۴	۱۹	۱۷۰
۱۱۳	بیوی کو دیا ہوا حق مہر طلاق دینے کے بعد واپس نہ لو	۴	۲۰	۱۷۲
۱۱۴	اپنے باپ دادا کی منکوحہ سے نکاح کرنے کی ممانعت	۴	۲۲	۱۷۴
۱۱۵	نکاح کیلئے حرام قرار دی گئیں چودہ عورتوں کی تفصیل	۴	۲۳	۱۷۶
۱۱۶	آغاز پانچواں پارہ			۱۷۸
۱۱۷	محرم اور غیر محرم عورتیں نیز حق مہر ادا کرنے کا حکم	۴	۲۴	۱۷۸
۱۱۸	لونڈیوں کے ساتھ مباشرت پر اعتراض کا جواب			۱۷۹
۱۱۹	لونڈیوں سے نکاح بہتر نہیں مگر جائز ہے	۴	۲۵	۱۸۲
۱۲۰	لونڈی کو بے حیائی کے ارتکاب پر آدھی سزا ملے گی	۴	۲۵	۱۸۲
۱۲۱	نکاح کی پابندیاں تم سے پہلی امتوں پر بھی تھیں	۴	۲۶	۱۸۴
۱۲۲	انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے	۴	۲۸	۱۸۴
۱۲۳	ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقے سے کھانے کی ممانعت	۴	۲۹	۱۸۶
۱۲۴	تجارت کمائی کا بہترین ذریعہ ہے	۴	۲۹	۱۸۶

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ
وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ

اللہ
صَلَّى
الْعَلَمُ

تم ہرگز نیکی میں کمال حاصل نہیں کر سکو گے حتیٰ کہ اس چیز سے خرچ کرو جس کو تم پسند کرتے ہو اور تم جس چیز کو بھی خرچ کرتے ہو اللہ اس کو بہتر جاننے والا ہے۔ (۹۲)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں کفار و مشرکین کے صدقات کے بارہ میں ذکر تھا کہ ان کے صدقات اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول نہیں۔ اس ارشاد گرامی میں ایمانداروں کو ان کے صدقہ کے قبول ہونے کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ تم نیکی میں کمال اس وقت تک حاصل نہیں کر سکتے جب تک اپنا پسندیدہ اور محبوب مال اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو لفظ ”بر“ کے کئی معنی آتے ہیں کسی شخص کے حق کی پوری ادائیگی کرنا بھی ”بر“ ہے۔ لفظ ”بر“ احسان اور حسن سلوک کے معنی میں بھی آتا ہے جو لوگ اپنے ماں باپ کے حقوق کو مکمل طور پر ادا کرتے ہیں ان کیلئے بھی لفظ ”بر“ استعمال ہوا ہے۔ جیسے قرآن مقدس میں ارشاد ہوتا ہے۔ ”بر بو الدیہ“ ایک اور مقام پر قرآن مقدس نے لفظ ”بر“ کو اس طرح بیان فرمایا ہے ”ولکن البر من آمن بالله والیوم الآخر“ اللہ اور آخرت پر ایمان لانے کو ”بر“ سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔

اس آیہ کریمہ کا معنی یہ ہوگا کہ تم ”بر“ کو ہرگز حاصل نہیں کر سکتے جب تک اپنی محبوب چیزوں سے خرچ نہ کرو، اللہ تعالیٰ کے حق کی مکمل طور پر ادائیگی نہیں ہو سکتی جب تک اپنی محبوب شئی کو اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو۔ ”ابرار“ (نیکیوں کی جماعت) میں شامل ہونے کیلئے اپنی محبوب شئی کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنا ہوگا۔

”بر“ کی اہمیت کے عنوان پر حضور ﷺ کا یہ ارشاد گرامی وافی معلوم ہوتا ہے ”سچ بولنے کو لازم بناؤ کہ سچائی ”بر“ کو ہدایت دیتی ہے۔“ ”بر“ کا معنی خیر بھی ہے کہ خیر اس وقت حاصل کر سکو گے جب اپنا محبوب مال اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے۔ حضور ﷺ کے جلیل القدر صحابی حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں

کھجوروں کے لحاظ سے سب سے زیادہ مالدار تھے، ان کا محبوب مال ”بیرحہ“ کا باغ تھا، رسول اللہ ﷺ اس باغ میں تشریف لاتے، بیٹھتے، پانی نوش فرماتے تھے۔ جب یہ آیہ مبارکہ نازل ہوئی تو حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! میرا سب سے زیادہ پسندیدہ مال ”بیرحہ“ ہے میں اسے اللہ کی راہ میں صدقہ کرتا ہوں آپ جہاں چاہیں اس کو خرچ کریں۔ حضور ﷺ نے فرمایا یہ نفع بخش مال ہے میں نے سن لیا میری رائے یہ ہے کہ تم اسے اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کردو۔ چنانچہ حضور ﷺ کے اس ارشاد پر حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے اس باغ کو اپنے رشتہ داروں میں تقسیم فرمادیا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب مجھے یہ آیہ کریمہ یاد آئی تو میں نے اپنے پسندیدہ مال سے ایک رومی کنیز کو اللہ کی راہ میں آزاد کر کے اس حکم پر عمل کیا۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے اس آیہ مبارکہ کے اترنے پر اپنا قیمتی گھوڑا حضور ﷺ کو پیش کیا، عرض کی حضور یہ صدقہ ہے حضور ﷺ نے یہی گھوڑا اُن کے بیٹے اسامہ کو دے دیا، عرض کی حضور! میری نیت تو صدقہ کی تھی، فرمایا رب نے تمہارا صدقہ قبول کر لیا۔ (خازن)

اس آیہ کریمہ میں لفظ ”مما“ سے واضح ہے کہ اللہ کی راہ میں پسندیدہ مال سارے کا سارا خرچ کر دینا ضروری نہیں اپنے اخراجات و ضروریات کیلئے بھی بچا رکھا جائے کہ خود کسی کا محتاج نہ ہو، آیہ کریمہ کے آخری حصہ سے واضح ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی پسند سے ہٹا مال ہی خرچ کرے گا تو اسی حیثیت سے اجر ہوگا، ثواب سے وہ بھی محروم نہیں ہوگا اگرچہ خرچ کا کمال درجہ تو یہی تھا کہ محبوب مال خرچ کرے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حَلٰلًا لِّبَنِي اِسْرَآءِيْلَ اِلَّا مَا حَزَمَ اِسْرَآءِيْلُ عَلٰى نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرَةُ قُلْ فَاَتُؤْمِنُ بِالْتَّوْرَةِ فَاَتُلُوْهَا اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ فَمَنْ افْتَرٰى عَلٰى اللّٰهِ الْكُذٰبَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظَّٰلِمُوْنَ ۝ قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيفًا ۝ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝

اللہ
صلی اللہ علیہ
وآلہٖ وسلم

ہر قسم کا طعام بنی اسرائیل کیلئے تورات نازل ہونے سے پہلے حلال تھا، سوائے اس کے جو یعقوب (علیہ السلام) نے اپنے اوپر حرام کر لیا تھا، آپ کہہ دیں اگر تم سچے ہو تو توراۃ لے آؤ اور اسے پڑھو (۹۳) پھر اگر اس کے بعد جو اللہ پر جھوٹ باندھیں تو وہ لوگ ظالم ہیں (۹۴) آپ کہہ دیجئے اللہ نے سچ فرمایا اب دین ابراہیمی کے تابع ہو جاؤ جو حق کی طرف مائل تھے اور وہ مشرکین میں سے نہ تھے (۹۵)

تفسیر

حضور ﷺ سے یہود نے اعتراض کیا آپ دعویٰ تو کرتے ہیں کہ آپ ملت ابراہیمی پر ہیں مگر عمل اس کے خلاف کرتے ہیں کہ آپ اونٹ کا گوشت حلال جانتے ہیں اور اُسے کھاتے ہیں ایسے ہی آپ اونٹنی کے دودھ کو حلال جانتے ہوئے استعمال کرتے ہیں جبکہ یہ دونوں چیزیں ملت ابراہیمی میں حرام ہیں اور ہماری شریعت بھی انہیں حرام قرار دیتی ہے۔ تو رب قدوس جل مجدہ نے یہود کی تردید میں یہ آیہ پاک نازل فرمائی کہ بنی اسرائیل کیلئے ہر قسم کا طعام حلال تھا سوائے اس کے جو یعقوب علیہ السلام نے اپنے پر حرام کر لیا تھا۔ اس آیہ کریمہ کے انداز سے یہ بات بالکل واضح نظر آرہی ہے کہ یعقوب علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ شے کو شرعاً حرام قرار نہیں دیا تھا بلکہ اپنے پر اپنی محبوب اور مرغوب شے کو حرام قرار دیا، یہ شرعی طور پر حرام نہیں۔ یعقوب علیہ السلام نے اپنی عبادت و ریاضت کو مزید مقام محبوبیت تک پہنچانے کیلئے اپنے نفس کے تقاضوں کی مخالفت کے طور پر ایسا کیا اور پھر وہ ان کی اولاد میں حرام چلا آیا۔ یہ ہوا اس طرح حضرت

یعقوب علیہ السلام کو عرق النساء کا مرض تھا آپ نے منت مانی تھی اگر اللہ مجھے اس بیماری سے شفا دے دے تو میں سب سے محبوب شی کو چھوڑ دوں گا۔ اللہ نے انہیں شفا دے دی تو آپ نے اونٹ کا گوشت کھانا چھوڑ دیا کہ یہ انہیں بہت محبوب تھا۔ (روح المعانی)

اس آیہ مقدسہ کے آخر میں فرمایا کہ آپ کہہ دیجئے اللہ کا فیصلہ سچا ہے، تمہارا کلام الہی کی تحریف کرنا بے معنی اور غلط ہے، ابراہیم علیہ السلام کی اتباع کرو، وہ حق پر تھے مشرکین میں سے نہ تھے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
 إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ
 مُبْرَكًا وَهُدًى لِلْعَالَمِينَ ۚ فِيهِ آيَاتٌ
 بَيِّنَاتٌ مِّمَّا قَامَ إِبْرَاهِيمَ وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ
 آمِنًا ۚ وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حُجُّ الْبَيْتِ مَنِ
 اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ
 اللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ

ﷺ
 الْعِظِيمِ

سب سے پہلا گھر جو عبادت کیلئے بنایا گیا وہی ہے جو مکہ میں ہے برکت والا ہے اور جہانوں کیلئے ہدایت کا سبب ہے (۹۶) اس میں کھلے نشانات ہیں، مقام ابراہیم ہے اور جو شخص اس میں داخل ہوا، امن والا ہو گیا بیت اللہ (شریف) کا حج کرنا لوگوں پر اللہ کا حق ہے جو اس کی طرف راستہ کی طاقت رکھتا ہو اور جس نے کفر کیا تو بے شک اللہ تعالیٰ تمام جہانوں سے بے پرواہ ہے۔ (۹۷)

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں یہود کے اس اعتراض کا جواب ہے کہ سب سے پہلی عبادت گاہ بیت المقدس ہے تمام انبیاء نے اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی ہے۔ اور بیت المقدس کعبہ سے افضل ہے، اعلیٰ ہے، تو جواب دیا گیا کہ سب سے پہلے جو عبادت گاہ تعمیر ہوئی وہ کعبہ شریف ہے۔

اس آیہ مبارکہ میں کعبۃ اللہ کی تین عظمتوں کا ذکر فرمایا گیا ہے

۱۔ وہ سب سے پہلے ہے۔

۲۔ وہ برکت والا ہے۔

۳۔ وہ پورے جہان کیلئے باعث ہدایت ہے۔

کعبہ شریف کے فضائل میں بہت سے دلائل ملتے ہی قرآن مقدس نے فرمایا ”مُثَابَةِ لِّلنَّاسِ وَ آمَنَّا“ لوگوں کیلئے مرجع عبادت ہے اور امن کی جگہ ہے۔ ایک اور مقام پر فرمایا ”قِيَامِ لِّلنَّاسِ“ کہ کعبہ لوگوں کیلئے قائم رہنے کا سبب ہے۔ شفاء شریف میں عظمت کعبہ کا اس طرح ذکر ملتا ہے کہ بیت اللہ شریف پر روزانہ ۱۲۰ رحمتوں کا نزول ہوتا ہے، ۶۰ طواف کرنے والوں کے لئے اور ۴۰ نماز پڑھنے والوں کیلئے۔

(شفاء شریف ص ۱۶۷ ج ۱)

اسی شفاء شریف میں ہے جو بیت اللہ شریف کے اندر داخل ہوا وہ نیکوں میں داخل ہوا اور گناہوں سے نکل گیا۔ سیدنا حسن بصری فرماتے ہیں وہ خدا کی رحمتوں میں داخل ہوا۔ (شفاء شریف ص ۸۸ ج ۱)

کعبہ شریف کی اولیت کے متعلق سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک اور روایت اس طرح ملتی ہے جب آدم علیہ السلام حج کیلئے آئے تو فرشتوں نے آپ کا استقبال کیا اور عرض کی اے آدم (علیہ السلام) ہم دو ہزار سال سے اس گھر کا طواف کر رہے ہیں۔ آدم علیہ السلام نے پوچھا طواف میں کوئی دعا پڑھتے ہو تو فرشتوں نے کہا ”سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اكبر“

(اخبار مکہ ص ۴۵۔ تاریخ مکہ ص ۱۷، ج ۱۔ شفاء ص ۱۸۲ ج ۱۔ کتاب الاعلام ص ۳۲۔ بلد الامین ص ۵۲)

ایک اور مقام پر کعبہ شریف کی عظمت کا ذکر اس طرح ملتا ہے ”کعبہ شریف کی زیارت قیامت میں امن کی ضمانت ہے اس کی زیارت سے حج اور عمرہ کا ثواب ملتا ہے“

(القرئی ص ۳۰۵۔ جامع اللطیف ص ۸۵۔ تاریخ مکہ ص ۱۴ ج ۱)

کعبہ کی زیارت سے روزی میں برکت ہوتی ہے، صاحب اخبار مکہ علامہ ارزقی نے نقل فرمایا ہے کہ آدم علیہ السلام نے ملتزم شریف کے پاس کھڑے ہو کر بارگاہ قدس میں نہایت عجز و انکساری سے دعا کی، بارگاہ قدس سے حکم ملا آدم! تو نے ایسی دعا کی ہے جسے مسترد کرنا میری رحمت سے بعید ہے میں تیری اولاد کی یہی دعا قبول کروں گا، دعا کرنے والے کے مال میں برکت دوں گا اس کی روزی میں وسعت دوں گا اس کے دل کو فقر سے پاک کروں گا اسے غنی کروں گا۔ (تاریخ مکہ ص ۱۶، بلد الامین ص ۵۴)

علامہ ارزقی علیہ الرحمہ نے اخبار مکہ میں وہب بن منبہ سے ایک روایت فضیلت کعبہ میں اس طرح روایت کی ہے جب آدم علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی تو مکہ مکرمہ کی طرف چلنے کا حکم دیا، آپ جہاں قدم رکھتے سبزہ پیدا ہو جاتا۔ آدم علیہ السلام اللہ کے حضور زار و قطار روتے، فرشتے بھی شریک غم بنتے، اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے لئے جنت سے خیمہ بھیجا جسے عین کعبہ کی جگہ پر نصب کیا گیا جو آدم علیہ السلام کیلئے سکون کا باعث بنا۔ (بلد الامین ص ۵۴۔ اخبار مکہ ص ۳۷، ج ۱)

کعبہ شریف کی عظمت ہمیشہ ہر دور میں مسلم رہی ہے، دور جاہلیت میں بھی بیت اللہ شریف کے بارہ میں لوگوں کے نظریات پسندیدہ تھے، قریش کہا کرتے تھے، ”لوگو! خدا کے گھر کے زائرین کا احترام کیا کرو وہ دور دراز سے سفر کر کے تمہارے ہاں آتے ہیں“ (اخبار مکہ، ارزقی)

فضیلت کعبہ کے سلسلہ میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت اس طرح ملتی ہے، ایک دن جبریل امین علیہ السلام دربار رسالت میں حاضر ہوئے تو ان پر سرخ رنگ کی پٹی تھی جس پر گرد و غبار تھا، فرمایا جبریل! یہ گرد و غبار کیسے ہے؟ عرض کی ”کعبہ کا طواف کیا فرشتوں کی بھیڑ تھی اور طواف کی وجہ سے ہے“ (اخبار مکہ ص ۳۵، ج ۱)

فضائل کعبہ میں ایک روایت اس طرح بھی ملتی ہے، نوح علیہ السلام کی کشتی چالیس دن تک بیت اللہ شریف کے گرد گھومتی رہی، پھر جو دی پہاڑ کی طرف متوجہ کر دی گئی۔ (اخبار مکہ ص ۵۲، ج ۱)

اس مقدس گھر کی روشن آیات میں ایک یہ بھی ہے کہ کوئی ظالم اسے برباد نہ کر سکا جس نے توہین کا ارادہ کیا، ذلیل و رسوا ہوا، ابرہہ کا انجام دنیا نے دیکھا کہ وہ کس طرح رسوا ہوا، ان نشانات میں ایک یہ بھی تھا کہ ہر طرف سے پریشان لوگوں کو امن اسی بارگاہ میں ملتا جس قدر بھی پریشان ہوتا امن میں آجاتا، ان نشانات میں وہ مقدس پتھر بھی ہے جسے مقام ابراہیم کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، اس پتھر پر ابراہیم علیہ السلام کے مقدس پاؤں کے نشانات ثبت آج بھی دکھائی دیتے ہیں۔ یہ عظیم نشان ہے کہ بے شعور پتھر تعمیر کعبہ کے وقت ابراہیم علیہ السلام کی ضرورت کے مطابق کبھی اونچا ہو جاتا اور کبھی نیچے آجاتا ہے۔ یہ عظیم نشان ہے پتھر کے اندر قدموں کے نشانات ایسے ثبت ہوئے جیسے موم نقش اپنے اندر جذب کر لے، اس عنوان پر مزید معلومات کیلئے میری کتاب ”بلد الامین“ کا مطالعہ مفید رہے گا۔

اس آیت مبارکہ میں انسانوں پر حج کی فرضیت کا بھی ذکر فرمایا گیا ہے کہ جس کے پاس سفر خرچ ہو راستہ پر امن ہو، صحت اجازت دے تو اس پر زندگی میں ایک مرتبہ حج کی ادائیگی فرض ہے۔

لفظ ”حج“ کا لغت میں معنی ”قصد کرنے“ کا ہے اور شرعی معنی ”احرام طواف کعبہ، عرفات کا قیام، مزدلفہ وغیرہ امور کا انجام دینا ہے“ آخر میں فرمایا جو شخص اس حکم کا منکر ہو حج کو فرض نہ جانے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اس آیت مبارکہ میں طاقت رکھتے ہوئے حج نہ پڑھنے والوں کو سخت وعید ہے۔ ایک حدیث شریف میں اس وعید کا ذکر اس طرح ملتا ہے، ”من یستطیع منکم ان یحج فلم یحج فلا ابالی ان یموت یهودیا و نصرا نیا او کما قال ﷺ“ جو شخص حج کی طاقت رکھتے ہوئے حج نہیں پڑھتا، مجھے اس کی پرواہ نہیں وہ یہودی ہو کر مرے یا عیسائی۔ زبان رسالت سے یہ وعید شدید تنبیہ ہے۔

کعبہ شریف کے تعمیری و اصلاحی مراحل بہت سے گزرے ہیں، تعمیر کا پہلا مرحلہ آدم علیہ السلام کی تخلیق سے ۲ ہزار سال پہلے فرشتوں نے سرانجام دیا۔ دوسرا مرحلہ خود آدم علیہ السلام نے نبھایا۔ پھر سیدنا شیث علیہ السلام نے تعمیر فرمائی آپ کے بعد سیدنا ابراہیم واسماعیل علیہما السلام نے تعمیر کی، پھر یہ کام قوم عمالقہ نے

سراجم دیا پھر قبیلہ جرہم نے حصہ لیا پھر قصی ابن کلاب نے حصہ لیا، پھر قریش مکہ نے مشترکہ طور پر تعمیر کی جس میں ولید بن مغیرہ کو ناظم تعمیرات مقرر کیا گیا تھا، پھر ۶۲ھ میں سیدنا ابن زبیر نے تعمیر کی، کہ یزیدی فوج نے حملہ کر کے کعبہ شریف کو نقصان پہنچایا تھا۔ اس تعمیر کے مکمل ہونے کی خوشی میں سیدنا عبداللہ ابن زبیر نے ایک سوانٹ ذبح کئے اور ضیافت کی، پھر حجاج بن یوسف کے ہاتھوں تعمیر ہوئی پھر ۸۱۲ھ میں بعض جگہوں سے چھت خراب ہو گئی تو اصلاح کی گئی پھر ۸۳۸ھ میں امیر سوون الحمد نے چھت بدلی پھر ۸۴۳ھ میں ملک اشرف برسانی نے چھت کو چونہ گچ کیا پھر ۸۴۸ھ میں کعبہ انور کی غربی دیوار کی مرمت کی گئی پھر ۹۳۱ھ میں والی مصر ابراہیم پاشا کے حکم سے امیر جدہ کی نگرانی میں چھت بدلی گئی۔ پھر ۹۵۹ھ میں سلطان سلیمان خان نے یہ کام سراجم دیا پھر ۱۰۲۰ھ میں سلطان احمد خان نے دیواروں کو مضبوط کرنے کیلئے کام کیا پھر ۱۰۴۰ھ میں امیر مکہ نے سنگ مرمر لگوا یا پھر ۱۰۴۵ھ میں مرمت کی گئی پھر ایک مرتبہ ۱۰۹۹ھ میں رضوان معمار نے جدہ سے لکڑی منگوا کر چھت بدلی اس کے بعد ۱۱۰۶ھ میں چھت بدلی گئی، ۱۱۹۵ھ میں نیا سنگ مرمر لگایا گیا، پھر ۱۳۱۶ھ میں بعض مقامات سے چھت مضبوط کی گئی پھر ۱۳۷۷ھ میں سعودی حکمران سعود بن عبدالعزیز نے چھتیں بدلیں پھر ایک مرتبہ شاہ فیصل نے معائنہ کیا اور سرخ اینٹوں کا فرش لگایا۔

(اس عنوان پر مزید معلومات درکار ہوں تو شفاء للغمص ۹۱ ج ۱۔ العقد الثمین ص ۷۷ ج ۱۔ کتاب الاعلام ص ۴۹ اور اس فقیر کی کتاب بلد الامین کا مطالعہ مفید رہے گا)

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

قُلْ يَٰ أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَكْفُرُونَ بِآيَاتِ
اللَّهِ ۖ وَاللَّهُ شَهِيدٌ عَلَىٰ مَا تَعْمَلُونَ ۖ قُلْ
يَٰ أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ
اللَّهِ مَنَ امْنٍ تَبْغُونَهَا عِوَجًا ۖ وَأَنْتُمْ
شُهَدَاءُ ۖ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ۖ

ﷺ
الْعَظِيمِ

(اے محبوب) کہہ دیجئے اے اہل کتاب (یہود
ونصاری) تم اللہ کی آیتوں کا انکار کیوں کرتے
ہو؟ اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ گواہ ہے (۹۸)
کہہ دیجئے اے اہل کتاب تم اللہ کے راستے سے
کیوں روکتے ہو تم ایمان والوں کے راستہ کو بھی
ٹیڑھا کرنا چاہتے ہو حالانکہ تم خود (اسلام کے
حق ہونے پر) گواہ ہو اور اللہ تمہارے اعمال
سے غافل نہیں (۹۹)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے کعبہ انور کی فضیلت اور حج شریف کی فرضیت بیان فرمائی، اس آیہ
کریمہ میں یہود و نصاریٰ سے تنبیہ فرمائی جا رہی ہے کہ تمہیں اسلام کی صداقت اور حضور ﷺ کی نبوت
کا اچھی طرح علم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تورات و انجیل زبور میں حضور ﷺ کی نبوت پر دلائل ارشاد فرمادیئے۔
جنہیں لکھے پڑھے یہود و نصاریٰ علماء نے سمجھا، تسلیم کیا اور اسلام میں داخل ہو گئے، پھر تم اللہ کی آیات کا
انکار کیوں کرتے ہو؟ ان آیات سے مراد حضور ﷺ کی صداقت کے دلائل ہیں، ان سے مراد حضور ﷺ کے
معجزات ہیں، ان سے مراد قرآن حکیم، اخلاق حسنہ، شریعت مطہرہ کے زیریں اصول و ضوابط ہیں، انہیں
تنبیہ کی جا رہی ہے کہ ایسے روشن دلائل کے ہوتے ہوئے تمہارا انکار اچھا نہیں، لوگوں کو تو فریب دے سکو
گے مگر اللہ کو کیا جواب دو گے جو تمہیں دیکھ رہا ہے۔ وہ اللہ تو تمہارے کردار کو اچھی طرح جانتا ہے پھر دوبارہ
اگلی آیہ کریمہ میں فرمایا اے اہل کتاب تم اللہ کے راستے سے کیوں روکتے ہو تم ایمان والوں کے راستہ کو بھی
ٹیڑھا کرنا چاہتے ہو تم خود اسلام کی حقانیت پر گواہ ہو اللہ تمہارے اعمال سے غافل نہیں۔

ان آیات کے نزول کا ایک خاص واقعہ سے تعلق ہے، شاس بن قیس ایک مشہور یہودی تھا، جو مسلمانوں سے شدید دشمنی میں پیش پیش تھا۔ ایک موقع پر اسے پتہ چلا کہ اوس اور خزرج انصار کے دو مشہور قبیلے کسی مقام پر اکٹھے ہیں اسے سخت کوفت ہوئی کہ دونوں قبیلے اکٹھے کیوں بیٹھ گئے ہیں، تفریق ڈالنے کی کوشش کی ایک شخص سے کہا کہ ان دونوں قبیلوں میں اسلام سے پہلے جو جنگ رہی تھی اس جنگ میں دونوں قبیلوں کے فخریہ اشعار تھے وہ پڑھ کر سناؤ جوں ہی اُس آدمی نے وہ اشعار پڑھے تو ایک آگ سی بھڑک گئی اور دوبارہ جنگ کا وقت مقرر ہو گیا۔ حضور سید عالم ﷺ کو اطلاع ہوئی تو آپ تشریف لائے اور فرمایا قبول اسلام کے بعد یہ کیا جہالت ہے؟ کیا تم پھر کفر کی طرف لوٹنا چاہتے ہو سبھی اس پر متنبہ ہو گئے اور ایک دوسرے سے معذرت کی، گلے ملے اور توبہ کی۔ اس موقع پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ (ابن جریر طبری)

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
 اے ایمان والو! اگر تم اہل کتاب کے ایک گروہ کی
 اطاعت کرو گے تو وہ تمہیں تمہارے ایمان لانے
 کے بعد کفر کی طرف لوٹا دیں گے (۱۰۰) اور تم کیسے
 انکار کرو گے حالانکہ تم پر اللہ کی آیات کی تلاوت کی
 جاتی ہے اور تم میں اس کا رسول موجود ہے اور جو
 شخص اللہ کے دین کو مضبوطی سے پکڑے گا تو بے
 شک اسے سیدھی راہ دیدی جائیگی۔ (۱۰۱)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَطِيعُوا فَرِيقًا مِنَ
 الَّذِينَ آتَوَا الْكِتَابَ يَرُدُّوكُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ
 كُفْرًا ۖ وَكَيْفَ تَكْفُرُونَ وَأَنْتُمْ تُتْلَى
 عَلَيْكُمْ آيَاتُ اللَّهِ وَفِيكُمْ رَسُولُهُ ۚ وَمَنْ
 يَعْتَصِم بِاللَّهِ فَقَدْ هُدِيَ إِلَى صِرَاطٍ
 مُسْتَقِيمٍ ۝

اللہ
 صَلَّوْا
 الْعِظَمَاءِ

تفسیر

یہود کا لوگوں کو ایمان سے ہٹانے کا یہ معنی ہے کہ حضور ﷺ کی مخالفت، احکام الہیہ کے بارہ میں لوگوں کے دلوں میں شک و شبہات ڈالنا اور یہ کہنا کہ موسیٰ علیہ السلام کی شریعت ہی آخری شریعت ہے، جب اُن سے

پوچھا جاتا کہ توراة میں تو آخری نبی کی یہ صفات موجود ہیں تو وہ انکار کر دیتے۔

ان آیات مبارکہ میں اوس و خزرج کو یہود کے مکرو فریب سے بچنے کا درس دیا گیا ہے کہ ان سے الگ تھلگ رہو ورنہ وہ تمہیں پھر کفر کی وادی میں دھکیل دیں گے۔ آیہ مبارکہ کے آخر میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ کے دین کو جو شخص مضبوطی سے پکڑے گا اُسے سیدھی راہ کی ہدایت دی جائے گی۔ اس آیہ مبارکہ میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زبردست فضیلت واضح ہے کہ ان کا دین پر مضبوطی سے قائم رہنا ایک بہت بڑا کمال تھا۔ اسی استقامت کے سبب ہی وہ کفر سے بے خوف و خطر تھے۔ فرشتوں اور رحمتوں کا نزول بھی اسی عظیم صفت استقامت کے باعث جاری رہتا تھا۔ ان کی بارگاہ رسالت میں حاضری حضور ﷺ کے اسوۂ حسنہ کا مشاہدہ، اخلاص و اخلاق کی عظیم صفات سے مالا مال ہونا، قرآن و سنت کے ارشادات کو اپنا راہنما ماننا یہی صراط مستقیم ہے، قرآن مقدس کا وجود ہے اور رہے گا آنے والی نسلیں اس سے استفادہ کرتی رہیں گی اور ہدایت پاتی رہیں گی۔

اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑنے کا یہ معنی بھی ہے کہ اس کی ذات و صفات کی تصدیق کی جائے، اس کے احکام کو مانا جائے، یہ سیدھی راہ پر چلنا اور صراط مستقیم پر پکا رہنا ہے یہ ہر کامیابی کی اصل ہے۔ ان آیات مبارکہ میں مسلمانوں کو کفار سے الگ تھلگ رہنے کا حکم واضح ہے کہ بروں کی محفل میں برائی ہی ہاتھ آئے گی، مسلمانوں کو آپس میں متحد ہو کر رہنے کا درس مل رہا ہے، اس آیہ کریمہ کی روشنی میں ملت اسلامیہ کے ساتھ یہود و نصاریٰ کا آج (۲۰۰۶ء) کا رویہ بےش اور اتحادیوں کے دھوکے اور مظالم ان کی اس پرانی روش کی یاد دلا رہے ہیں، ضروری ہے ملت اسلامیہ متحد ہو اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لے۔

اس آیہ مبارکہ میں مسلمانوں پر کئی انعامات کا ذکر فرمایا گیا ہے جو مسلمانوں کو گمراہی سے بچانے والے ہیں کہ لوگو تم میں رسول اللہ ﷺ ہیں جو تمہیں تعلیم دے رہے ہیں تم نے رسول اللہ ﷺ کا دامن تھام رکھا ہے جو ہدایت کی ضمانت ہے اللہ کے رسول خود تمہاری نگرانی فرما رہے ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جس طرح اس
سے ڈرنے کا حق ہے اور تمہیں ہرگز موت نہ
آئے مگر مسلمان ہونے کی حالت میں۔ (۱۰۲)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ
وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ

اللَّهُ
عَلِيمٌ

تفسیر

پہلی آیہ مبارکہ میں مسلمانوں کو یہود کے گمراہ کن پروپیگنڈہ سے بچنے اور بروں کی محفلوں سے الگ تھلگ رہنے کا حکم تھا اس آیہ مبارکہ میں دین کے ایک مرکزی حکم کو بیان فرمایا گیا ہے اور وہ حکم ”خدا کا خوف“ ہے خدا سے ڈرنے کا مفہوم ایسا نہیں جیسے دشمن سے ڈرا جاتا ہے بلکہ یوں سمجھا جائے جیسے کسی محسن نے مجھ پر احسان کیا ہو اب اس کا وہ احسان مجھ پر اس قدر مسلط ہے کہ میں اس کی مخالفت نہیں کر سکتا کہ مجھے ڈر لگتا ہے کہ میرا وہ محسن مجھ سے ناراض ہو جائے گا، میرا اللہ میرا رب وہ ذات پاک ہے جس کے لاکھوں احسانات، کروڑوں انعامات مجھ پر صبح و شام رہتے ہیں مجھے اس کے حکموں کی مخالفت سے ڈرنا چاہئے کہ وہ مجھ پر ناراض ہوگا۔ ایمان کی تکمیل یہی ہے کہ امید اور خوف دونوں ہوں، معافی کی امید رکھے اور عذاب کا ڈر ہو۔ ایک معنی اس آیہ کریمہ کا یہ بھی ہے کہ مجھے اس کی یاد میں ایسا محو رہنا چاہئے کہ غفلت سستی، کاہلی کو میری عبادت میں دخل نہ ہو، بندے کے دل میں خدا کا خوف ایک عظیم مرکزی نعمت ہے جس کے مل جانے سے گناہوں سے دوری برائیوں سے نجات مل جاتی ہے۔ جس قدر بندے کے دل میں خدا کا خوف بڑھتا جائے گا گناہوں کا میلان گھٹتا جائے گا۔

حدیث شریف میں اس آیہ کریمہ کا مفہوم اس طرح فرمایا گیا ہے اللہ سے ڈرنے کا حق یہ ہے کہ اطاعت کی جائے، نافرمانی سے بچا جائے اس کے انعامات کا شکر ادا کیا جائے، اس کی راہ میں جہاد کیا جائے۔ اللہ کے حکموں کے خلاف کسی کی بات کو ترجیح نہ دی جائے وہ ماں باپ اولاد ہی کیوں نہ ہو۔ اس آیہ مبارکہ میں ملت اسلامیہ کی مرکزی طاقت کو دو ضابطوں سے وابستہ کیا جا رہا ہے، پہلا ضابطہ تقویٰ ہے اور

دوسرا ضابطہ ملت اسلامیہ کا اتحاد ہے۔ تقویٰ کا معنی بچنے اور پرہیز کرنے کا ہے، ڈرنے کا معنی اس طرح مناسبت رکھتا ہے کہ جن چیزوں سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے وہ ڈرنے کی ہی چیزیں ہوتی ہیں۔ کہ ان سے عذاب الہی کا خطرہ ہے۔

تقویٰ کا ایک معنی یہ بھی کیا گیا ہے کہ نفس کو ہر ایسی شے سے محفوظ رکھا جائے جس سے نقصان کا خوف ہو جناب ابراہیم ادہم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں تقویٰ یہ ہے کہ جیسے تم مخلوق کیلئے اپنے ظاہر کو سنوارتے ہو اسی طرح اپنے رب کیلئے اپنے باطن کو بھی سنوارو، تقویٰ کا ایک معنی یہ بھی کیا گیا ہے کہ حضور ﷺ کے اسوۂ حسنہ کو اپنایا جائے، حرام سے بچا جائے۔

تقویٰ کا پہلا درجہ یہ ہے کہ کفر و شرک سے بچا جائے۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ ہر اس شے سے بچا جائے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو پسند نہیں۔ تقویٰ کا تیسرا درجہ تقویٰ کا اعلیٰ ترین مقام ہے، جو انبیاء علیہم السلام اور ان کے نائبین اولیاء اللہ کو نصیب ہوتا ہے، دل کو غیر اللہ سے بچایا جائے اور اس کی یاد سے دل کو ہمیشہ معمور رکھا جائے۔ ”حق تفتہ“ کا ایک معنی یہ بھی کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں کسی کی تنقید، کسی کی ملامت، کسی کے گلہ شکوہ کی پرواہ نہ کرے اور احکام الہیہ کی تعمیل کرتا رہے۔ آیہ مبارکہ کے آخری حصہ میں فرمایا گیا ہے کہ تمہاری موت اسلام پر ہو پوری زندگی میں کسی وقت بھی اسلام سے دوری نہ ہو اور کفر سے شدید دوری رہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

اور تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو
اور تفرقہ نہ ڈالو اور اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو یاد کرو
جب تم (ایک دوسرے) کے دشمن تھے تو اس
نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی تو تم اُس
کے کرم سے آپس میں بھائی بھائی ہو گئے اور تم
دوزخ کے گڑھے کے کنارے پر تھے تو اُس نے
تمہیں اس سے نجات دی اللہ تعالیٰ اسی طرح
تمہارے لئے اپنی آیات کو بیان فرماتا ہے تاکہ
تم ہدایت پاؤ۔ (۱۰۳)

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا
وَإِذْ كُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ
أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ
إِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلَى شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ
النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِنْهَا كَذَلِكَ يُبَيِّنُ
اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ

صَلَّى
الْعِظِيمِ

تفسیر

اس سے پہلی آیہ مبارکہ میں ملت اسلامیہ کے ایک عظیم ضابطہ کا ذکر تھا کہ خدا سے ڈرو، تقویٰ حاصل کرو
اس آیہ مبارکہ میں ایک دوسرے بڑے ضابطہ کا ذکر فرمایا گیا ہے وہ ہے ملت اسلامیہ کا اتحاد۔ ارشاد ہوتا ہے
کہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو، ایک رسی کو مضبوط پکڑنے سے اتحاد کا عنوان واضح ہو رہا ہے۔ سیدنا
عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا قرآن مقدس اللہ کی رسی ہے جو آسمان
سے زمین تک لٹکی ہوئی ہے اس رسی کو تھامنے کا معنی یہ ہے کہ تم سب دین اسلام کو مضبوطی سے تھام لو اور اس
پر عمل پیرا ہو جاؤ جب یہ صورت پیدا ہوگی تو ملت کے اندر اتحاد ہوگا جو ملت کی کامیابی اور ترقی کا باعث بنے
گادین کی رسی کو مضبوط پکڑنے سے مراد دین پر قائم رہنا ہے، لڑائی جھگڑا، فتن و فسادات سے بچنا ہے، عربی
زبان میں ”رشاء“ کا معنی بھی رسی ہے اور ”جبل“ کا معنی بھی رسی ہے مگر ”جبل“ خاص طاقتور اور مضبوط رسی کو
کہتے ہیں جس سے بھاری چیز باندھی جائے۔

آج دنیا میں بوسنیا، چمچینا، صومالیہ، فلسطین، کشمیر، عراق، افغانستان کی پریشانی اسی عدم اتحاد کی وجہ ہے، آج دنیا کے اندر ۵۵ کے قریب اسلامی ممالک ہیں جن کا اتحاد صرف اور صرف اسلامی رشتہ سے ہی ہو سکتا ہے۔ قوم، ملک، رنگ، وطن، زبان ان میں سے کسی بھی ضابطہ پر اتحاد ناممکن ہے۔ قرآن مقدس نے اس اصول کو فرما کر ملت اسلامیہ کو ایک طاقتور ملت بننے کا راستہ دکھا دیا ہے۔ یہ ضابطہ اتحاد ہی تھا جس کے باعث قرن اولیٰ میں مسلمانوں کا سر بلند رہا۔ قیصر و کسریٰ لرز گئے، بڑے بڑے جابر حکمرانوں کی گردنیں جھک گئیں۔ آج بھی وہی ضابطہ اپنانا ہوگا جس سے سرخروئی حاصل ہو سکتی ہے اور عزت لوٹ سکتی ہے۔

اللہ کی رسی سے مراد اللہ کے عہد کی پابندی بھی ہے، اخلاص کے ساتھ عبادت کرنا بھی ہے اور توبہ کرنا بھی ہے، پہلا حکم خدا سے ڈرنے کا تھا، دوسرا حکم اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامنے کا تھا، تیسرا حکم ہے ”لا تفرقوا“ تفرقہ نہ ڈالنے کا تھا۔ ایک دوسرے کی عداوت کر کے کئی گروہ نہ بنالو۔ فتن و فساد میں مبتلا ہو کر اتحاد کے شیرازہ کو برباد نہ کرو، قرآن مقدس نے اس عنوان کو سورہ انفال میں اس طرح بھی فرمایا ہے کہ ”آپس میں جھگڑا مت کرو ورنہ بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی“ اسی اختلاف اور تفرقہ سے بچنے کیلئے حضور ﷺ نے مومن کی مثال اس طرح بیان فرمائی ہے کہ وہ ایک دیوار کی طرح ہے جس کے بعض حصے بعض کو مضبوط رکھتے ہیں۔ اس اتحاد کو قائم رکھنے، تفرقہ سے بچنے کیلئے حضور ﷺ کا ارشاد ہے ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، حسد نہ کرو، بھائی بھائی بن جاؤ، کسی مسلمان کو جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑ دے حضور ﷺ کا حسد، غصہ، کبر و غرور سے روکنے کا ایک فلسفہ یہ بھی نمایاں دکھائی دیتا ہے کہ لوگ آپس میں متحد رہیں اور تفرقہ کی نوبت نہ آئے۔ حضور ﷺ کے اس ارشاد گرامی سے بھی پیار، اتحاد کی مرکزیت ثابت ہوتی ہے، فرمایا دو شخصوں میں صلح کرانا، نماز، روزہ حج اور صدقہ سے زیادہ اجر رکھتا ہے۔

(ابوداؤد شریف)

حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا کہ میری امت گرامی پر جمع نہیں ہوگی اگر تم اختلاف دیکھو تو سواد اعظم کے

ساتھ رہو، یہ اسی اتحاد اور محبت کا درس ہے۔ اس آیہ مبارکہ کے آخر میں چوتھا حکم اس طرح ارشاد ہوتا ہے ”تم اپنے پر اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اللہ نے تمہارے دلوں میں محبت ڈال دی اور تم دوزخ کے گڑھے میں گرنے سے بچا لئے گئے“ اللہ تعالیٰ کے انعامات کو یاد کرنا اسکے حکم کی اطاعت ہے اور اسی میں نجات ہے۔

اس انعام الہیہ کے بارے میں حضور ﷺ کی آمد سے پہلے کے تباہ کن حالات کی طرف اشارہ ہے، غیض و غضب، صدیوں تک دشمنی قتل و غارت کی آگ بھڑکتی رہتی تھی۔ قبائل آپس میں الجھے رہتے تھے، جنگ بندیوں کی مصروفیتوں میں کوئی دوسری امن کی محفل نہ ہوتی۔ اس و خنزرج کی جنگ تو مشہور ہے لوگوں کی عزت محفوظ نہ تھی، یہ ان پر اللہ کا کرم ہوا کہ نبی کریم ﷺ جلوہ فرما ہوئے، خطہ عرب کا رنگ بدل گیا، وحشت و بربریت کی جگہ انس و محبت نے لے لی، اس عظیم نعمت کو یاد دلایا جا رہا ہے کہ تم تو دوزخ کے کنارے پر جا پہنچے تھے، اللہ نے تمہیں بچالیا، اللہ تعالیٰ ایسے ہی تمہارے لئے آیات بھیجتا ہے کہ ہدایت پر ثابت قدم رہو۔ اس آیہ کریمہ سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ پیار، محبت امن اللہ تعالیٰ کی خاص نعمت ہے اور دلوں کے اندر تبدیلی کرنا یہ اس کا خاص فضل ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
وَلَتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ
وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ
الْمُنْكَرِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿۱۰۴﴾

اور تم میں ایک ایسی جماعت ہونی چاہئے جو نیکی
کی طرف بلائے اور اچھی بات کا حکم کرے اور
برائی سے منع کرے اور وہی لوگ (یہ کام کرنے
والے) کامیاب ہیں (۱۰۴)

اللہ
صلی اللہ
علیہ وسلم

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں مسلمانوں کے اتحاد، کامیابی اور اختلاف سے بچنے کے اصول ذکر فرمائے گئے تھے۔ اسی سلسلہ میں اب چوتھے ضابطہ کا ذکر فرمایا جا رہا ہے کہ اسلام کو پوری دنیا میں پھیلانے کیلئے اور لوگوں کو جہنم

کی آگ سے بچانے کیلئے سلسلہ تبلیغ کو عام کرو، اسلام ہی دین تبلیغ ہے اس سے قبل جتنے بھی ادیان آئے، اُن میں سے کسی کی حیثیت عالمگیر نہیں۔ اسلام ہی وہ مقدس دین ہے جو پوری دنیا کیلئے آیا ہے، عیسیٰ علیہ السلام کا فرمان جو انجیل متی باب ۵ میں آج بھی واضح ملتا ہے۔ ”میں صرف بنی اسرائیل کی گمشدہ بھیڑوں کیلئے آیا ہوں“، حضور ﷺ کے علاوہ کسی بھی نبی نے پوری دنیا کیلئے اپنی نبوت و رسالت کا دعویٰ نہیں کیا۔ پوری دنیا کے اندر اس دین کو پھیلانے کیلئے دعوت و ارشاد اور تبلیغ کے حسین ضابطہ کو اس آیہ مبارکہ میں ارشاد فرمایا گیا ہے، بتایا جا رہا ہے خود بھی اپنے اعمال کو صحیح رکھو، اخلاص اخلاق سے وابستہ رہو، اور تبلیغ دین کے ذریعہ اپنے دوسرے بھائیوں کی بھی اصلاح کرو۔

دین کے اس اصول کو قرآن مقدس نے ایک مقام پر اس طرح ارشاد فرمایا ہے ”وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ“ دوسرے لوگوں کو بھی حق کی بات پہنچاؤ اور صبر کی تلقین کرو، ایک اور حدیث شریف میں یہی عنوان اس طرح ملتا ہے، حضور ﷺ فرماتے ہیں ”قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم ضرور نیکی کا حکم دیتے رہو اور برائی سے روکتے رہو۔ (ابن ماجہ)

تبلیغ دین کے اس زریں اصول کو حضور ﷺ نے اپنے ایک ارشاد میں اس طرح فرمایا ہے۔ ”مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مَنكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ“ تم میں سے کوئی شخص برا کام دیکھے تو اُسے چاہئے کہ اُسے اپنے ہاتھ، قوت سے بدل دے اگر ایسا نہ کر سکے تو زبان سے روکے اگر یہ بھی نہ کر سکے تو پھر کم از کم اُس برے کام کو دل سے تو برا جانے اور یہ ادنیٰ درجہ کا ایمان ہے۔ اس آیہ مبارکہ اور بیان کردہ احادیث مبارکہ سے واضح ہے کہ نیکی کا حکم کرنا برائی سے روکنا ملت اسلامیہ کے ہر فرد پر حسب استطاعت ضروری ہے، ہاں اس کام کرنے کیلئے ضروری ہے کہ یہ مبلغ خود دین کے اصولوں، اچھائی، برائی کے مسائل کو اچھی طرح سے جانتا ہو۔ شریعت کے مسائل سے آگاہ ہو ورنہ تبلیغ کا مقصد پورا نہ ہوگا، دین کے جاہل مبلغ قوم میں اصلاح کی بجائے بگاڑ پیدا کرتے ہیں تبلیغ کے اس ضابطہ میں اخلاص اور نرمی کے اصول کامیابی سے ہمکنار کر دیتے ہیں انداز تبلیغ میں

درشتی، کڑواہٹ، ضد، ہٹ دھرمی کی باتیں اس مشن میں ناکامی پیدا کرتی ہیں۔ اس مشن کو نبھانے کیلئے حضور ﷺ کا انداز تبلیغ اپنایا جائے صحابہ کرام کے انداز تبلیغ کی اتباع کی جائے، اس گروہ کا پہلا کام نیکی کی دعوت دینا ہے اور دوسرا کام برائی سے روکنا ہے۔

نیکی کی دعوت دینے کا آغاز خود اپنی ذات سے شروع ہونا چاہئے جن کاموں کی تبلیغ کرتا ہوں کیا وہ اچھے کام خود میرے اندر موجود ہیں، قرآن مقدس نے اس ضابطہ کو اس طرح ارشاد فرمایا ہے۔ ”قُواْ اَنْفُسَكُمْ وَاٰهْلِيْكُمْ نَارًا“ اپنی جانوں کو اور گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤ اور کامیاب بھی یہی طریق تبلیغ ہے۔ پہلے میں اپنی اصلاح کروں، اگرچہ کسی میں نقص ہے اور وہ دوسرے کو دوسرے عمل صالح کا حکم دیتا ہے تو تبلیغ کے ضمن میں تو آئے گا مگر تبلیغ کا کمال خوبی بہتری یہی تھی کہ مبلغ خود بھی اچھائی اور خوبی کا مرکز ہو۔ اگر کوئی ایک فرض کا تارک ہے تو دوسرے فرائض اس سے ساقط نہیں ہو جاتے ایسے ہی اگر کوئی کسی فرض کا تارک ہے تو تبلیغ دین کا فریضہ اس سے ساقط نہیں ہو جاتا، مبلغ کو چاہئے کہ اپنے ظاہر و باطن کو ایک بنائے، یہ انداز تبلیغ مؤثر ثابت ہوگا۔

اس ضمن میں اسلامی مبلغین کی جماعت صوفیاء کرام علیہم السلام ہیں جنہوں نے سب سے پہلے اپنے وجود کو علم و عمل کا مرکز ثابت کیا اور اپنے ظاہر و باطن کو سنوارا اور حضور ﷺ کی سیرت طیبہ کے بہترین مظہر ثابت ہوئے۔ برصغیر کی تاریخ پر نگاہ ڈالیں تو یہاں پر اسلام کا پھیلاؤ، برتری اور ترقی کا سبب صوفیاء کرام ہی نظر آتے ہیں جن کا ظاہر، باطن ایک تھا ان کی نگاہ سے ہزاروں شخصیتیں وجود میں آتی رہیں۔ جب کبھی اسلام پر کوئی آڑا وقت آیا تو یہ پہلی دفاعی لائن ہوا کرتی تھیں۔ آج برصغیر میں اسلام کی روشنی پھیلنے کا باعث یہ طبقہ صوفیاء ہی دکھائی دیتا ہے۔

ایک مرتبہ ناروے کے مرکزی شہر اوسلو میں مجھے ایک اجتماع میں خطاب کا موقع ملا، دوران تقریر ایک نوجوان نے سوال کیا کہ یہاں اسلام کے عنوان پر بہت سے لوگ تقریریں کرتے ہیں، کس کی بات مانیں

کس مبلغ کو اہمیت دیں؟ مجھے اس وقت جو جواب سوچا وہ یہ تھا کہ برصغیر میں اسلام کی تبلیغ کا فریضہ جن لوگوں نے انجام دیا وہی حق دار ہیں کہ ان کا انداز تبلیغ اپنایا جائے۔ وہ داتا گنجویں ہیں، خواجہ اجمیری ہیں، قطب الدین بختیار کاکی ہیں، فرید الدین پاکتہنی ہیں، نظام الدین دہلوی ہیں، (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) اگر کسی کی نظر میں کوئی اور ہیں تو بتانے چاہئیں کہ دیکھا جائے اولیت کن کو حاصل ہے، اس آیہ مبارکہ کے آخر میں جس جماعت حقہ کو سرفرازی بخشی گئی وہ یہ ہے اولئک ہم المفلحون کہ یہی لوگ کامیاب و کامران ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

اور تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو فرقوں میں
بٹ گئے اور دلائل آنے کے باوجود اختلاف کیا
اور وہی لوگ ہیں جن کیلئے بڑا عذاب ہے (۱۰۵)
جس دن بعض چہرے سفید ہوں گے اور بعض
چہرے سیاہ ہوں گے جن لوگوں کے چہرے سیاہ
ہوں گے (اُن سے کہا جائے گا) کیا تم نے
ایمان لانے کے بعد کفر کیا اب عذاب کا مزہ
چکھو کہ تم کفر کرتے تھے (۱۰۶)

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا
مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ ۚ وَلَئِكَ
لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۚ يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ
وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ فَأَمَّا الَّذِينَ اسْوَدَّتْ
وُجُوهُهُمْ أَكَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ فَذُوقُوا
الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ۝

صَلَّى
الْعَظِيمِ

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں ایک صالح جماعت بننے، نیکی کا حکم دینے اور برائیوں سے بچنے کا حکم تھا اس آیہ مقدسہ میں ایمانداروں کو گروہ بندی، افتراق، پارٹی بازی سے روکا جا رہا ہے اور قرن اولیٰ کے لوگوں کی تفرقہ بازی کا واقعہ سنایا جا رہا ہے جو اپنے اس برے کردار کی وجہ سے مصائب میں پھنس گئے کہ انہوں نے اپنے ہی چھوٹے موٹے مسائل میں الجھاؤ پیدا کر کے اپنے دین کی توہین کی تھی، اس کردار کے مالک یہود و نصاریٰ

تھے جنہوں نے اپنی پارٹی بازی سے دین کو تماشہ بنا رکھا تھا، مسلمانوں کو اُن کے اس کردار سے دور رہنے کا حکم دیا جا رہا ہے، آج ہمیں اپنے اندر اتفاق و اتحاد کی شدید ضرورت ہے۔ مسلمانوں کو اہل کتاب کے غلط رویہ سے روکا جا رہا ہے ان کے پاس دلائل آگئے تھے، حق واضح ہو گیا تھا پھر وہ مختلف گروہوں میں تقسیم ہو گئے ان کے اس اختلاف کا سبب یہ تھا کہ برائی سے روکنا اور نیکی کا حکم دینا چھوڑ دیا تھا۔

قرآن مقدس نے بھی ان کی اس قبیح حرکت کا ذکر فرمایا ہے۔ ”کانوا لا یتنہون عن منکرا“ وہ ایک دوسرے کو برائی سے نہیں روکتے تھے، پہلی آیہ مبارکہ میں کفار کے لئے عذاب عظیم کا ذکر تھا اس حصہ میں ایمانداروں کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ قیامت کے دن ایمانداروں کے چہرے روشن ہوں گے۔ چہرے کی سفیدی سے مراد نور ایمان کی سفیدی ہے اور ایماندار اللہ تعالیٰ کے اس انعام پر خوش ہو گئے جیسے ارشاد ہوتا ہے، ”وجوہ یومئذ ضاحکہ مستبشرہ“ اس دن کچھ چہرے خوش ہوں گے، اور چمکیلے ہوں گے، ایک معنی یہ بھی کیا گیا ہے کہ مہاجرین اور انصار کے چہرے سفید ہوں گے، بنو قریظہ اور بنو نضیر کے چہرے سیاہ ہوں گے۔ امام ترمذی علیہ الرحمہ نے ابوامامہ سے ایک روایت نقل کی ہے کہ سیاہ چہرے والے خوارج ہوں گے، قرطبی نے حضرت عکرمہ سے ایک روایت اس طرح نقل کی ہے، سیاہ چہرے ان لوگوں کے ہوں گے جنہوں نے حضور ﷺ کی آمد سے قبل تو انہیں مانا اور تصدیق کی مگر جب محبوب ﷺ جلوہ گر ہوئے تو انکار کر دیا (معاذ اللہ)

امام قرطبی علیہ الرحمہ نے یہ بھی فرمایا کہ مخلصین، مومنین کے چہرے سفید ہوں گے، اور جن لوگوں نے دین میں تغیر کیا یا اپنے دلوں میں نفاق کو چھپایا کافر ہوئے، یا مرتد ہوئے ان سب کے چہرے سیاہ ہوں گے ان سے کہا جائے گا کہ کیا تم ایمان لا کر کافر ہو گئے اب اُس کفر کے بدلے عذاب چکھو۔ قیامت کے دن دلوں کی حالت کا اظہار چہروں سے ہوگا جن کے دلوں میں نور ایمان ہوگا، وہ چہرے روشن ہوں گے اور جن کے دلوں میں کفر کی سیاہی گمراہی کا غبار جما ہوگا، وہ چہرے سیاہ ہوں گے، یہ بھی معنی کیا گیا ہے کہ ایمانداروں کے چہرے اللہ تعالیٰ کے انعام کی وجہ سے خوش و خرم دکھائی دیں گے اور کفار کے چہرے محرومی کی وجہ سے افسردہ اور سیاہ دکھائی دیں گے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وہ لوگ جن کے چہرے روشن ہوئے وہ اللہ کی رحمت میں ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے (۱۰۷) یہ اللہ تعالیٰ کے احکام ہیں جو ہم آپ کو ٹھیک ٹھیک سناتے ہیں اور اللہ جہان والوں پر ظلم نہیں چاہتا (۱۰۸) اور اللہ ہی کا ہے، جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں اور اللہ ہی کی طرف تمام کام لوٹائے جاتے ہیں (۱۰۹)

وَاَمَّا الَّذِيْنَ اَبْيَضَتْ وُجُوهُهُمْ فَفِي رَحْمَةِ اللّٰهِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ تَبٰكَ اَيْتُ اللّٰهِ نَسْتَلُوْهَا عَلَیْكَ بِالْحَقِّ ۙ وَاِنَّ اللّٰهَ لَیْرِیْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِیْنَ ۝ وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ۙ وَ اِلٰی اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں ارشاد ہے جن لوگوں کے چہرے سفید ہوں گے وہ ہمیشہ اللہ کی رحمت میں رہیں گے اشارہ ملتا ہے کہ ان پر یہ نعمت صرف ان کے اعمال حسنہ کا نتیجہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی عظیم رحمت بھی ہے، کرم بھی ہے، فضل بھی ہے۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رحمت میں رہنے کا معنی یہ ہے کہ وہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے اور ان کا جنت میں رہنا اللہ کا عظیم کرم ہے رحمت ہے۔ ”خالدون“ کے ارشاد گرامی سے واضح ہوا کہ جنت کی نعمت ان کیلئے عارضی نہیں بلکہ ہمیشہ کیلئے ہے۔

آیہ مبارکہ کے آخر میں فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم کا ارادہ نہیں رکھتا اگر اس شخص کو جہنم کی سزا ہے تو وہ اس کے کردار کا نتیجہ ہے۔ اللہ ہی کیلئے زمین و آسمان ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ ہر شی کا مالک حقیقی وہی ہے اب اس کا ہر عمل جو ہوگا تو وہ صحیح ہی ہوگا کہ وہ مالک ہے اور مالک کو ہر قسم کے تصرف کا اختیار ہے، ہاں اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اور اپنے کرم سے ہر عمل صالح کو جنت کیلئے نشان بنا دیتا ہے۔ اور اس کی بد عملی کو جہنم کی علامت لوگ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں وہ کسی سے زیادتی نہیں فرماتا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ
يَالْعَرُوفُ أَنتَ تَعْلَمُ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ
بِاللَّهِ وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ
مِنْهُمْ الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ ۝

اللہ
عظیم

تفسیر

تم (ساری امتوں سے) بہتر امت ہو تم نیکی کا
حکم دیتے ہو، برائی سے روکتے ہو اور تم اللہ پر
ایمان رکھتے ہو اور اگر اہل کتاب ایمان لے
آتے تو ان کے حق میں بہتر تھا ان میں سے
بعض مومن ہیں اور زیادہ کافر ہیں۔ (۱۱۰)

پچھلی آیہ مبارکہ میں روشن چہرے والے خوش نصیبوں کا ذکر تھا اس آیہ پاک میں ان لوگوں کی نشاندہی فرمائی
گئی ہے کہ وہ تمہیں لوگ ہو جو نیکی کا حکم دیتے ہو برائی سے روکتے ہو، اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔ اس آیہ
پاک کے اترنے کا واقعہ اس طرح ہوا کہ کچھ یہودی لوگوں نے بعض صحابہ سے کہا تم مسلمانوں سے اس قدر
محبت کیوں رکھتے ہو، تو انہوں نے جواب دیا کہ اسلام تمام ادیان سے بہتر دین ہے اور رسول اللہ ﷺ تمام
انبیاء علیہم السلام سے بہتر نبی ہیں، تو یہود نے کہا نہیں ایسا نہیں بلکہ یہودیت افضل دین ہے تو ان کی تردید
میں یہ آیہ مبارکہ نازل ہوئی کہ بہترین امت تم ہی ہو۔ حضور ﷺ کی امت دو حصوں میں منقسم ہے ایک امت
دعوت جنہیں حضور ﷺ نے دین کی دعوت دی مگر وہ مانے نہیں، حالانکہ حضور ﷺ ان کے بھی نبی ہیں، بلکہ
حضور ﷺ پوری کائنات کے نبی ہیں۔ دوسری امت امت اجابت ہے، جس نے حضور ﷺ کو نبی مانا اور آپ
پر ایمان لائے۔

اس آیہ مقدسہ کا انداز بتاتا ہے کہ حضور ﷺ کی امت اللہ تعالیٰ کو پیاری ہے کہ اس کی تعریف فرما رہا ہے،
کہ تم تمام پچھلی امتوں سے بہتر ہو، تمہارے ذریعہ لوگوں کو دین کی تبلیغ ہوگی، اور لوگ جوق در جوق حلقہ
اسلام میں آئیں گے۔ تمہیں اپنی ہمت وقوت کے مطابق نیکی کا حکم اور برائی سے رکاوٹ کا عمل جاری رکھنا
چاہئے، حضور ﷺ کی امت پر اللہ کا فضل و کرم ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ اولیا، علماء اور اصفیاء اس

امت کی خدمت و نگرانی کیلئے پیدا ہوتے رہیں گے۔ حضور ﷺ کے اپنے ارشادات گرامی سے امت کی عظمت نمایاں ہوتی ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا ”لا تجتمع امتی علی الضلالة“ میری امت گمراہی پر اکٹھی نہیں ہوگی۔ ایک اور حدیث شریف میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں جنتیوں کی صفیں 120 ہوں گی ان میں سے 80 صفیں میری امت کی اور باقی 40 صفیں ساری امتوں کی۔ اس امت کی عظمت حضور ﷺ کے اس ارشاد سے بھی واضح ہے، فرمایا میرے رب نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے میری امت کے ستر ہزار افراد بغیر حساب کے جنت میں جائیں گے۔ اور ان میں ہر ایک کے ساتھ ستر ستر ہزار بھی جنت میں جائیں گے۔

امت محمدیہ کا تمام امتوں سے افضل و اعلیٰ ہونے کا باعث یہ ہے کہ یہ نیکی کا حکم دیتی ہے اور برائی سے روکتی ہے، جب تک یہ وصف رکھے گی افضل و اعلیٰ رہے گی، ایماندار لوگوں کی صفت کو اس طرح فرمایا گیا ہے جب ان کے پاس اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل تڑپ اٹھتے ہیں اور جب آیات پڑھی جاتی ہیں تو ان کے ایمانوں میں تازگی ہوتی ہے اور زیادتی۔

مکمل ایمان ہونے کا یہ معنی ہے کہ احکام خداوندی پر عمل کیا جائے، حرام سے بچا جائے، فرائض واجبات کی پابندی کی جائے، کامل مسلمان کی تعریف حضور ﷺ کے ایک ارشاد سے اس طرح ملتی ہے۔ ”المسلم من سلم المسلمون من لسانہ و یدہ“ کامل مسلمان وہ ہے جس کی زبان سے اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں۔ ایک اور حدیث شریف میں کامل مومن کی تشریح اس طرح ملتی ہے جو شخص امین نہ ہو، وہ کامل مومن نہیں، جو شخص اپنا عہد پورا نہ کرے وہ کامل نہیں، بدکلامی اور بے حیائی کی گفتگو سے ایمان کامل نہیں رہتا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

(کافر) تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے مگر صرف
(زبانی ستانا) اور اگر وہ تم سے جنگ کریں گے تو
پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے پھر ان کی مدد نہ ہو
گی۔ (۱۱۱)

لَنْ يَضُرَّوْكُمْ اِلَّا اَذًى وَاِنْ يُقَاتِلُوْكُمْ يُؤَلِّوْكُمْ
كُمُ الْاَدْبَارُ ثُمَّ لَا يَنْصُرُوْنَ

صَلَّى
الْحَقِّ
الْحَقِّ

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں مسلمانوں کو فرمایا جا رہا ہے کہ تم اپنے دین کا کام کرتے رہو، نیکی کا حکم اور برائی سے روکنے کا سلسلہ جاری رکھو، اللہ تمہارا مددگار ہے یہ لوگ تمہارے اس کا خیر کے مقابلہ میں آ کر تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے تم اللہ پر بھروسہ رکھتے ہوئے نیکی کا کام کرتے جاؤ اللہ تمہارا کارساز و مددگار ہے۔ یہود کے ایک بہت بڑے عالم عبد اللہ ابن سلام کے ایمان لانے پر یہود میں کہرام مچ گیا، انہیں دیکھ کر اور بھی بہت سے لوگ حلقہ اسلام میں داخل ہو گئے، یہود پر یہ عمل نہایت ناگوار گزرا اور صحابہ پر طعن و تشنیع اور مخالفت شروع کر دی اور اسلام اور مسلمانوں کے خلاف مختلف سازشیں شروع کر دیں جس سے صحابہ کو پریشانی لاحق ہوئی۔ رب قدوس جل مجدہ نے اس آیہ مبارکہ سے صحابہ کو تسلی دی کہ وہ ہرگز تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکیں گے اگر جنگ لڑیں گے تو مار کھائیں گے، چنانچہ اس ارشاد کا ظہور ہوا۔

اہل کتاب حضور ﷺ کے زمانہ پاک میں کسی بھی صورت غالب نہ آ سکے، یہود نے صحابہ کرام میں اختلاف ڈالنے کی سر توڑ کوششیں کیں مگر شدید ناکام ہوئے، ذلیل ہوئے کچھ لوگ قتل ہوئے، کچھ گرفتار ہوئے، کچھ جلاوطن کئے گئے کسی پر جزیہ لگایا گیا۔ یہود سے یہ عمل اس آیہ مبارکہ کا ظہور تھا اس آیہ مبارکہ میں مسلمانوں کو حوصلہ دیا جا رہا ہے کہ اب یہود کمزور ہو چکے ہیں ان کی قوت بکھر چکی ہے۔ ایسا نہیں ہو سکے گا کہ وہ تمہیں کوئی بڑی تکلیف پہنچا سکیں مگر حسد، تعصب کی بناء پر زبانی طور پر اختلاف کرتے رہیں گے کہ کفر یہ نظریات کو پروان چڑھانے کی بات کر لیں، یا تورات کی وہ عبارات جو حضور ﷺ کی شان میں ہیں انہیں توڑ

مروڑ کر کے مخالفت کریں۔ قرآن مقدس کے نزول پر شک و شبہ پیش کریں۔ رب قدوس کا یہ ارشاد مسلمانوں کیلئے ان کی حمایت، حوصلہ افزائی اور نیکی کے کام جاری رکھنے کا شاندار درس ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
 ضَرَبَتْ عَلَيْهِمُ الدِّلَّةُ اِنَّ مَا تَقِفُوا اِلَّا بِحَبْلِ
 مِنَ اللّٰهِ وَحَبْلِ مِنَ النَّاسِ وَبَاءُ وَ يَغْضَبُ
 مِّنَ اللّٰهِ وَضَرَبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ذٰلِكَ
 بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِآيَاتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ
 الْاَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا
 يَعْتَدُوْنَ ﴿۱۱۲﴾

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 العظیم

(یہود پر) ذلت لازم کر دی گئی وہ جہاں بھی ہوں
 گے مگر (اس طرح ذلت سے بچ سکیں گے) کہ
 اللہ کی رسی کے ذریعہ یا لوگوں کے سہارا کے ذریعہ
 اور وہ اللہ کے غضب کے مستحق ہوں گے ان پر
 محتاجی لازم کر دی گئی، یہ اس وجہ سے ہوا کہ اللہ کی
 آیتوں کا انکار کرتے تھے اور انبیاء علیہم السلام کو
 ناحق قتل کرتے تھے، اس کی وجہ تھی کہ یہ نافرمانی
 کرتے تھے اور حد سے تجاوز کرتے تھے (۱۱۲)

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں یہود کی رسوائی اور ذلت کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ وہ ہمیشہ ذلت سے دو چار رہیں گے، ہاں ان کے محفوظ رہنے کی صرف دو صورتیں ہیں جو اس آیہ مبارکہ میں فرمادی گئی ہیں۔ پہلی صورت یہ ہے کہ ان کی بچت صرف اللہ تعالیٰ کے عہد کے ساتھ ہے مثلاً نابالغ بچہ ہے اُسے قتل نہیں کیا جائے گا، عورت ہے اس پر تلوار نہیں اٹھے گی۔ اس کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ اسلام قبول کر لیں۔

دوسری صورت ان کی بچت کی یہ ہے کہ لوگوں کے ساتھ معاملات طے ہو جائیں تو بچت ہے یہ لوگ مسلمانوں سے کسی مرحلہ معاہدہ صلح کر لیں تو محفوظ ہوں گے۔ یا ایک معنی یہ بھی ہے کہ اسلامی ریاست کے پُر امن شہری بن جائیں پھر انہیں عام مسلمانوں کے حقوق حاصل ہو جائیں گے۔ یا کسی غیر مسلم ریاست

سے وابستگی کر لیں تو بیچ سکیں گے جیسے آج اسرائیل کی صورت واضح ہے کہ اسرائیل کو روس، امریکہ، برطانیہ کی سپورٹ حاصل ہے اگر یہ حکومتیں آج اسرائیل سے علیحدگی اختیار کر لیں تو یہ خطہ اپنا وجود قائم نہیں رکھ سکتا انہیں اپنے زور بازو پر کہیں بھی غلبہ نہیں ہو سکتا غرض کسی جگہ پر غیر مسلموں نے انہیں پناہ دے رکھی ہے اور کہیں پر مسلمانوں نے امان دے رکھی ہے۔ رب قدوس نے ان پر رسوائی اور ذلت کے مسلط ہونے کی وجہ آ یہ مبارکہ کے آخری حصہ میں فرمادی کہ یہ لوگ آیات کا انکار کرتے تھے اور انبیاء علیہم السلام سے دشمنی کے مرتکب تھے۔ حدود الہیہ سے بڑھ جاتے تھے مسلمانوں کو حوصلہ دیا جا رہا ہے کہ ان پر تو ہر جگہ ہر لمحہ رسوائی مسلط ہے یہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے حکموں کی اطاعت میں لگے رہیں، دین کا کام کرتے رہیں اگر خدا نخواستہ مسلمان اپنے اندر دینی جذبہ ختم کر لیں، نافرمانی پر اتر آئیں تو غیروں کے ہاتھوں ان کی پریشانی، شکست کوئی باعث تعجب نہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وہ سب برابر نہیں اہل کتاب میں ایک فرقہ ہے جو سیدھی راہ پر ہے اللہ کی آیات کو راتوں کو پڑھتے ہیں اور وہ سجدے کرتے ہیں (۱۱۳) اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لاتے ہیں نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں اور نیک کاموں میں جلدی کرتے ہیں اور وہی لوگ نیک بخت ہیں (۱۱۴) اور جو کچھ وہ نیک کام کریں گے اس کی ہر گز بے قدری نہیں کی جائے گی اور اللہ متقین کو اچھی طرح جاننے والا ہے۔ (۱۱۵)

لَيْسُوا سَوَاءً مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ أُمَّةٌ قَائِمَةٌ يَتْلُونَ آيَاتِ اللَّهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُونَ ۖ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَأُولَٰئِكَ مِنَ الصَّالِحِينَ ۚ وَمَا يَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَلَن يُكْفَرُوهُ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالْمُتَّقِينَ ۝

اللہ
صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں یہود کی رسوائی، مذمت اُن کی بد عملی کا ذکر تھا کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے دشمن تھے۔ آیات اللہ کے منکر تھے۔ اس آیہ مبارکہ میں ان میں سے کچھ اچھے لوگوں کا ذکر فرمایا گیا ہے، اس آیہ کریمہ کے اترنے کا سبب یہ ہوا۔ یہود کے ایک پڑھے لکھے، عبد اللہ بن سلام اور ان کے چند اور ساتھی جب حلقہ بغوش اسلام ہوئے اور اللہ کی راہ میں مال خرچ کیا تو متعصب یہود نے انہیں طعن و تشنیع کی اور برا کہا کہ عبد اللہ بن سلام، اسد بن عبید، ثعلبہ بن سعید یہ لوگ اچھے نہیں، انہوں نے اپنے آباؤ اجداد کے دین کو ٹھکرا دیا اگر یہ اچھے ہوتے تو ہرگز اسلام قبول کرنے کا کام نہ کرتے۔ اللہ تعالیٰ جل مجدہ نے اس آیہ مبارکہ میں اس گروہ کی تعریف فرمائی کہ یہ لوگ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔ آیات الہیہ کی تلاوت کرتے ہیں، سجدہ ریز رہتے ہیں نیکی کا حکم کرتے ہیں، برائی سے روکتے ہیں، نیک کاموں میں جلدی کرتے ہیں، ایماندار اہل کتاب کی صفات میں پہلی صفت بیان فرمائی گئی کہ وہ دین پر مضبوطی سے اس طرح قائم ہیں۔ متعصب یہود کی دشمنی انکی زیادتیاں، ان کے قدموں میں لغزش پیدا نہیں کر سکتیں، ان کی صفات میں ایک صفت یہ بھی فرمائی گئی کہ وہ راتوں کو نماز پڑھتے ہیں، تلاوت کرتے ہیں ایک صفت کا ذکر اس طرح فرمایا گیا کہ نیکی کا حکم دیتے ہیں، برائی سے روکتے ہیں ایک صفت کا اظہار اس طرح فرمایا کہ وہ نیک کاموں میں جلدی کرتے ہیں، تساہل سے کام نہیں لیتے۔ احکام الہیہ کو ٹھیک بروقت سرانجام دیتے ہیں۔ ایک صفت یہ بھی فرمائی گئی کہ وہ نیک لوگوں میں سے ہیں۔

آیہ مبارکہ کے آخری حصہ میں ان تمام صفات پر قبولیت کی مہر ثبت کی گئی کہ ان کے ان کاموں کی ناقدری نہیں ہوگی انہیں ان نیک کاموں کی بہتر جزا دی جائے گی انہیں متقین کی صف میں شمار فرمانا بھی ان کی عظیم صفت ہے۔

اس آیہ مبارکہ میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی کئی صفات مبارکہ کا ذکر فرمایا گیا جن صفات

مقدسہ نے صحابہ کرام کو سب سے بلند و بالا کر دیا ان تمام صفات مبارکہ میں سب سے بڑی صفت اللہ اور رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانا ہے، اہل کتاب سے اسلام میں آنے والے یہ لوگ جلیل القدر صحابہ میں شامل ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
 إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَنْ تُغْنِي عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا
 أَوْلَادُهُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ
 هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿۱۱۶﴾
 بے شک وہ لوگ جو کافر ہوئے ان کے مال ان
 کی اولادیں انہیں اللہ کے عذاب سے ہرگز نہ
 بچا سکیں گے وہ جہنمی ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ
 رہیں گے۔ (۱۱۶)

صلی اللہ علیہ
 وسلم

تفسیر

یہ آیہ مبارکہ ابو جہل اور اس کے دوسرے ساتھی مشرکین مکہ کی تردید میں نازل ہوئی ہے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ریشہ دو انیاں کر کے خوش ہوتے کہ انہوں نے بہت کچھ کر لیا ہے، مشرکین مکہ یہ کہا کرتے تھے، ”وَنَحْنُ أَكْثَرُ أَمْوَالًا وَاَوْلَادًا وَمَا نَحْنُ بِمُعَذِّبِينَ“ ہم مال اولاد کے لحاظ سے مسلمانوں سے بہت آگے ہیں، ہمیں عذاب نہیں ہوگا اور کہا کرتے تھے کہ یہ مال اولاد کا ہمارے ہاں کثرت سے ہونا یہ بتاتا ہے کہ اللہ ہم سے راضی ہے ورنہ اتنا کچھ ہمیں نہ ملتا، ان کے متعلق یہ ارشاد نازل ہوا، ان کی اولاد، ان کا مال انہیں قیامت کے دن ہرگز فائدہ نہ دیں گے یہ لوگ جہنمی ہیں اور جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔ قرآن مقدس نے دوسری جگہ پر اس عنوان کو اس طرح فرمایا ہے ”يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ“ قیامت کے دن ان کا مال ان کی اولاد ہرگز کام نہ دے گی۔

آیہ مبارکہ میں مال اور اولاد کا ذکر فرمایا گیا کہ یہ چیزیں انہیں عذاب سے نہ بچا سکیں گی کہ انسان مشکلات سے اپنے کو بچانے کیلئے انہیں چیزوں کو عموماً استعمال کرتا ہے۔ کبھی مال کی آڑ ہے، کبھی اولاد کا غرور ہے۔ رہا کفار کا مال خرچ کرنا تو یہ رضاء الہی کیلئے نہیں۔ دین کی حفاظت کیلئے نہیں، بلکہ دین کی بربادی

کیلئے ہے جو انہیں ہرگز کام نہ دے گا ان کی یہ مصنوعی اور دکھاوے کی خیرات کا کھلیان قیامت کے دن برباد کر دیا جائے گا کہ یہ رسول اللہ ﷺ پر ایمان نہ لائے اور مخالفت کرتے رہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
 جس چیز کو وہ دنیا کی اس زندگی میں خرچ کرتے
 ہیں اس کی مثال اس ہوا کی ہے جس میں سخت
 سردی ہو ان لوگوں کی کھیتی پر پہنچے جنہوں نے
 اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے پھر وہ ہوا اس کھیت کو جلا
 دے اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا وہ خود اپنی جانوں
 پر ظلم کرتے ہیں۔ (۱۱۷)

مَثَلُ مَا يُنْفِقُونَ فِي هَذِهِ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ
 رِيحٍ قَتَلَتْ أَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ
 فَأَهْلَكَتْهُمُ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللَّهُ وَلَكِنْ أَنْفُسُهُمْ يَظْلِمُونَ

اللہ
 الصمد
 العظیم

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کفار و مشرکین کی حالت کی مثال بیان فرمائی ہے جو تعصب، ہٹ دھرمی کے باعث حضور ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں حالانکہ حقائق و دلائل ان کے سامنے واضح ہیں۔ حضور ﷺ کو نقصان پہنچانے کیلئے اپنی دولت کو برباد کرتے ہیں ایسے لوگوں کے انجام کو اس مثال سے واضح فرمایا گیا ہے جیسے کسی کی محنت و مشقت کے ساتھ کھیتی پروان چڑھی اور پھر اس کھیتی کو شدید ٹھنڈی ہوانے برباد کر دیا اور وہ خالی ہاتھ رہ گیا۔ بغیر افسوس کے اس کے ہاتھ کچھ نہیں۔ ایسے ہی ان لوگوں کی قیامت کے دن حالت ہوگی، کفار اپنے مال کو دنیاوی اغراض کیلئے خرچ کرتے ہیں، غرباء، فقراء کی مدد کرتے ہیں تو محض دکھاوے کیلئے جس کی کوئی حقیقت نہیں۔ قرآن مقدس نے ان کی ایسی نیکیوں کے بارہ میں فرمایا ”فجعلناہ ہیاء منشورا“ ہم ان کی نیکیوں کو ذرات کی طرح فضا میں بکھیر دیں گے۔

ایک اور ارشاد میں ان کی مثال اس طرح بیان فرمائی گئی ہے کفار کے اعمال ریت کی طرح چمکتے دکھائی

دیتے ہیں، پیاسا سمجھتا ہے کہ پانی ہے جب پینے کو آتا ہے تو وہاں کچھ بھی نہیں یہی حال ان کے اعمال کا ہے، اعمال صالح کا مدار اس پر ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان ہو، یہ مرکزی صورت ان کے ہاں ہے نہیں تو اچھا نتیجہ کیسے نکل سکتا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
اے ایمان والو! کسی غیر کو اپنا راز دار نہ بناؤ وہ
تمہاری برائی میں کمی نہیں کرتے وہ پسند کرتے
ہیں تمہیں سزا پہنچے، دشمنی ان کی باتوں سے ظاہر
ہو چکی ہے اور وہ جو کچھ اپنے سینوں میں چھپا
رہے ہیں بڑا ہے، بے شک ہم نے نشانیاں
کھول کر بتا دیں اگر تمہیں عقل ہو۔ (۱۱۸)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بَطَانَةً مِّنْ دُونِكُمْ لَا يَأْلُونَكُمْ خَبَالًا وَدُّوا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ وَمَا تَخْفَىٰ صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ إِن كُنْتُمْ تَعْقِلُونَ
اللہ
العظیم

تفسیر

آیہ مبارکہ میں ایمان والوں کو فرمایا جا رہا ہے، اپنوں کے علاوہ کسی کو اپنا راز دار نہ بناؤ۔ وہ تمہارے ساتھ برائی کرنے میں کوئی کمی نہیں چھوڑتے، بغض و عناد کی باتیں ان کے مونہوں سے ظاہر ہو جاتی ہیں اور جو کچھ ان کے دلوں میں تمہارے خلاف ہے وہ تو بہت بڑا ہے۔

اس آیہ مبارکہ کے اُترنے کا سبب یہ بنا کہ مدینہ منورہ کے یہود کے تعلقات قبیلہ اوس اور خزرج سے تھے، ایک دوسرے کے ہمسایہ بھی تھے۔ حضور ﷺ کی جلوہ گری کے بعد اوس اور خزرج اسلام میں داخل ہو گئے، اس کے بعد بھی یہ قبیلے (اوس اور خزرج) یہودیوں سے ملتے رہے کہ پرانے تعلقات چلے آ رہے تھے مگر یہود حضور ﷺ سے عداوت رکھتے تھے، آپ کے لائے ہوئے دین کو پسند نہ کرتے تھے اور دلی طور پر ان لوگوں کو بھی پسند نہ کرتے تھے جنہوں نے حضور ﷺ کی دعوت حق کو قبول کر لیا اور مسلمان ہو گئے ان یہود نے

انصار کے ساتھ ظاہری تعلقات تو ٹھیک رکھے مگر اندر سے ان کی دشمنی میں جل بھن گئے تھے اور کوشش کرتے رہتے تھے کہ مسلمانوں میں کسی طرح فساد ڈالیں، ان کے راز معلوم کر کے دشمنوں تک پہنچائیں یہود کے اس منافقانہ رویہ سے مسلمانوں کو بچنے کا حکم دیا جا رہا ہے، کہ ایمان والو! کسی غیر کو اپنا گہرا دوست نہ بناؤ۔

اس آیہ مبارکہ میں لفظ ”بطانہ“ فرمایا گیا کہ کپڑے کا اندر کا حصہ جو جسم سے ملتا ہے اسے بھی بطانہ کہتے ہیں۔ اشارہ ہے کہ انہیں اپنا جانی دوست نہ بناؤ اندر کی بات نہ بتاؤ۔ ”بطانہ الرجل۔۔۔ سرہ“ بطانہ اُسے کہا جاتا ہے جسے دلی راز بتایا جائے، معتمد سمجھا جائے، ایمانداروں کو یہود کے ساتھ یہ انداز اختیار کرنے سے روک دیا گیا ہے۔ اسلام نے ذمی کفار کے ساتھ حسن سلوک کا بھی حکم دیا ہے، یہاں تک فرمایا گیا ہے اگر کسی نے کسی ذمی کو تنگ کیا تو میں قیامت کے دن اس کی طرف سے دعویدار بنوں گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا مجھے میرے رب نے روک دیا ہے کہ میں کسی معاہدہ کرنے والے یا کسی دوسرے پر ظلم کروں۔ اس عنوان پر میری کتاب ”اسلام میں ذمیوں کے حقوق“ کا مطالعہ مفید رہے گا۔

ذمیوں سے بے پناہ مراعات اپنی جگہ پر مگر ریاست کی حفاظت، مسلمانوں کی وحدت اور کفار سے تعلقات کو حد سے نہ بڑھانے کے احکام صادر فرما کر ملت کو اصلاحی پیغام دیا گیا ہے۔ ایک موقع پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے عرض کی گئی حضور ایک غیر مسلم بچہ بہترین کاتب ہے اُسے آپ کا منشی بنا دیا جائے تو فرمایا اگر میں ایسا کروں تو مسلمانوں کو چھوڑ کر دوسرے ملت والے کو راز دار بناؤں گا یہ حکم خداوندی کے خلاف ہے۔

جب کبھی بھی مسلمانوں کی طرف سے ایسا ہوا کہ کفار کو راز دار بنایا تو ہمیشہ نقصان اٹھایا ہے۔ کفار سبھی ایک ہی ہیں ان میں سے کسی بھی طبقہ پر اعتماد نقصان دہ ہے، یہ سبھی آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں قرآن مقدس فرماتا ہے ”بعضہم اولیاء بعض“ جب کبھی بھی اسلام اور کفر کی ٹکرائی ہوئی تو ہمیشہ ہی تمام

کفار مسلمانوں کے مقابلہ میں اکٹھے ہو گئے۔ آج جس دور میں یہ سطور لکھی جا رہی ہیں اندازہ کریں مسلمانوں کو مٹانے کیلئے دنیا کفر کس طرح بُش کی قیادت میں اکٹھی ہو چکی ہے۔ بوسنیا، چیچنیا، صومالیہ، فلسطین، عراق، افغانستان، کشمیر کی بربادی کیلئے یہ لوگ کس طرح اکٹھے ہو کر تباہی برپا کر رہے ہیں پاکستان کی تاریخ میں ہندوستان سے ۱۹۶۵ کی جنگ میں کفر نے کفر کا ہی ساتھ دیا۔ ہمارے مقابلہ میں وہ سبھی ایک تھے ہندوستان کے معاون، مددگار تھے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا بے حد کرم ہوا کہ ہمیں فتح سے نوازا گیا ورنہ کفر سارے کا سارا ہمیں برباد کرنے پر ثل چکا تھا۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو کفر کے مکر و فریب سے محفوظ فرمائے۔

جب کبھی بھی مسلمانوں نے اس حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے یہود و نصاریٰ کو راز دار بنایا تو پریشانی میں مبتلا ہوئے۔ اسلامی ممالک کی بربادی کی داستانوں میں سرفہرست یہ بات دکھائی دیتی ہے کہ مسلمانوں نے یہود و نصاریٰ کو راز دار بنایا اور وہ اس طرح مسلط ہو گئے۔ کمیونسٹ ممالک میں کسی ایسے شخص کو اہم پوسٹ نہیں دی جاتی جو کمیونزم پر ایمان و یقین نہیں رکھتا۔ بعض مسلمان بادشاہوں نے قابل اعتماد کفار کو عمال مقرر کیا مگر کفار نے پھر بھی متعصب کہا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد و علی آلہ و اصحابہ بعدد خلقہ

هَٰأَن تُمْ أُولَٰئِكَ تُحِبُّوهُمْ وَلَا يُحِبُّوكُمْ وَتُلُونَهُمْ
بِالْكِتَابِ كُلِّهِ وَإِذَا الْقَوْمُ قَالُوا أَمَنَّا وَإِذَا
خَلَعُوا عِصْوًا عَلَيْكُمْ إِلَّا نَامِلًا مِنَ الْغَيْظِ
قُلْ مُؤْتُوا بِغَيْظِكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ
الصُّدُورِ ۝

اللہ
الْعَظِيمُ

تم اُن سے محبت کرتے ہو حالانکہ وہ تم سے محبت
نہیں کرتے اور تم تمام کتابوں پر ایمان رکھتے ہو
اور جب وہ (کافر) تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں
ہم ایمان لے آئے ہیں، اور جب وہ اکیلے
ہوتے ہیں تو تمہارے خلاف (غیض و غضب)
سے انگلیاں کاٹتے ہیں آپ کہہ دیجئے تم اپنے
غصہ میں مر جاؤ، بے شک اللہ تعالیٰ دل کی
باتوں کو اچھی طرح جانتا ہے۔ (۱۱۹)

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فرمایا ہے کہ تم ان سے محبت کرتے ہو وہ تم سے محبت نہیں رکھتے۔
مسلمانوں کا اُن سے محبت کرنا اُن کے کفر کی پسندیدگی، ہرگز نہیں ان کے اخلاق کردار کی اچھائی قطعی نہیں
بلکہ مسلمان اُن سے محبت کرتے تھے کہ یہ اسلام قبول کر لیں کفر کا مسلمانوں سے محبت نہ کرنے کا یہ معنی ہے
کہ وہ چاہتے تھے مسلمان اسلام سے بے زار ہو کر اُن میں شامل ہو جائیں۔ منافقین کے گروہ سے
مسلمانوں کی محبت اس وجہ سے تھی کہ وہ بظاہر تو اسلام لاپچکے تھے اور وہ مسلمانوں سے دشمنی اس لئے کرتے
تھے کہ ان کے باطن میں اسلام کی مخالفت رچ چکی تھی۔

قرآن مقدس کے اس ارشاد سے کہ مسلمان اُن سے محبت رکھتے ہیں کس قدر واضح دلیل ہے کہ اسلام
محبت کا دین ہے۔ مسلمانوں کے اندر جذبہ محبت موجزن ہے اس دور میں جو میڈیا نے مسلمانوں کو دہشت
گرد قوم کے نام سے بدنام کیا ہے وہ کس قدر ظلم ہے۔ ہاں اس ارشاد گرامی میں مسلمانوں کو کفر کی چالوں
سے محتاط رہنے کا درس دیا گیا ہے کہ تم تو اُن سے محبت کرتے ہو مگر وہ تمہارے بدترین دشمن ہیں، انہیں جہاں

موقعہ ملے گا نقصان پہنچائیں گے، تمہاری عظمت برتری اور ترقی سے وہ ہمیشہ خائف ہیں اس دور میں پھر ایک مرتبہ سارے کفر کا اکٹھا ہو جانا بھی اسی لئے ہے کہ اسلام اپنے حق و صداقت کے اصولوں کے سبب تیزی سے بڑھ رہا ہے، بیش نے بارہا اعتراف کیا ہے کہ اسلام امریکہ میں سب سے زیادہ پھیل رہا ہے۔ اسلام کی بھی ترقی ان کیلئے مصیبت بنی ہوئی ہے۔

حضور ﷺ سے فرمایا گیا (اے حبیب) آپ کہہ دیجئے اپنے غصہ کی آگ میں مرجاؤ بے شک اللہ دلوں کے حالات کو جانتا ہے۔

اگر تمہیں کوئی بھلائی پہنچے تو انہیں بری لگتی ہے اور اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچے تو وہ اُس سے بہت خوش ہوتے ہیں اور اگر تم صبر کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو تو ان کا مکرو فریب تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ احاطہ کئے ہے جو کچھ تم کر رہے ہو۔ (۱۲۰)

إِنْ تَسْتَكْمِلُوا حَسَنَةً تَسْؤُهُمْ وَإِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَفْرَحُوا بِهَا وَإِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا إِنَّ اللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ

اللہ
صلی اللہ علیہ
الصلوات

تفسیر

کفار کی غلط سوچ کی مزید وضاحت ہے ان کی حالت یہ ہے کہ اگر تمہاری حالت اچھی ہو تو ان کو تمہاری اس خوشحالی پر تکلیف پہنچتی ہے اور اگر تم پر کوئی مشکل آجائے تو یہ خوش ہوتے ہیں ان کے اس غلط انداز کا مقابلہ کرنے کیلئے مسلمانوں کو فرمایا گیا ہے کہ ان کے گندے عزائم سے بچنے کیلئے تم صبر کرو اور بچتے رہو۔ اس حال میں ان کا مکرو فریب تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔

قرآن مقدس نے صبر اور تقویٰ کے عنوان کو دوسری جگہ پر اس طرح ارشاد فرمایا ہے ”بلیٰ ان تصبروا تقوا و یاتوکم من فورہم ہذ یمددکم ربکم بخمسة آلاف من الملائکة مسومین“ اس

آیہ مبارکہ میں فرشتوں کے ساتھ مدد کا ذکر فرمایا گیا مگر اس مدد کو دو شرطوں سے وابستہ کر دیا گیا ہے کہ صبر کریں اور تقویٰ اپنائیں ایک اور مقام پر اس طرح ارشاد ہے۔ ”انہ من یتق یتق یتق“ اس آیہ مبارکہ میں بھی فلاح اور کامیابی کو صبر اور تقویٰ کے ساتھ وابستہ بتایا گیا ہے۔

اس عنوان کی تائید میں حضور ﷺ کا ایک ارشاد اس طرح ملتا ہے فرمایا ”میں ایک ایسی آیت جانتا ہوں اگر لوگ اس پر عمل کریں تو ان کے دین و دنیا کیلئے وہی کافی ہے وہ آیہ یہ ہے ”ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجاً“ جو اللہ تعالیٰ سے ڈرے تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے راستہ نکال دیتا ہے۔ مسلمانوں کو فرمایا جا رہا ہے اگر تمہارے دل صبر اور تقویٰ سے معمور رہے تو کافر تمہارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے۔

حضرت ذوالنون مصری علیہ الرحمہ متقین میں بننے کیلئے ایک ضابطہ فرماتے ہیں اللہ کے ساتھ موافقت اور اطاعت سے معاملہ کرو، خلق کے ساتھ خیر خواہی سے، نفس کے ساتھ مخالفت سے، شیطان کے ساتھ عداوت سے، متقین میں شمار ہو جاؤ گے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
اور اس وقت کو یاد کیجئے جب آپ صبح کے وقت
اپنے گھر سے نکلے، اس حال میں کہ آپ مومنین
کو جنگ کیلئے مورچوں میں بٹھا رہے تھے اور
اللہ بہت سننے والا ہے اور بہت جاننے والا
ہے (۱۲۱) جب تم میں سے دو گروہ بزدلی پر تیار
ہو گئے حالانکہ اللہ ان کا مددگار تھا اور ایمانداروں
کو اللہ پر ہی توکل کرنا چاہئے۔ (۱۲۲)

وَإِذْ غَدَوْتَ مِنْ أَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِينَ
مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ
إِذْ هَمَّتْ طَائِفَتَانِ مِنْكُمْ أَنْ تَفْشَلَا
وَاللَّهُ وَلِيُّهُمَا وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ
الْمُؤْمِنُونَ ﴿۱۲۲﴾

اللہ
صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم

تفسیر

پچھلی آیات مقدسہ میں ذکر تھا کہ اگر مسلمان صبر، تقویٰ پر قائم رہیں تو کفار کی کوئی طاقت کوئی مکر و فریب انہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا، غزوہ احد کے موقعہ پر جو انہیں تکلیف پہنچی، شائد وہ انہیں دوسرا بطوں میں کوتاہی کی صورت ہی تھی۔ غزوہ احد شریف کے واقعہ ہونے کا باعث یہ بنا کہ اسلام کی پہلی جنگ جنگ بدر میں مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے عظیم فتح سے نوازا اور کفار باوجود کثرت کے بری طرح مار کھا گئے، اس شکست و رسوائی کا بدلہ لینے کیلئے ۳۰ھ میں قریش کے ساتھ بہت سے قبائل مدینہ منورہ پر حملہ کیلئے تیار ہو گئے کفار کا یہ لشکر تین ہزار افراد پر مشتمل تھا، مسلح تھا یہ لوگ مدینہ منورہ سے قریبا چار میل دور جبل احد کے قریب خیمہ زن ہو گئے۔ حضور سید عالم ﷺ نے صحابہ سے مشورہ لیا کہ دشمن کا مقابلہ شہر کے اندر رہ کر کیا جائے یا باہر جا کر، شوق شہادت سے بے چین جلیل القدر صحابہ نے عرض کی حضور باہر نکل کر مقابلہ کیا جائے کہ دشمن ہمیں بزدل نہ سمجھے، اکثریت کی اس رائے پر باہر جا کر لڑنے کا فیصلہ ہو گیا۔ حضور سید عالم ﷺ اپنے مکان میں تشریف لے گئے، جنگی لباس پہن کر باہر تشریف لائے کچھ لوگوں نے کہا حضور آپ باہر جا کر لڑنے کو پسند نہیں فرماتے تو تشریف نہ لے جائیں تو حضور ﷺ نے فرمایا نبی کیلئے زیب نہیں دیتا کہ جب وہ زرہ پہن لے اور ہتھیار لگا لے تو بغیر جنگ کئے اُتار دے۔ حضور کے اس ارشاد سے نبوت کی ہمت، قوت اور اجتماعی فیصلے سے اتفاق کا درس ملتا ہے، فوج میں ایک ہزار آدمی شامل تھے، عبد اللہ بن ابی منافق بھی شامل تھا مگر راستہ میں بد دل ہو گیا اور تین سو آدمیوں کو لے کر واپس چلا گیا۔ اس آہ مبارکہ میں جن دو جماعتوں کی کمزوری کا ذکر فرمایا گیا (وہ بنی سلمہ اور بنی حارثہ ہیں)

حضور سید عالم ﷺ سات سو جانبازوں کے ساتھ میدان میں اترے اور احد شریف آپ کی پشت کی طرف تھا۔ اس فوج میں حضرت زبیر بن عوام رسالہ افسر کے طور پر مقرر ہوئے۔ مصعب بن عمیر کو جھنڈا دیا گیا، حضرت حمزہ کو اس فوج کی کمان ملی جو زرہ پوش نہ تھی، پشت کی طرف سے دشمن کے حملہ کا خطرہ تھا اس

لئے پچاس تیر اندازوں کو وہاں ٹیلہ پر مقرر کیا کہ تم نے جنگ کی فتح و شکست سے بے نیاز ہو کر اسی جگہ پر رہنا ہے۔ عبداللہ ابن حیران تیر اندازوں کے افسر تھے۔

جنگ احد میں حضور ﷺ کے نظم و ضبط، صف آرائی، فوجی قواعد و ضوابط کی پابندی، مورچوں میں فوج کو بٹھانا، جس طرف سے دشمن کے حملہ کا خطرہ تھا وہاں مستقل ٹیم کا مقرر کرنا بتاتا ہے کہ حضور ﷺ نبوت کے منصب کے ساتھ اور بے شمار اوصاف میں ایک بہترین چیف آرمی کی بھی حیثیت رکھتے ہیں۔ حضور ﷺ کے اس نظم و ضبط سے متاثر ہو کر ایک انگریز مورخ مسٹر ٹام کو اپنی کتاب لائف آف محمد میں حضور ﷺ کے اس حسین نظم و ضبط کا اقرار کرنا پڑا کہ حضور نے فن حرب کی بھی نئی راہ نکالی۔ مکہ والوں سے لڑائی کے مقابلہ بہت عقل و فکر سے سخت قسم کے نظم و ضبط کا مظاہرہ کیا، جنگ احد کے آغاز میں مسلمانوں کا پلہ بھاری رہا، دشمن کی فوج میں شکست کے حالات پیدا ہو گئے، مسلمان سمجھ گئے کہ فتح ہو گئی ہے مال غنیمت کی طرف دھیان ہو گیا پہاڑ کے درے پر بٹھائے گئے ۵۰ فوجی جن کی کمان عبداللہ بن جبیر کر رہے تھے انہوں نے درہ کو چھوڑ دیا، پہاڑ کے دامن کی طرف آنے لگے درہ خالی ہو گیا، خالد بن ولید جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے، کفار کی کمان کر رہے تھے، درہ خالی ہونے سے فائدہ اٹھایا اور عقب کے درہ سے حملہ کر دیا جو مسلمانوں کی شکست کا سبب بنا اسی دوران یہ افواہ بھی پھیل گئی کہ حضور ﷺ شہید ہو گئے اس افواہ نے مسلمانوں کو مزید پریشان کر دیا اور لوگ ہمت ہار گئے، عین بروقت صحابہ کو پتہ چل گیا کہ حضور ﷺ صحیح سلامت ہیں تو صحابہ کے حوصلے بلند ہوئے اور حضور ﷺ کے گرد اکٹھے ہو گئے

اس شکست کے بعد مسلمان بے حد پریشان تھے۔ اس جنگ میں حضور ﷺ کے ارشادات ملت اسلامیہ کیلئے توکل کا زبردست درس ہیں۔ آپ نے دعا فرمائی، ”اے اللہ میں تجھ سے ہی قوت حاصل کرتا ہوں اور تیرے ہی نام سے حملہ کرتا ہوں اور تیرے ہی دین کیلئے قتال کرتا ہوں اللہ ہی کافی ہے اور بڑا کارساز ہے“ اس عظیم معرکہ میں صحابہ نے نہایت جانبازی، جاں نثاری کا مظاہرہ کیا جو ہمیشہ کیلئے ملت اسلامیہ کے

نو جوانوں کو راہ دکھاتا رہے گا، حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ جنہوں نے اپنے جسم کو حضور کیلئے ڈھال بنائے رکھا، حضرت طلحہ نے حضور کیلئے اپنا سارا جسم چھلنی کر لیا، انس بن نصر نے رفاقت کا حق ادا کیا، فرمایا ”انسی لاجد ریح الجنة دون احد“ میں احد کے پیچھے جنت کی خوشبو پارہا ہوں۔ زبردست مقابلہ کے بعد شہید ہو گئے۔ سیدنا علی المرتضیٰ ؑ کی ہمت، جرأت نے خوب جوہر دکھائے، سعد بن ابی وقاص کی تیر اندازی نے دشمنوں کو ہلا دیا، انہیں حضور ﷺ نے فرمایا ”ارم فداک ابی و امی“ اے سعد تجھ پر میرے ماں باپ قربان تیر چلا۔ ابو طلحہ انصاری غضب کے تیر انداز تھے حضور کے سامنے ڈھال بن کر رہے۔ حضور ﷺ نے انہیں کھجور کی شاخ دی جو ان کے ہاتھ جاتے ہی تلوار بن گئی۔ حضرت حظلہ رضی اللہ عنہ کی جانبازی اپنی مثال آپ ہے انہیں فرشتوں نے کوثر کے پانی سے غسل دیا، ان کا لقب ”غسل الملائکہ“ ہوا۔ مصعب بن عمیر جنہوں نے اسلامی جھنڈے کی حفاظت میں بازو کٹوائے۔ ایک صحابیہ حضرت ام عمارہ جنگ میں پانی پلاتی رہیں انہوں نے حضور کو دشمنوں میں گھرا دیکھا تو کمر باندھ کر حضور کی حفاظت کرنے لگیں، ہر وار اپنے پر لیتیں، انہوں نے تیرہ زخم کھائے۔

آیہ کریمہ کے آغاز سے واضح ہے حضور صبح کے وقت اپنے گھر سے جنگ کیلئے چلے تھے۔ ”اہل“ کے لفظ سے پتہ چلتا ہے کہ بیوی کو بھی اہل کہا جاتا ہے، اس وقت حضور ﷺ حضرت عائشہ صدیقہ کے گھر سے نکلے تھے، موسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں قرآن مقدس فرماتا ہے، ”اذ قال لاهلہ امکثوا“ آپ نے جب اپنے گھر والوں سے کہا، آپ یہاں ٹھہریں میں آگ لاتا ہوں۔ لفظ اہل بیت میں بیوی، بیٹے، بیٹیاں سبھی شامل ہیں۔

آیہ مبارکہ میں جن دو جماعتوں کا ذکر ہوا کہ وہ ہمت ہار بیٹھیں، ان کا ہمت ہارنا، قلت سامان کی بناء پر تھا، ایمان کی کمزوری پر نہیں ”واللہ ولیہما“ کا ارشاد بتاتا ہے وہ مومن تھے، ان دونوں قبیلوں کے بعض بزرگ کہا کرتے تھے اس آیہ میں کچھ عتاب الہی ہے مگر خوشخبری بھی ہے کہ اللہ ہمارا والی و مددگار بھی ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

اور بے شک اللہ نے بدر میں تمہاری مدد کی تھی
حالانکہ تم کمزور تھے پس اللہ سے ڈرتے رہو تا
کہ تم شکر ادا کرو۔ (۱۲۳)

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ وَأَنْتُمْ أَذِلَّةٌ
فَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُشْكُرُونَ ﴿۱۲۳﴾

اللَّهُ
عَلَّمَهُ

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں اُحد شریف کی جنگ میں مشکلات، مصائب اور شکست کا ذکر تھا۔ اس آیہ کریمہ میں حضور ﷺ کی فرمانبرداری پر بھلائی اور فتح کا ذکر فرمایا جا رہا ہے اور مسلمانوں کو توکل کا حکم دیا گیا ہے کہ تم بدر میں دشمن کی تعداد سے بہت کم تھے مگر اللہ نے تمہیں عزت دی، فتح سے نوازا، جنگ بدر جمعہ کے دن سترہ رمضان شریف کو واقع ہوئی، اس جنگ کی تفصیل پارہ نمبر ۳ میں گذر چکی ہے۔ بدر ایک کنواں ہے جو مدینہ منورہ سے پچیس میل پر ہے، ”بدر بن کنانہ“ ایک شخص کا کنواں تھا اسی وجہ سے یہ وادی بدر مشہور ہو گئی۔ یہ اسلام اور کفر کی پہلی جنگ ہے مسلمانوں کی تعداد ۳۱۳ تھی جبکہ کفار کی تعداد قریباً ایک ہزار تھی یہ مکمل طور پر جنگی ہتھیاروں سے لیس تھے، مسلمانوں کی حالت یہ نہ تھی مسلمانوں کے ہاں چند ٹوٹی تلواریں تھیں، چند سواریاں تھیں جن پر باری باری سوار ہوتے تھے، اس جنگ میں کامیابی کی روح حضور ﷺ کا وہ عمل ہے جس کا ذکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس طرح فرماتے ہیں، ”میں رات کو حضور ﷺ کے چرمی خیمہ میں گیا کہ دیکھوں محبوب کیا کر رہے ہیں فرماتے ہیں میں نے دیکھا حضور ﷺ کے ہاتھ بارگاہ قدس میں اٹھے ہیں، عجز و انکساری کا عجیب عالم ہے اور عرض کر رہے ہیں اے اللہ اپنا وعدہ پورا فرما، اگر مسلمانوں کی چھوٹی سی جماعت مار کھا گئی تو روئے زمین پر تیری عبادت نہیں کی جائے گی، صدیق اکبر فرماتے ہیں بارگاہ قدس میں حضور کی حاضری کا یہ عالم تھا کہ آپ کی چادر مبارک کندھے سے گر پڑی، صدیق اکبر عرض کرتے ہیں حضور اللہ اپنا وعدہ پورا فرمائے گا۔

اس معرکہ بدر کی تفصیل تفسیر نور القرآن پارہ نمبر ۳ میں ذکر کر دی گئی ہے تاہم اختصار سے یہاں بھی

عرض ہے، اسکا سبب یہ ہوا کہ قریش کو یہ بات پسند نہ آئی کہ مسلمان مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ جا کر امن سے کیوں رہ رہے ہیں یہ حسد کی آگ تھی جو انہیں جھلسا رہی تھی۔ ابوسفیان نے فیصلہ کیا اس سال شام کی تجارت سے جس قدر نفع ہو گا وہ مسلمانوں کے تباہ کرنے پر خرچ کیا جائے گا، ابوسفیان شام سے واپس لوٹا تو حضور ﷺ نے صحابہ سے قافلہ روکنے کا حکم فرمایا کہ اس قافلہ سے نفع کا سارا مال اسلام کے خلاف خرچ ہونا تھا یہ بات بھی یاد رہے کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اسلام صرف دفاعی جنگ کا قائل ہے کافر حملہ کرے تو جواب دو ورنہ نہیں، صحیح صورت حال یہی ہے، دشمن سے جنگ دونوں طرح درست ہے دفاعی ہو یا ابتدائی کہ کافر کو جب موقع ملے گا حملہ کرے گا۔ سانپ، بچھو کو مارنے کا حکم ہے کہ نہ ہریلا ہے، ڈسے گا تو جان جائے گی، سانپ کسی کو ڈسے یا نہ ڈسے، اُسے مارنے کا حکم ہے ایسے ہی کافر ہے اُسے بھی مارا ہی جائے گا۔ میرے خیال میں جنگ بدر دفاعی ہے کہ ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کے عزائم اسلام کے خلاف تھے اگر یہ صورت ابتدائی بھی ہے تو جائز ہے، قافلہ کے روکنے کی اطلاع ابوسفیان کو ملی تو اس نے ابو جہل سے کہلا بھیجا کہ وہ مسلح آئیں کہ جنگ کے حالات پیدا ہو گئے ہیں، اسی دوران ابوسفیان راستہ بدل کر قافلے کو بچا گیا، پھر ابو جہل سے کہا کہ آنے کی ضرورت نہیں مگر وہ متکبر تھا کہ بغیر جنگ کے ہتھیار نہیں اتارے جائیں گے، دونوں فوجیں بدر میں خیمہ زن ہو گئیں اسلامی فوج کو یہ فخر تھا کہ اس کی قیادت خود حضور ﷺ فرما رہے ہیں۔ جنگ بدر میں چودہ مسلمان شہید ہوئے ستر کافر مارے گئے اور ستر گرفتار کئے گئے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

إِذْ تَقُولُ لِلْمُؤْمِنِينَ أَلَنْ يَكْفِيَكُمْ أَنْ يُبَدِّلَكُمْ
رَبَّكُمْ بِثَلَاثَةِ آلَافٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ مُنْزَلِينَ ۝
بَلَىٰ إِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا وَيَأْتُوكُم مِّنْ فَوْرِهِمْ
هَذَا يُبَدِّلْكُمْ رَبَّكُمْ بِخَمْسَةِ آلَافٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ
مُؤْمِنِينَ ۝

ﷺ
الْعَظِيمِ

(اے محبوب کریم) یاد کیجئے جب آپ مومنوں
سے کہہ رہے تھے کیا تمہارے لئے یہ کافی نہیں
کہ تمہارا رب تین ہزار فرشتے اتار کر تمہاری مدد
فرمائے (۱۲۳) ہاں (کیوں نہیں) اگر تم صابر رہو
اور اللہ سے ڈرتے رہو تو جس وقت دشمن تم پر
چڑھائی کرے گا اللہ تعالیٰ پانچ ہزار فرشتوں سے
تمہاری مدد فرمائے گا جو نشان زدہ ہوں گے (۱۲۵)

تفسیر

میدان بدر میں اللہ تعالیٰ نے مجاہدین صحابہ کی مدد اس وقت فرمائی جب مسلمانوں کو پتہ چلا کہ کفر کی مدد کیلئے
کرز ابن جابر مشرکین کیلئے بھاری مدد بھیج رہا ہے، اس خبر سے مسلمان پریشان ہوئے کہ کافر تو پہلے ہی ہم
سے زیادہ ہیں صحابہ کی اس پریشانی پر حضور ﷺ نے انہیں خوشخبری سنائی پریشان نہ ہوں اگر کفر کی مدد کیلئے کرز
بن جابر آرہا ہے تو تمہاری مدد کیلئے اللہ تعالیٰ آسمان سے تین ہزار فرشتے بھیج رہا ہے کیا اللہ کی یہ مدد تمہارے
لئے کافی نہیں، نتیجہ یہ ہوا کہ کرز کی مدد کچھ نہ کر سکی اللہ کا فضل صحابہ پر محیط رہا، اس آیت کریمہ میں اس عظیم کرم کا
ذکر فرمایا گیا ہے صحابہ کو یہ بھی یاد دلایا جا رہا ہے کہ اگر جنگ احد میں عبد اللہ بن ابی منافق تین سو کو لے کر
غداري کر کے چلا گیا اور صحابہ تمہیں تکلیف ہوئی، انہیں تسلی دی جا رہی ہے کہ اگر تین سو بھاگ گئے تھے تو بدر
میں اللہ تعالیٰ نے تمہیں تین ہزار فرشتوں کی مدد سے نوازا، قرآن مقدس کا ارشاد ہے ”اذ تَقُولُ
لِلْمُؤْمِنِينَ“ محبوب جب تو ایمانداروں سے کہہ رہا تھا، معلوم ہوا بدر کے سب مجاہدین مومن تھے، مومن
رہے، ایمان پر وصال ہوا اس آیت سے بدریوں کی فضیلت واضح ہے۔

مزید فرمایا گیا ہاں اگر تم صبر کرو اور پرہیز گاری پر رہو تو جیسے بدر، احد میں رہے، اور پھر کفار پوری قوت

کے ساتھ تم پر حملہ آور ہوں تو اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے تمہاری مدد پانچ ہزار فرشتوں سے فرمائے گا جو بارگاہ قدس میں دوسرے فرشتوں سے افضل و اعلیٰ ہیں۔ بدر شریف میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کو فتح سے نوازا کہ یہ سارے صحابہ صبر اور تقویٰ کے مجسمہ تھے کہ فرشتوں کی مدد کا تعلق صبر اور تقویٰ سے ہے، فرشتوں کا صحابہ کی خدمت کیلئے آنا بتاتا ہے کہ صحابی کا مقام کس قدر ارفع و اعلیٰ ہے انہیں جلیل القدر صحابہ کے صدقہ سے آج بھی مومنوں کی غیبی مدد ہو رہی ہے۔

۱۹۶۵ء کی جنگ میں مجھے جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں رہنے کا اتفاق ہوا تھا، ایک رات تہجد پڑھ کر بیٹھا تھا، چند آدمیوں نے ایک بوڑھے کو پکڑا ہوا ہے اور وہ میرے پاس لائے میں نے پوچھا کیا معاملہ ہے انہوں نے کہا کہ یہ بابا ہے اس سے بچے ڈرتے ہیں، اسے کہو یہاں سے چلا جائے ہم نے بہت کہا ہے مگر مانتا نہیں یہ کہتا ہے اگر منظور احمد کہے گا تو میں چلا جاؤں گا، میں حیران تھا میرے ساتھ بابا کا کیا تعلق ہے، تاہم میں نے اُن سے کہا آپ چلے جائیں اُس نے کہا میں تو چلا جاؤں گا آپ کو پتہ ہے بہاول پور پر روزانہ انڈیا کے جہاز بم باری کرتے ہیں مگر میں سبھی بموں کو پکڑ کر دریا میں پھینک دیتا ہوں، اسی وجہ سے آج تک بہاول پور بچا ہوا ہے۔ اُس کی اس بات پر لوگوں نے معذرت کی اور وہیں رہنے کی درخواست کی اس کے بعد یہ سبھی لوگ اچانک غائب ہو گئے میں نے صبح ہاسٹل کے گیٹ کپڑے سے کہا تو نے رات دروازہ کیوں کھولا، اس جنگ کے زمانہ میں بندوں کو اندر کیوں بھیجا وہ رویا اور حلف اٹھایا کہ میں نے نہ دروازہ کھولا ہے نہ کسی کو بھیجا ہے۔ میں نے سمجھا کہ قدرت کی طرف سے مجھے بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس طرح غیبی طریقہ سے بھی اپنے بندوں کی مدد فرماتا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد و علی آلہ و اصحابہ بعدد خلقہ

اور اللہ تعالیٰ نے (اس غیبی مدد کو) تمہیں خوشخبری دینے کیلئے کہا ہے تاکہ تمہارے دل مطمئن رہیں اور (در اصل) مدد تو صرف اللہ کی طرف سے ہی ہوتی ہے جو بہت غالب ہے بڑی حکمت والا ہے (۱۲۶) (یہ مدد کیوں ہوئی) تاکہ اللہ کافروں کے طبقہ کو جڑ سے کاٹ دے یا انہیں شکست دے کر رسوا کر دے اور وہ ناکام و نامراد لوٹ جائیں (۱۲۷)

وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا بُشْرَىٰ لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوبُكُم بِهِ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوا خَائِبِينَ ۝

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

تفسیر

پہلی آیہ کریمہ میں مسلمانوں پر اس کرم کا ذکر تھا کہ فرشتوں سے ان کی مدد کی گئی، اب فرشتوں کے بھیجنے کی غرض فرمائی جا رہی ہے کہ یہ سارے فرشتے کفار سے لڑنے کیلئے نہیں بھیجے گئے، لڑنے مارنے کیلئے تو ایک فرشتہ ہی کافی تھا، اتنی بڑی تعداد میں ملائکہ کو اس لئے بھیجا گیا کہ تمہاری عزت افزائی ہو تم سکون و چین محسوس کرو، آیہ کے اسی حصہ میں فرمایا گیا کہ دراصل مدد تو ساری کی ساری اللہ ہی کی طرف سے ہے، جو غالب ہے اور حکمت والا ہے یہ مدد کی گئی تاکہ اللہ تعالیٰ کفار کے ایک گروہ کو برباد کر دے اور وہ رسوا و ذلیل ہو کر واپس لوٹ جائیں۔ اس آیہ مبارکہ سے صحابہ کی فضیلت کا پتہ چلتا ہے کہ ان کی مدد کیلئے اللہ نے فرشتوں کو بھیجا اور عزت بڑھائی۔ فرشتے صحابہ کے خادم ثابت ہوتے ہیں، صحابہ کرام فتح و نصرت کو دیکھ کر حضرت عکرمہ، خالد بن ولید، حضرت عباس کے دلوں میں اسلام کی صداقت کا احساس ہو گیا تھا اور آخر کار یہ لوگ ایمان لے آئے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

یہ معاملہ آپ کے ذمہ نہیں اللہ انہیں توبہ کی توفیق دے یا انہیں عذاب میں مبتلا کرے کہ وہ ظالم ہیں (۱۲۸) اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے، جسے چاہے بخش دے جسے چاہے عذاب دے اللہ بخشنے والا مہربان ہے (۱۲۹)

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ
أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ ۝ وَلِلَّهِ
مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ يَغْفِرُ
لِمَن يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ
غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

اللہ
الرحمن

تفسیر

اس آیہ مبارکہ کے اترنے کا سبب یہ بنا، انس بن مالک فرماتے ہیں جنگ احد میں جب عتبہ ابن ابی وقاص نے حضور ﷺ کو زخمی کیا، آپ کا دانت مبارک شہید ہوا تو حضور ﷺ اپنے چہرہ مبارک سے خون صاف فرماتے تھے، حیدر کرار سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ خون دھور ہے تھے تو حضور ﷺ نے فرمایا وہ قوم جس نے اپنے نبی کو زخمی کیا، خون بہایا وہ کیسے کامیاب ہوگی حالانکہ نبی تو اس قوم کو دوزخ سے بچانے اور جنت میں لے جانے کی کوشش کر رہا ہے تو یہ آیہ مبارکہ نازل ہوئی۔

ایک روایت میں اس طرح بھی ہے، کہ حضور ﷺ اپنے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش مبارک کو دیکھ کر پریشان ہوئے کہ اس مقدس لاش کی کس قدر بے حرمتی کی گئی، اس صورت حال پر حضور نے فرمایا ہم بھی کفار سے اس کا بدلہ ایسے ہی لیں گے، تو یہ آیہ مبارکہ نازل ہوئی۔

اس آیہ مبارکہ کے اترنے کے سبب میں یہ بھی روایت ملتی ہے کہ بیر معونہ کے علاقہ سے کچھ لوگوں نے حضور ﷺ سے عرض کی ہمیں دینی احکام سمجھانے سکھانے کیلئے کچھ معلمین کا انتظام فرما دیجئے۔ حضور ﷺ نے ان کی درخواست کو شرف قبولیت بخشا اور ستر قاریوں کو اس خدمت کیلئے روانہ فرمادیا۔ اس روانگی پر حضور ﷺ نے یہ بھی فرمایا ”انسی اخشی علیہم“، مجھے ان کے متعلق ڈر ہے۔ بھیجا اس لئے کہ وہ لوگ قیامت کے دن یہ نہ کہیں ہم نے تبلیغ کیلئے لوگ مانگے تھے انہوں نے بھیجے نہیں تھے۔ آپ کے اس عمل سے یہ بھی

واضح ہوتا ہے جان کے خوف سے دین کا کام روکا نہ جائے اگر جان جانے کے خطرہ سے دینی کام سے رکا جائے تو پھر جہاد کا عنوان ہی کمزور ہو جاتا ہے۔

ان لوگوں نے دھوکہ کیا، بے وفائی کے مرتکب ہوئے اور ان سب کے سب قاریوں کو شہید کر دیا، صرف ایک قاری حضرت کعب ابن زید بچے اس خبر ملنے پر حضور ﷺ شدید پریشان ہوئے اور ایک مہینہ تک ان کی بربادی کی دعا کرتے رہے۔ تو یہ آریہ کریمہ نازل ہوئی جس میں محبوب کریم ﷺ سے فرمایا گیا کہ محبوب کریم دھوکہ باز کفار کیلئے ہلاکت کی دعا کرنا، یا حضرت حمزہ کی لاش دیکھ کر انتقام کا فیصلہ کرنا ان میں سے کوئی شئی بھی آپ کی شان رحمت کے لائق نہیں، ان معاملات کو اللہ پر چھوڑ دیں اللہ انہیں توبہ کی توفیق دے یا انہیں عذاب میں مبتلا کر دے کہ یہ سارا کچھ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے، قبضہ میں ہے آپ صبر سے کام لیں۔ اس آریہ مبارکہ کا مطلب یہ نہ نکالا جائے کہ حضور ﷺ کی دعا کی کوئی حیثیت نہیں (معاذ اللہ) اُن کے ہاتھ اٹھنے، آنکھ اٹھنے سے کائنات بدلتی ہے یہ کرم ہے کہ بددعا نہیں فرماتے۔ مصیبت کے وقت قنوت نازلہ کے بارہ میں احناف کا موقف ہے کہ وتر کے سواء کسی نماز میں قنوت نہیں پڑھی جائے گی اللہ تعالیٰ سے مصیبت ٹالنے کیلئے دعا کی جائے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

اے ایمان والو! دگنا چوگنا سود نہ کھاؤ اور اللہ
سے ڈرتے رہو تا کہ تم کامیاب رہو (۱۳۰) اور
اس آگ سے بچو جو کفار کیلئے تیار کی گئی ہے
(۱۳۱) اور اللہ کی اطاعت کرو اور رسول اللہ کی کہ
تم پر رحم کیا جائے (۱۳۲)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُلُوا الرِّبَا أَضْعَافًا
مُضَاعَفَةً ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۖ
وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ ۖ
وَاطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ۖ

اللہ
صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم

تفسیر

مسلمانوں سے جنگ بدر کا بدلہ لینے کیلئے کفار نے سودی کاروبار سے رقم بڑھائی اور جنگ احد کی تیاری کی، اتفاق تھا کہ جنگ احد میں مسلمانوں کو شکست ہوئی، خطرہ تھا کہ مسلمان بھی کفار سے جنگ اُحد کا بدلہ لینے کیلئے اسی سودی کاروبار کو چکائیں اور مال کمائیں۔ رب قدوس جل مجدہ نے مسلمانوں کو ایسے مال حرام کی دلچسپی سے روک دیا۔ اور حکم دے دیا کہ اللہ کی راہ میں لڑائی کیلئے حرام مال کو حاصل کر کے سامان جنگ نہ خریدو، اس آیہ مبارکہ میں اس حرام ذریعہ کمائی سے روک دیا گیا ہے۔ اُس دور میں کفار کا عام معمول تھا کہ جب کسی کو قرض دیا اور وہ وقت مقرر پر واپس نہ کر سکا تو اُسے کہا جاتا کہ تم اپنے ذمہ کی رقم قرض بڑھا دو اور ہم مہلت بڑھا دیتے ہیں، چنانچہ وہ غریب مقروض اپنے پر دگنا رقم تسلیم کر لیتا اور قرض خواہ اس کی مہلت میں وقت بڑھا دیتا، مقروض کو ادائیگی تک کئی مرتبہ ایسا کرنا پڑتا، قرض کئی گنا بڑھ جاتا اس طرح قرض خواہ اپنے مقروض سے کئی گنا زیادہ رقم وصول کرتا اللہ تعالیٰ نے اس فتنہ حرکت سے ایمانداروں کو روک دیا ہے۔

اس آیہ مبارکہ سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ سود دو گنا چو گنا تو منع ہے اگر ایک گنا لیا جائے تو جائز ہوگا ایسا نہیں کہ قرآن مقدس نے کئی مقامات پر اس کی حرمت کو بیان فرمایا اور دو گنا، سہ گنا کی شرط نہیں جیسے ارشاد گرامی ہے ”وَحَرَّمَ الرِّبَا“ اللہ نے سود کو حرام فرمایا، وہ کسی شرح کا بھی کیوں نہ ہو، دوسری جگہ ارشاد فرمایا ”وَزَرَوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا“ ایک تیسرے مقام پر اس کی حرمت اس طرح فرمائی گئی ہے۔ ”يَمْحَقُ اللَّهُ الرِّبَا وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ“ اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔

آیہ مبارکہ کے ارشاد واتقوا للہ سے گناہوں سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے اس جگہ پر خصوصاً سود کے گناہ سے بچنے کا حکم ہے اسی ارشاد سے گناہ سے بچنے کا طریقہ فرمایا گیا ہے کہ خدا سے ڈرو اللہ سے ڈر ایک ایسا وظیفہ ہے جس قدر یہ وظیفہ بڑھتا جائے گا، خدا کا ڈر دل میں پیدا ہوتا جائے گا گناہوں میں کمی آتی جائے گی، خدا کا ڈر اللہ کی بڑی نعمت ہے جسے نصیب ہو جائے، کامیابی کے راز کو خدا سے ڈرنے کے ساتھ وابستہ رکھا گیا ہے۔ پھر ایمانداروں کو جہنم کی آگ سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے، جو کفار کیلئے تیار کی گئی ہے۔ آیہ کریمہ کے آخری حصہ میں فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کا رحم، اس کا فضل اس کی اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت میں مضمر ہے، سود لے کر اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت نہ کرو، غریبوں کی غربت سے ناجائز فائدہ نہ اٹھاؤ، ان کا خون نہ چوسو، آخر تم نے اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے۔ ارشاد گرامی ”لا تا کلو“ سود نہ کھاؤ اس لئے کہ وہ عموماً کھانے کی اشیاء میں ایسا کرتے تھے ورنہ سود کی رقم کھانا، پینا، پہننا، دکان بنانا، ساری صورتیں حرام ہیں۔ سود کا استعمال گناہ کبیرہ ہے جو جہنم میں پہنچانے کا سبب ہوگا۔

اس آیہ کے آخری حصہ میں اللہ اور رسول اللہ کی اطاعت کو اکٹھا فرمایا گیا ہے۔ قرآن مقدس نے حضور کی اطاعت کو اللہ کی اطاعت فرمایا ہے، ”ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ“ جس نے رسول اللہ کی اطاعت کی اُس نے اللہ کی اطاعت کی، جس سے واضح ہوتا ہے کہ دین کے کسی مسئلہ میں اگر قرآن مقدس کی کسی آیہ سے واضح دلیل نہیں مل رہی تو اس کی تشریح جو رسول اللہ ﷺ بیان فرمادیں گے، وہی حق ہوگا۔ قرآن مقدس نے حضور ﷺ کے بارہ میں فرمایا ”وانزلناہ الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیہم“ اور ہم نے آپ کی طرف قرآن نازل کیا تاکہ آپ لوگوں کو وضاحت کے ساتھ بتا دیں جو اُن کی طرف نازل کیا گیا ہے۔ نماز، روزہ، حج زکوٰۃ کے بہت سے مسائل میں حضور ﷺ کے ارشادات گرامی ملتے ہیں جو ان احکام کی تشریح ہیں۔ پھر حضور ﷺ کی اطاعت کے عنوان کو اس طرح فرمایا گیا ”ما اتاکم الرسول فخذوہ و ما نہاکم عنہ فانتھو“ جو کچھ تمہیں رسول اللہ دیں لے لو اور جس سے روکیں، رک جاؤ۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَسَارِعُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ
عَرْضُهَا السَّمُوتُ وَالْأَرْضُ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ
الَّذِينَ يُنْفِقُونَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ
وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ
وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ

صَلَّى
الْحَقِّ
الْعَظِيمِ

اور جلدی کرو اپنے رب کی بخشش کی طرف اور
جنت کی طرف جس کی چوڑائی آسمانوں اور
زمین جتنی ہے جو پرہیزگاروں کیلئے تیار کی گئی
ہے (۱۳۳) وہ (پرہیزگار) جو (اللہ کی راہ میں)
خوشحالی اور تنگدستی میں خرچ کرتے ہیں اور غصہ کو
ضبط کرتے ہیں اور لوگوں کی غلطیوں کو معاف
کرنے والے ہیں اور اللہ نیکی کرنے والوں
سے محبت فرماتا ہے۔ (۱۳۴)

تفسیر

اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کے بعد یہ حکم دوسرا ہے کہ مغفرت اور جنت کی طرف تیزی سے چلو،
مغفرت کی طرف دوڑنے کا معنی یہ ہے کہ ایسے کاموں کی طرف دوڑو جو مغفرت کا سبب بنیں وہ اعمال
صالح ہیں۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں توبہ کی طرف دوڑو، سعید بن جبیر فرماتے ہیں اطاعت کی
طرف دوڑو، ابو العالیہ کہتے ہیں اس سے مراد ہجرت ہے، انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نماز میں
تکبیر اولیٰ کو پاؤں، سیدنا علی المرتضیٰ ؑ فرماتے ہیں فرائض کی ادائیگی کرو، غرض ان مختلف تفاسیر کا خلاصہ یہی
ہے کہ اعمال صالح کی طرف دوڑو۔

آیہ مبارکہ میں مغفرت کا پہلے ذکر فرمایا گیا ہے اور جنت کا بعد میں جس سے پتہ چلتا ہے جنت کا حاصل
کرنا اللہ کی مغفرت کے بغیر ناممکن ہے، زندگی کے تمام اعمال صالحہ جنت کی قیمت نہیں بن سکتے، مغفرت
اور اللہ کا فضل و کرم ہی ہے جو جنت میں پہنچا دے۔ ”من ربکم“ کے ذکر سے اللہ تعالیٰ کے مزید کرم و لطف کا
اشارہ ملتا ہے دوسری شئی جس کی طرف دوڑنے کا حکم دیا جا رہا ہے وہ جنت ہے، جس کی وسعت کا یہ عالم

ہے کہ اُس میں تمام آسمان اور زمین سما سکتے ہیں معلوم ہوا کہ جنت بہت بڑی شئی ہے اس کے حصول کیلئے جلدی کرو، دوڑو اور اُسے حاصل کرو، یہ عظیم مکان پر ہیزگاروں کیلئے بنایا گیا ہے۔ پرہیزگاروں کی صفات کا ذکر فرمایا گیا ہے، یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے عادی ہو گئے ہیں ان کے مالی حالات اچھے ہوں یا نہ ہوں وہ بہر حال اپنی طاقت کے مطابق خرچ کرتے رہتے ہیں۔ اُس میں غرباء و فقراء کو بھی توجہ دلائی جا رہی ہے کہ وہ بھی اپنی حیثیت کے مطابق اس کی راہ میں خرچ کرنے کی عادت بنائیں، تنگدستی میں بھی اپنی محدود حیثیت کے مطابق خرچ کرتے رہیں تو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی پاکیزہ عادت قائم رہ سکے گی۔ جس شخص کے اندر اللہ کی راہ میں غرباء، فقراء کو دینے کی عادت ہو جائے گی، اللہ کے فضل سے قوی امید ہے کہ وہ بندہ دوسرے کا حق کھانے سے نفرت کرے گا، ظلم سے بچے گا۔ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی صفت ایک اعلیٰ اور معیاری صفت ہے اس سے پہلے سود خوروں کی مذمت کا ذکر تھا، اب نیک لوگوں کی اچھی صفات کا ذکر ہے۔ پہلے لوگوں سے غلط طریقہ سے مال لینے کی برائی تھی اور اب فقراء و مساکین کو مال دینے کا ذکر ہے۔ سود کھانے سے مصائب آتی ہیں اور اللہ کی راہ میں صدقہ دینے سے مصائب ٹلتی ہیں حضور ﷺ نے فرمایا ”الصدقة تروى البلاء او كما قال ﷺ“ صدقہ مصائب کو مٹاتا ہے۔ اس عنوان پر حضور ﷺ کا ایک ارشاد گرامی اس طرح بھی ملتا ہے، ”اتقوا النار ولو بشق تمره“ جہنم کی آگ سے اپنے کو بچاؤ اگرچہ کھجور کا کچھ حصہ ہی صدقہ میں دو، متقین کی ایک اور صفت کا ذکر اس طرح فرمایا گیا ہے کہ وہ غصہ پی جاتے ہیں، گالی گلوچ، سخت کلامی سے انتقام نہیں لیتے، حضور ﷺ نے فرمایا جس نے اپنے سے غصہ دور کیا اللہ اس سے عذاب دور فرما دے گا، حضور ﷺ سے پوچھا گیا یا رسول اللہ اللہ کے غضب سے کیا شئی بچا سکتی ہے، فرمایا غصہ نہ کرو، حضرت ابوالدرداء فرماتے ہیں میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ جنت میں جانے کا کوئی عمل فرما دیں فرمایا غصہ نہ کرو۔

مزید ایک صفت کا ذکر اس طرح فرمایا کہ وہ لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں، آیہ مبارکہ کے آخری حصہ

میں انہیں محسنین فرمایا گیا اور یہ احسان کا درجہ بہت بلند و بالا درجہ ہے کہ بندہ بدلہ بھی نہ لے اور مجرم کو دل سے معاف بھی کر دے۔ اسی معافی کے ضمن میں ایک ارشاد اس طرح بھی ملتا ہے، حضرت عقبہ سے فرمایا ”صل من قطعک واعف عمن ظلمک و احسن الی من اساء الیک“، جو تجھ سے کٹتا ہے اس سے مل جا جو تجھ پر ظلم کرتا ہے اُسے معاف کر دے جو تجھ سے برائی کرتا ہے اس سے اچھائی کر، اس ایک ارشاد پر عمل کیا جائے تو معاشرہ نہایت ہی بہتر انداز میں سلجھ سکتا ہے۔ حضور سید عالم ﷺ نے خود اس پر نہایت حسین انداز میں عمل فرمایا، ہزاروں صفحات پر سیرۃ طیبہ کے عنوان سے لکھی گئی کتابیں شواہد ہیں۔ حضور ﷺ کی ان تعلیمات کی برکت سے صحابہ، تابعین، اولیاء، اصفیاء کی تاریخ بھی انہیں مبارک اوصاف سے لبریز ہے، امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی حیات طیبہ کا ایک مشہور واقعہ ہے کسی نے آپ کو سخت درشت کہا، آپ نے اس پر غصہ نہیں فرمایا، گھر آئے اور ایک تھال میں اشرفیاں رکھیں اور اُسے جا کر پیش کیں اور فرمایا آج تو نے مجھ پر ایک احسان کیا ہے اُس کا بدلہ دینے آیا ہوں اُس نے پوچھا احسان کون سا کیا ہے؟ فرمایا تو نے مجھے گالیاں دیں، میں نے صبر کیا وہ تیری طرف سے مجھے نیکیاں دی گئیں، وہ شخص خاصہ متاثر ہوا، معافی مانگی، شاگردوں میں شامل ہوا اور دین کا عالم بنا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ
ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ وَمَنْ يَغْفِرِ
اللَّهُ فَاِنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَلَمْ يُصِرُّوا عَلَى مَا فَعَلُوا وَ
هُمْ يَعْلَمُونَ ۝ أُولَٰئِكَ جَزَاءُ هُمْ مَغْفِرَةٌ مِّنْ
رَّبِّهِمْ وَجَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ
فِيهَا وَنِعَمَ أَجْرُ الْعَبِيدِ ۝

اللہ
صاحب
العظمت

اور جن لوگوں نے جب کوئی بے حیائی کا کام کیا یا
اپنی جانوں پر ظلم کیا تو انہوں نے اللہ کو یاد کیا اور
اپنے گناہوں کی معافی مانگی اور اللہ کے سوا
گناہوں کو کون بخشتا ہے اور انہوں نے جان
بوجھ کر ان کاموں پر اصرار نہیں کیا (۱۳۵) ان
لوگوں کو ان کے رب کی طرف سے مغفرت کی
جزا ہے اور باغات کی جن کے نیچے دریا بہہ رہے
ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور اچھا کام
کرنے والوں کی بہتر جزا ہے۔ (۱۳۶)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں احسان کرنے والوں اور لوگوں سے اچھا سلوک کرنے والوں کا ذکر تھا اب فرمایا جا رہا
ہے کہ اپنے پر بھی بھلائی کرو، اگر برا کام ہو گیا ہے اور اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے ہو تو اللہ کی یاد کرو، اس سے
معافی مانگو۔ ان آیات مبارکہ کے نزول کا سبب یہ ہوا، دو صحابی تھے، ایک ثقفی، دوسرا انصاری۔ ان کے
درمیان گہرے دوستانہ مراسم تھے، ایک موقع پر ثقفی صحابی حضور ﷺ کے ساتھ جہاد پر گئے اور اپنے گھر کا نظم
وضبط اپنے دوست انصاری کے سپرد کر گئے، یہ انصاری دوست گھر کی خدمات انجام دیتے رہے، ایک دن
کوئی چیز گھر دینے گئے، ثقفی کی اہلیہ نے چیز لینے کیلئے ہاتھ بڑھایا، انصاری نے ہاتھ چوم لیا، بس اس غلطی کا
سرزد ہونا تھا انصاری کی حالت بدل گئی، شرم کے مارے اپنے سر پر مٹی ڈالتے، طمانچہ مارتے کہ میں نے
ثقفی بھائی سے خیانت کی ہے، جرم کیا ہے۔ جب حضرت ثقفی واپس آئے تو بیوی سے پوچھا انصاری بھائی
کا معاملہ کیسا رہا؟ خدمت کرتے رہے، گھر کا خیال رکھا۔ بیوی نے کہا خدا ایسے بھائیوں سے بچائے اور

اپنی پناہ میں رکھے اور سارا واقعہ سنا دیا۔ حضرت ثقفی انصاری کی تلاش میں نکلے انہیں جنگل میں نادم و شرمندہ پایا، اللہ کے حضور سجدہ ریز ہیں، معافی مانگ رہے ہیں عرض کر رہے ہیں ”اے اللہ معاف فرما، میں ثقفی بھائی کا مجرم ہوں“ ان کی اس حالت زار پر خود ثقفی بھی روئے، ثقفی نے انہیں سجدہ سے اٹھایا اور کہا چلو، رحمۃ اللعالمین کے حضور حاضری دیں اور معافی چاہیں، عصر یا کسی دوسری نماز کے وقت یہ دونوں بھائی بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور معافی چاہی تو جناب جبریل علیہ السلام ان آیات مبارکہ کو لے کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہو گئے۔

اس آئیہ کریمہ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ گناہوں میں مبتلا ہونا یا دالہی سے غفلت کی بنا پر ہوتا ہے، اسی لئے جب کوئی گناہ سرزد ہو تو اللہ کی یاد میں مشغول ہونا چاہئے، یہ بات بھی واضح ہو رہی ہے کہ گناہوں کی معافی کیلئے دو چیزیں ضروری ہیں ۱۔ معافی مانگنا ۲۔ اپنے پچھلے گناہوں پر شرمندہ ہونا اور آئندہ کیلئے گناہ نہ کرنے کا پکا عہد کرنا۔

آئیہ مبارکہ میں متقین کی یہ صفت نہایت حسین انداز میں ذکر ہے، جب اُن سے گناہ ہو جاتا ہے تو وہ فوراً معافی مانگتے ہیں اور اس پر اصرار نہیں کرتے، ایسے لوگوں کیلئے مغفرت ہے، جنت ہے جس کے نیچے نہریں جاری ہیں، نیکی کے کام کرنے والوں کو کیا ہی بہتر بدلہ ہے یہ مقام ان کیلئے ہمیشہ ہمیشہ ہے نہ اس سے نکالے جائیں گے نہ مریں گے۔

روح المعانی میں ایک روایت درج ہے، متقین کیلئے جب ان انعامات والی آیات نازل ہوئیں تو شیطان بہت پریشان ہوا، اس سے پوچھا گیا ایسا کیوں ہے؟ اس نے کہا قرآن میں ایسی آئیہ اتری ہے، اب کوئی گنہگار سزا ہی نہیں پائے گا، اس کے حواریوں نے کہا کوئی بات نہیں ہم لوگوں کو توبہ کی طرف آنے ہی نہیں دیں گے اور انہیں اپنے گناہوں پر نادم ہونے کی بجائے فخر کرائیں گے اور وہ سزا پائیں گے، اللہ تعالیٰ گناہوں پر فخر سے بچائے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ فَسِيَرُوا فِي
الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ
هَذَا بَيَانٌ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ

اللہ
صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم

بے شک تم سے پہلے طریقے گزر چکے (قانون
کے) سو تم بھی زمین پر چل پھر دیکھو (انبیاء علیہم
السلام) کو جھٹلانے والوں کا انجام کیا ہوا (۱۳۷)
یہ لوگوں کیلئے واضح بیان ہے اور متقین کیلئے
ہدایت اور نصیحت ہے (۱۳۸)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں گناہوں سے توبہ کرنے اور خدائے ذوالجلال سے ڈرنے والوں کا ذکر تھا اور ان لوگوں
کا ذکر تھا جو توبہ کے بعد اپنے گناہوں پر اصرار نہیں کرتے اور توبہ پر پکے رہ جاتے ہیں ان کیلئے جزاء جنت
مغفرت کا ارشاد تھا، اس آیہ پاک میں متعصب لوگوں کو اصلاح کی طرف اس طرح توجہ دلائی جا رہی ہے کہ
تم گزشتہ تاریخ پر نظر ڈالو تمہیں پتہ چل جائے گا کہ سرکش اور باغی لوگوں کا کیا حشر ہوا وہ برباد ہوئے اور نیک
لوگ اللہ کے فضل سے محفوظ رہے، مسلمانوں کو اعمال صالحہ کا درس دیا جا رہا ہے کہ برائی سے بچیں اور اللہ
کے غضب سے محفوظ رہیں بے شک اللہ تعالیٰ غفور ہے، رحیم ہے مگر قہار بھی ہے جبار بھی ہے۔ جب کسی
بگڑی قوم کو عذاب دیتا ہے تو پھر اس کے عذاب سے کوئی بچ نہیں سکتا بڑے بڑے متکبر سرکش فرعون، نمرود،
ہامان ایسے لوگ اس کے غضب سے نہ بچ سکے۔ جب ان پر غضب الہی نازل ہوا تو انہیں ان کا لاؤ لشکر مال
و دولت نہ بچا سکے۔

سرکش لوگوں کو جھنجھوڑا جا رہا ہے کہ زمین میں چلو، باغیوں کے حالات کا جائزہ لو وہ کس طرح برباد ہو
گئے وہ جھوٹے تھے، انبیاء علیہم السلام کو جھٹلاتے تھے، ان کا نام و نشان نہ رہ گیا، عبرت حاصل کرنے کیلئے
کھنڈرات کو دیکھو، تباہ شدہ محلات کا جائزہ لو، نصیحت ہوگی، فرعون نے بنی اسرائیل پر بے پناہ مظالم کئے،
قوم لوط نے خدا کی نافرمانیوں کی حد کر دی، آخر سب کچھ اُجڑ گیا ”فاعتبروا یا اولی الابصار“ عقل والو عبرت

حاصل کرو، قرآن مقدس نے ان کی بربادی کا ذکر اس طرح بھی فرمایا ہے ”فتلک بیوتہم خاویہ“ یہ ہیں اُن کے برباد گھر۔ مومن کی صفات کا ذکر فرمانے کے بعد بتایا جا رہا ہے، زمین کا وجود ایک واضح اور کھلی کتاب ہے اسے دیکھو، پڑھو، غور کرو، ایمان والوں کے لئے عزت کے کھلے باب دکھائی دیتے ہیں اور سرکشوں کی واضح سرکوبی نظر آتی ہے۔ لوگوں کیلئے یہ ایک کھلا بیان ہے اور خدا سے ڈرنے والوں کیلئے واضح نصیحت ہے، بُری قوموں کی بربادی قدرت کے قانون میں موجود ہے اور اس قانون میں تبدیلی نہیں۔ ”ولن تجد لسنة الله تبديلا“ خدا کے ضابطہ میں تبدیلی نہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
اور نہ سُستی اور نہ غم کھاؤ اور تم ہی غالب آؤ گے
اگر ایمان رکھتے ہو (۱۳۹) اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچتی
پہنچتی ہے تو اُس قوم کو بھی اسی طرح تکلیف پہنچتی
تھی اور یہ دن ہیں جنہیں ہم لوگوں میں پھیرتے
رہتے ہیں اس لئے کہ اللہ پہچان کر اے ایمان
والوں کی اور تم میں سے کچھ لوگوں کو شہادت کا
درجہ عطا کرے اور اللہ ظالموں کو دوست نہیں رکھتا
(۱۴۰) اور اس لئے کہ اللہ مسلمانوں کو واضح کر
دے اور کافروں کو مٹا دے (۱۴۱)

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ
إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝ إِنْ يَسْكُزْكُمْ قَرْصٌ
فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْصٌ مِّثْلُهُ وَتِلْكَ الْأَيَّامُ
نَدَّ الْأَبْلَاغُ النَّاسَ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا
وَيَجْزِيَ مَنكُمُ شَهَادَةً ۖ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ۝
وَلِيُبَيِّنَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَتَّصِقَ الْكَافِرِينَ ۝

اللہ
صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم

تفسیر

پچھلی آیات میں جنگ احد کی مشکلات اور مصائب کا ذکر تھا، ظاہری شکست سے مسلمانوں کو تکلیف بھی پہنچی
اب مسلمانوں کو سمجھایا جا رہا ہے کہ وہ ایک وقت تھا جو گزر گیا آخر کار فتح و نصرت تمہارے ہی لئے ہے ہاں

تمہارا ایمان پر ثابت قدم رہنا بھی ضروری ہے، اگر وصف ایمان تمہارے ساتھ رہے گی تو فتح غلبہ ہیبت تمہاری ہی ہے۔

اس آیت مبارکہ کے نازل ہونے کا سبب یہ بنا، جنگ احد ختم ہونے پر ابوسفیان نے بلند آواز سے کہا کیا محمد (ﷺ) ہیں؟ کیا قوم میں ابوبکر ہیں؟ کیا قوم میں عمر ہیں؟ حضور ﷺ نے صحابہ کو جواب دینے سے روک دیا، جواب نہ ملنے پر ابوسفیان نے کہاتینوں قتل کر دیئے گئے ہیں۔ فاروق اعظم نے جواب فرمایا اے اللہ کے دشمن یہ تینوں زندہ ہیں، اس پر ابوسفیان نے کہا ”اعلیٰ ہبل اعلیٰ ہبل“ اے ہبل (بت کا نام) اونچا ہو جا اس کے جواب میں حضور ﷺ نے فرمایا ”اللہ اعلیٰ واجل“ ہبل کیا اونچا ہوگا اونچا تو اللہ تعالیٰ ہی ہے، اس پر ابوسفیان نے نعرہ لگایا۔ ”ان لنا عزی ولا عزی لکم“ ہمارے پاس تو عزی (بت) ہے تمہارے پاس کچھ بھی نہیں۔ اس کے جواب میں حضور ﷺ نے فرمایا ”اللہ مولانا ولا مولیٰ لکم“ اللہ ہمارا وارث ہے تمہارا کوئی نہیں۔ ابوسفیان نے کہا بدر کا بدلہ ہو گیا، فاروق اعظم نے فرمایا ہرگز نہیں، ہمارے مقتول شہید ہیں جنتی ہیں، تمہارے مقتول جہنمی ہیں پھر برابر کیسی؟ رحمت الہی کا دریا جوش میں آیا اور یہ آیات نازل ہوئیں۔ عمر فاروق کی تائید ہو گئی اور مسلمانوں کو احد کی تکلیف کے عوض آئندہ فتح و نصرت کا وعدہ فرمایا گیا (تفسیر صادی)

ایمان داروں کو تسلی دلائی جا رہی ہے اگر تمہیں تکلیف پہنچی ہے تو وہ بھی تکلیف پا چکے ہیں، صحابہ کرام کا غالب رہنا بتاتا ہے کہ وہ کامل ایمان پر تھے، مومن کو سمجھایا جا رہا ہے دین کے کاموں میں سستی، کاہلی اچھی نہیں اس سے بچ کر رہو۔ دین کے معاملات میں تبدل و تغیر ہوتے رہتے ہیں، اس سے پریشانی نہیں ہونی چاہئے، یہ ایک نظام قدرت ہے۔

میدان احد میں ایک انصاری عورت کا عظیم واقعہ ملتا ہے۔ جب جنگ احد سے صحابہ واپس ہوئے تو اہل مدینہ نے ان کا استقبال کیا، ان استقبال والوں میں وہ مقدس خاتون بھی تھی جس کا جوان بیٹا اور شوہر شہید

ہو گئے تھے، لوگوں نے ان کی شہادت بتائی، حوصلہ دیدیا تو اتنے میں محبوب پاک ﷺ بھی آ گئے، اس مقدس خاتون نے زیارت کرتے ہی کہا، ”کل مصیبة بعدک جلل“ آپ کی زیارت کے بعد کوئی مصیبت نہیں رہ گئی۔ اُحد میں یہ صورت اس لئے ہے کہ اللہ ایمانداروں کی پہچان کرادے، اور کچھ کوشہید کا مرتبہ دے دے، اللہ ظالموں کو پسند نہیں فرماتا اور اس لئے کہ ایماندار نکھر کر سامنے آجائیں اور کافر مٹ جائیں۔ اس آئیہ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے فتح و شکست کو ایمانداروں اور کافروں میں گردش کرنے کے عنوان کو اس طرح فرمایا کہ اگر کافر مسلمانوں پر غلبہ حاصل کر لیں تو اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو گناہوں سے پاک کر دیتا ہے اور رنج و غم اور ظاہری شکست گناہوں کا کفارہ بن جاتے ہیں، اگر مسلمان غالب آجائیں تو اللہ کفر کو مٹا دیتا ہے یا ان کی تعداد کم کر دیتا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
 کیا تم نے یہ گمان کر لیا ہے کہ تم جنت میں چلے جاؤ گے، حالانکہ ابھی تک اللہ نے تم میں سے مجاہدوں کا امتحان نہ لیا اور صبر کرنے والوں کی آزمائش نہ کی (۱۴۲) اور تم تو موت کے ملنے سے پہلے اس کی تمنا کیا کرتے تھے تو اب تو تمہارے سامنے ہے، دیکھ رہے ہو، پریشانی کا ہے کی۔ (۱۴۳)

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُدْخِلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ
 اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الظَّالِمِينَ
 وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَقْلُوهُ
 فَقَدْ رَأَيْتُمُوهُ وَأَنْتُمْ تَنْظُرُونَ ۚ

اللہ
 الصّٰدِق
 العظیْم

تفسیر

ایمانداروں سے فرمایا گیا ہے کہ تمہیں یہ خیال کیسے ہو گیا کہ تم محنت، امتحان، آزمائش کے بغیر ہی جنت میں چلے جاؤ گے، ابھی تک اللہ تعالیٰ نے ظاہری طور پر دیکھا بھی کہ تم میں سے مجاہد کون ہے؟ صابر کون ہے؟

گھبرانے والا کون ہے؟ جب تک یہ صورت حال واضح نہ ہو جائے جنت میں کیسے جایا جاسکتا ہے۔ جب دنیوی معاملات میں تم محنت کے بعد کامیابی حاصل کرتے ہو تو جنت تو بہت بڑی نعمت ہے، عظیم مقام ہے، اس کیلئے بھی تمہیں حوصلہ، ہمت، محنت کا کردگی کرنا ہوگی۔

اس سے پہلے تو تم شہادت کی تمنا رکھتے تھے، کہ کبھی جاں نثاری کا موقع ملے، اب تو تم نے جہاد کو سمجھ لیا کہ اس کی حقیقت کیا ہے، محنت کی طرف توجہ دلائی جا رہی ہے۔ رحمت خداوندی کی امید کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ اس کے حکموں کی اطاعت ہو جیسے قیامت کے دن جہنمی اور جنتی لوگوں کی پہچان واضح ہوگی، دنیا میں بھی یہ صورت حال ہے وہ کون ہیں جو دین پر ثابت قدمی دکھاتے ہیں، مجاہدے اور صبر سے کام لیتے ہیں اور وہ کون ہیں جو مشکلات کو دیکھ کر دین سے منہ پھیرتے ہیں تم پر ضروری ہے کہ دشمن پر غلبہ پانے کیلئے جہاد میں ثابت قدم رہو، اگر اپنی کسی کوتاہی کی بناء پر شکست سے دوچار ہو جاؤ تو اس مصیبت پر صبر کرو۔

آیہ مبارکہ کا یہ حصہ جس میں فرمایا گیا کہ تم تو موت کی تمنا کرتے تھے یہ کون تھے اس کا پس منظر یہ ہے، بدر کی جنگ میں کچھ صحابہ حاضر نہ ہو سکے تھے، اور وہ جنگ احد کے ہونے سے شہادت کی تمنا کرتے تھے، اور کہتے تھے اب اگر کوئی جنگ ہوئی تو وہ خوب لڑیں گے اور شہید ہوں گے جب جنگ اُحد ہوئی تو اُن میں سے کچھ لوگ جنگ میں ثابت قدم نہ رہ سکے اور بعض دلجمعی کے ساتھ لڑتے رہے جو لوگ اُحد کی جنگ میں کفار کے لاؤ لشکر سے گھبرا کر ثابت قدمی کی نعمت حاصل نہ کر سکے انہیں تنبیہ فرمائی جا رہی ہے کہ پہلے تو تم شہادت کی تمنا کرتے تھے، اب تو تم نے موت کو سامنے دیکھ لیا ہے۔ حضرت انس بن نصر بدر میں شریک نہ ہو سکے تھے اور فرمایا اب اگر جنگ آئی تو میں دکھا دوں گا کہ جنگ کیسے لڑی جاتی ہے، احد شریف کے موقع پر یہ تلوار لے کر آگے بڑھ رہے ہیں، سعد بن معاذ نے فرمایا کہاں جا رہے ہو؟ فرمایا اُحد کے پاس سے جنت کی خوشبو آرہی ہے، آپ لڑتے لڑتے شہید ہو گئے ان کے جسم اطہر پر اتنے زخم تھے کہ لاش پہچانی نہ جا سکتی تھی، ستر (۷۰) سے زیادہ زخم تھے ان کی بہن نے انگلیوں کے پوروں سے لاش پہچانی تھی۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ
أَفَإِنْ نَأْتَا أَوْ قَتِلْنَا انْقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ
وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلَىٰ عَقْبَيْهِ فَلَنَ يَصُِرَّ اللَّهُ شَيْئًا
وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ ﴿۱۴۴﴾

صَلَّىٰ
الْحَقُّ
عَلَيْهِم

اور محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں (خدا نہیں)
ان سے پہلے بھی اور رسول گذر چکے ہیں
اگر وہ فوت ہو جائیں یا شہید ہو جائیں تو کیا
تم اپنی ایڑیوں پر پھر جاؤ گے اور جو اپنی
ایڑیوں پر پھر جائے گا وہ اللہ کا کوئی نقصان
نہیں کر سکے گا اور جلد ہی اللہ شکر کرنے والوں
کو جزا دے گا۔ (۱۴۴)

تفسیر

اس آیہ مبارکہ کے نزول کا سبب یہ بنا کہ احد شریف میں جب مسلمانوں کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا، ابن تمیہ کے پتھر مارنے سے حضور ﷺ زخمی ہو گئے تو مجاہدین گھبرا گئے، بعض صحابہ کی زبان سے یہ الفاظ نکل گئے کاش ابوسفیان سے عبد اللہ ابن ابی امان طلب کر لے، منافقین نے یہ پروپیگنڈا کیا کہ حضور شہید ہو گئے اگر وہ نبی ہوتے تو شہید کیسے ہوتے، یہ صورت حال ایک انتہائی مشکل مرحلہ میں چلی گئی کچھ لوگوں نے دین سے پھر جانے کا منصوبہ بنا لیا، کچھ نے نہایت ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا۔ حضرت انس بن نصر نے فرمایا لوگو! اگر رسول اللہ شہید ہو گئے ہیں تو ہم نے یہاں رہ کر کیا کرنا ہے، حضور ﷺ کے بغیر زندگی کا کوئی لطف نہیں، اگر رسول اللہ ﷺ شہید ہو گئے ہیں تو ان کا رب تو زندہ ہے، اس اعلان کے ساتھ دشمن سے جنگ جاری رکھی اور آخر شہید ہو گئے۔ اس ارشاد میں صحابہ سے فرمایا جا رہا ہے کہ حضور ﷺ خدا نہیں، رسول ہیں، جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا انہیں دنیا میں رکھے گا جب چاہے گا تو انہیں مقام اعلیٰ کی طرف بلا لے گا۔

حضرت ضحاک فرماتے ہیں شکست ہونے پر کسی نے اعلان کر دیا تھا کہ حضور شہید ہو گئے، تو یہ آیہ پاک نازل ہو گئی کہ اگر وہ شہید ہو جائیں تو تم اپنی ایڑیوں پر پھر جاؤ گے؟ اس آیہ مبارکہ میں اُن لوگوں پر ناراضگی

کا اظہار بھی ہے جو شہادت کی خبر سن کر کفار سے صلح کی سوچنے لگے تھے، اگر تم میں سے کوئی دین سے پھر گیا تو اللہ تعالیٰ کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گا، اور عنقریب اللہ شکر کرنے والوں کو جزا دے گا۔ اسلام کا پودا تو بدستور پھلتا پھولتا رہے گا، تمہیں چاہئے اسلام اور جہاد پر استقامت اختیار کرو کہ تم اس کے شکر گزار بندوں میں شامل ہو جاؤ، احد شریف کی اس شکست میں جہاں اور بے شمار حکمتیں ہوں گی ایک یہ بھی دکھائی دیتی ہے کہ جہاں صحابہ کی عظیم عقیدت و محبت اور جاں نثاری ہے ان پر بھی یہ واضح کر دیا جائے کہ حضور ﷺ اپنے بے شمار کمالات کے باوجود رسول ہیں، خدا نہیں۔

حضور ﷺ کے بارہ میں شہادت کی خبر پھیلنے میں یہ بھی ایک حکمت معلوم ہوتی ہے کہ جب حقیقتاً حضور ﷺ دنیا سے رخصت فرمائیں تو عشاق و صحابہ کرام کو اس نہ کھو بیٹھیں، حوصلہ ہمت سے اس صدمے کو برداشت کریں جیسے ابن ماجہ کی روایت ہے کہ آپ کے وصال کی خبر سے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ گھبرا کر فرمانے لگے، حضور فوت نہیں ہوئے، پھر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے منبر پر چڑھ کر یہ آہ مبارکہ پڑھی تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے ایسا لگا میں نے اس دن سے پہلے یہ آہ کریمہ پڑھی ہی نہ تھی۔ صحابہ کے حوصلہ کے لئے فرمایا گیا کہ حضور ﷺ سے پہلے بھی انبیاء علیہم السلام گذر گئے اگر وہ انتقال فرمائیں یا شہید کر دیئے جائیں تو کیا تم دین سے پھر جاؤ گے، ایسا کرنے والا اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا اور اللہ شاکروں کو جزا دے گا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

اور کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر مر نہیں
سکتا (اس کی) اجل لکھی ہوئی ہے اور جو شخص دنیا
کا صلہ چاہے گا ہم اُسے اسی میں دیدیں گے اور
جو آخرت کا اجر چاہے گا ہم اُسے اس میں
دیدیں گے اور ہم عنقریب شکر گزار لوگوں کو جزا
دیں گے۔ (۱۳۵)

وَمَا كَانَتْ لِنَفْسٍ أَنْ تَمُوتَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ
كِتَابًا مُوَجَّلًا، وَمَنْ يُرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ
مِنْهَا، وَمَنْ يُرِدْ ثَوَابَ الْآخِرَةِ نُؤْتِهِ مِنْهَا
وَسَنَجْزِي الشَّاكِرِينَ

اللہ
صَلَّى
عَلَيْهِ
وَاٰلِهٖ
سَلَامٌ

تفسیر

کفار نے مسلمان سپاہیوں کو بزدل یا خوف زدہ کرنے کیلئے یہ خبر اڑادی تھی کہ حضور ﷺ شہید ہو گئے ہیں اللہ
رب العزۃ نے ان کی تردید فرمائی ہے کہ ہر شخص کا نظام زندگی قدرت کے فیصلہ سے وابستہ ہے، کسی بھی شخص
کو موت اس وقت تک نہیں مار سکتی جب تک اللہ کا حکم نہ ہو، سبھی کائنات اس کے حکم کے تابع ہے۔

اگر بالفرض حضور ﷺ شہید بھی ہو جاتے ہیں تو کیا دین کا نظام چلے گا نہیں، حضور ﷺ کی موت دین میں
فساد کا باعث نہیں ہو سکتی ہے، کائنات نے دیکھا کہ حضور ﷺ کے وصال کے بعد بھی دین بڑھا، چڑھا، ترقی
کی اور آج تک مسلسل بڑھ رہا ہے، پھر یہ حکم فرما کر کہ موت اللہ کے اذن کے بغیر نہیں آسکتی، ایمانداروں کو
جہاد پر آمادہ کیا جا رہا ہے کہ موت تو اسی وقت آئے گی جب قدرت چاہے گی۔ اس ارشاد گرامی میں منافقین
کے ایک طرز کا بھی جواب ہے جو انہوں نے جنگ کے بعد کیا تھا، مسلمانوں سے کہا تھا اگر تم نے ہمارا ساتھ
دیا ہوتا تو تمہاری اتنی جانیں نہ جاتیں، قدرت نے جواب دیا یہ طرز غلط ہے، موت تو اسی کے اذن سے ہی
ہے جہاں بھی ہو گا جنگ میں ہو یا گھر میں، فرمایا گیا سب کی اجل لکھ دی گئی ہے۔ اسی کے مطابق اُسے ہونا
ہے۔ لوح محفوظ کی تحریر پر کچھ لوگ ایک بے معنی سا اعتراض کرتے ہیں جب بندہ لوح محفوظ کی تحریر کے
مطابق مجبور ہے تو جزا، سزا کا مفہوم تو ختم ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ اس بندے کو علم، عقل، سمجھ دوں گا اختیار

دوں گا تو اس کے باوجود یہ فلاں کام کرے گا، وہی لوح محفوظ پر تحریر ہو گیا، لہذا جزا و سزا کا عمل اس کے کرنے سے وابستہ رہا۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا فرمایا تو اُسے حکم دیا لکھ اُس نے قیامت تک ہونے والی چیزوں کو (اس کی رضا کے مطابق) لکھ دیا۔ ”وکل صغیر و کبیر و مستطور“ ہر چھوٹی بڑی شے لکھی ہوئی ہے، آیہ کریمہ کے آخری حصہ میں فرمایا گیا ہے کہ جو دنیا کا صلہ چاہے گا ہم اُسے اُس میں سے دے دیں گے اور جو آخرت کا اجر چاہے گا ہم اُسے اس میں سے دیدیں گے، اور شا کرین کو جزا دیں گے۔

یہاں پر عمل صالح کے نتیجہ کو نیت سے وابستہ کیا جا رہا ہے اگر کوئی شخص جنگ میں شریک اس لئے ہوتا ہے کہ اُسے مال غنیمت ملے تو اُس کیلئے صرف وہی ہے، اگر اللہ کی رضا کیلئے اور صرف دین کی سربلندی کیلئے شامل ہوا ہے تو اُسے وہی ملے گا۔ اس آیہ کی تشریح میں حضور ﷺ کا ارشاد گرامی واضح ہے ”انما الاعمال بالنیات“ اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔ یہ ارشاد حضور ﷺ نے ہجرت کے سلسلہ میں فرمایا، جس نے ہجرت دنیا کیلئے کی یا کسی عورت سے نکاح کرنے کیلئے کی تو اس کی ہجرت اُسی کیلئے ہے جس کی نیت کی۔ اس نیت کے عنوان پر حضور ﷺ کا وہ ارشاد گرامی اور زیادہ واضح ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ قاری سے پوچھے گا تو نے دنیا میں کیا کیا؟ عرض کرے گا قرآن پڑھتا رہا، پڑھاتا رہا، دین کا کام کرتا رہا، حکم ہوگا تو جھوٹ بول رہا ہے یہ کام تیرا رضاء الہی کیلئے نہ تھا بلکہ اس لئے تھا کہ لوگ تجھے قاری کہیں، ایسے ہی مالدار سے پوچھا جائے گا کہ اُس نے کیا کیا؟ وہ کہے گا صدقہ کرتا رہا، حکم ہوگا تو جھوٹ بولتا ہے تیرا صدقہ کرنا اس لئے تھا کہ لوگ تجھے سخی کہیں، ایسے ہی شہید کو بلایا جائے گا اور پوچھا جائے گا تو دنیا میں کیا کرتا رہا؟ عرض کرے گا جہاد کیا تیری راہ میں قتل ہوا، حکم ہوگا تو جھوٹ بولتا ہے تو نے یہ اس لئے کیا تھا کہ لوگ تجھے شہید کہیں گے غازی کہیں گے۔ ان لوگوں کے دنیا میں کئے گئے نیک اعمال کی بہتر جزا نہ ملے گی کہ نیتیں خراب تھیں، اس آیہ پاک میں نیت کے اندر اخلاص کی اہمیت کو فرمایا گیا۔

ایک اور حدیث شریف میں یہ عنوان اس طرح بھی ملتا ہے ”ان الله لا ينظر الى صوركم ولا الى اموالكم ولكن ينظر الى قلوبكم“ او كما قال ﷺ ”اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں کو اور اموال کو نہیں دیکھتا وہ تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے۔“

دارقطنی میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے ایک اور روایت اس طرح ملتی ہے، فرشتے بندے کے اعمال صالح کو لے کر بارگاہ قدس میں جاتے ہیں تو حکم ہوتا ہے اس اعمال نامہ کو نیچے پھینک دو کہ اس شخص کے عمل کرنے میں میری رضا کی نیت نہیں تھی۔ امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اخلاص کے عنوان پر بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر اس طرح کیا ہے۔ قوم پر قحط تھا وہ ریت کے ٹیلہ سے گذرا اور دل میں خیال کیا کہ اگر یہ ریت کا ٹیلہ غلہ ہوتا تو میں سارا تقسیم کر کے اللہ کی مخلوق کو بھوک سے بچاتا، اس وقت کے نبی پر وحی ہوئی اسے کہد و تیرا صدقہ قبول ہو گیا تجھے اسی قدر ثواب ملا، جس قدر اتنے غلہ سے ملنا تھا۔ اسی نیت کے ضمن میں حضور ﷺ کا یہ ارشاد گرامی بھی تائید کرتا ہے ”القاتل والمقتول كلاهما في النار او كما قال ﷺ“ ”قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہیں، عرض کی گئی یا رسول اللہ قاتل تو جہنمی ہوا کہ اُس نے اپنے مسلمان بھائی کو قتل کیا، مقتول کیوں؟ فرمایا اس کی بھی نیت تھی کہ وہ اُسے قتل کرے گا۔“

اخلاص نیت کے سلسلہ میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ارشاد مزید تائید ہے فرماتے ہیں تمام اعمال میں افضلیت اس کی ہے کہ بندہ خدا کے فرض کو فرض جانے، حلال کو حلال جانے، حرام کو حرام سمجھے اور نیت کو درست کر لے۔ اسی ضمن میں حضرت سالم بن عبد اللہ کا ارشاد اس طرح ہے، عبد اللہ ابن عمر فرماتے ہیں اللہ کی مدد بندے کو اسکی نیت کے مطابق ملتی ہے، نیت کامل ہوگی تو مدد کامل ہوگی، نیت ناقص ہوگی تو مدد میں کمی ہوگی۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَكَايْنٍ مِّنْ نَّبِيٍّ قُتِلَ مَعَهُ رِثْيُونٌ كَثِيرٌ
فَمَا وَهَنُوا لِمَا أَصَابَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَمَا
ضَعُفُوا وَمَا اسْتَكَانُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الظَّالِمِينَ
وَمَا كَانَ قَوْلُهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا
ذُنُوبَنَا وَإِسْرَافَنَا فِي أَمْرِنَا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا
وَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ

اللہ
صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم

اور کتنے انبیاء (علیہم السلام) کے ساتھ حق
پرست لوگوں نے اللہ کی راہ میں جنگیں لڑیں اور
نہ وہ سست ہوئے نہ کمزور ہوئے اور اللہ صبر
کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے (۱۳۶)
(بارگاہ قدس میں) ان کی دعا یہی تھی اے
ہمارے پروردگار ہمارے گناہ بخش دے اور
ہمارے کاموں میں ہماری زیادتیاں (بھی) اور
ہمیں (حق پر) ثابت قدم رکھ اور کافروں پر
ہمیں فتح فرما۔ (۱۳۷)

تفسیر

اس آیت مبارکہ میں ان لوگوں کو تنبیہ ہے جو جنگ اُحد میں گھبرا گئے اور ڈمگ گئے انہیں فرمایا جا رہا ہے صرف تم
ہی محاذ جنگ میں نہیں آئے تم سے پہلے بھی انبیاء علیہم السلام اپنے صحابہ کے ساتھ جنگیں لڑتے رہے مگر ان
انبیاء کے صحابہ کا یہ عالم تھا کہ وہ جنگی مشکلات و مصائب سے نہ گھبرائے نہ ڈمگ گئے بلکہ اپنے انبیاء علیہم
السلام کی کمان میں حوصلہ و ہمت سے جنگی خدمات انجام دیتے رہے۔ صحابہ تم تو ساری امتوں سے بہتر
امت ہو تم اس نبی کی امت ہو جو تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل و اعلیٰ ہیں، تمہیں یہ بات زیب نہیں دیتی
کہ اس طرح کمزوری دکھاؤ، ابوسفیان سے پناہ لینے کی سوچو یا عبد اللہ بن ابی منافق کو درمیان میں لانے کی
کوشش کرو اگر اللہ تعالیٰ کے مقربین میں آنا چاہتے ہو تو دکھوں پر صبر اختیار کرو، ہم صبر والوں کو پسند کرتے
ہیں۔ اس آیت مبارکہ سے واضح ہو رہا ہے حق کے اظہار کیلئے باطل سے ٹکر لینا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا صرف
حضور ﷺ اور آپ کی امت کیلئے ہی نہیں، آپ سے پہلے بھی کئی (انبیاء علیہم السلام) جہاد کرتے تھے، جہاد

کرنے والے مجاہدین کو اللہ تعالیٰ نے ”ربیون“ کے لفظ سے ارشاد فرمایا کہ وہ لوگ اللہ والے ہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ جل مجدہ نے جنگ کے دوران ان مجاہدین جنہیں ”ربیون“ سے ذکر کیا گیا ان کا ایک حسین عمل بیان فرمایا گیا کہ وہ جنگ میں اپنے مال فوج لشکر پر بھروسہ کی بجائے اپنے رب قدوس کی ذات پر توکل کرتے تھے اور دعا میں مصروف رہتے تھے، اے اللہ ہمارے گناہوں کو معاف کر دے اور ہماری وہ زیادتیاں بھی معاف فرما جو ہم اپنے کاموں میں کر بیٹھے ہیں اور ہمیں اس میدان میں ثابت قدم رکھ اور کفار پر ہمیں اپنی خاص مدد سے نواز۔ اے اللہ ہمارے دلوں کو مضبوط فرما۔

اس آیت مبارکہ میں اُن اللہ والوں کی چار دعاؤں کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

۱۔ گناہ معاف فرمادے۔ ۲۔ کام میں کوتاہیاں معاف فرمادے۔

۳۔ ثابت قدمی کی نعمت سے نواز دے۔ ۴۔ دشمنوں پر غالب کر دے۔

ہمیں بھی اپنے معاملات میں رب قدوس کے حضور یہ دعائیں عرض کرتے رہنا چاہئے، دعا مومن کا ہتھیار ہے جو کارخانہ قدرت سے بنا ہے جس کا دشمن کے پاس کوئی جواب نہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
فَاِنَّهُمْ لَللّٰهِ ثَوَابٌ الدُّنْيَا وَحُسْنُ ثَوَابِ الْآخِرَةِ
وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ

تو اللہ نے انہیں دنیا کی نعمت بھی عطا کی اور
آخرت کا اجر بھی دیا، اللہ نیک کام کرنے
والوں سے محبت فرماتا ہے۔ (۱۲۸)

اللہ
صَلَّى اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

تفسیر

دنیا کے ثواب سے مراد اُن کی کامیابی ہے دشمن پر فتح ہے اور ان کی صداقت و حقانیت کی ہیبت ہے، فتح ہے جو انہیں دی گئی، مال غنیمت ہے جو انہیں بخشا گیا، نیک نامی ہے جو قیامت تک رہے گی۔ اور ثواب آخرت سے مراد جنت کا قیام ہے اور آخرت کا بڑا انعام اللہ رب العزت کا ان پر راضی ہونا ہے اور اپنی زیارت سے

نوازنا ہے۔ آخرت کی بہتریوں، جاں کنی اور حساب قبر کی آسانی، دائیں ہاتھ میں نامہ عمل، آخرت کے حساب کتاب میں کامیابی، پل صراط سے آسانی سے گزرنایہ سبھی انعامات بھی شامل ہیں۔

اس آیہ کریمہ کے آخری حصہ میں ان لوگوں کے بارہ میں فرمایا گیا کہ یہ لوگ محسن ہیں اور اللہ تعالیٰ محسنوں سے محبت فرماتا ہے۔ انہیں محسن فرما کر انہیں عظیم انعام سے نواز جا رہا ہے اور ان کے محبوب ہونے کا اعلان فرمایا جا رہا ہے۔ بندوں کو ان کی اتباع کا حکم دیا جا رہا ہے کہ وہ بھی ان کی راہ پر چلیں اور محبوبیت کا درجہ حاصل کریں، دعا مانگنے کا بھی طریقہ فرمایا جا رہا ہے کہ ”ربنا“ سے آغاز کیا جائے اور صفت ربوبیت وہ محبوب صفت ہے جو بندے کیلئے دریائے رحمت کو جوش میں لاتی ہے، مجاہدین کو رب قدوس کی ذات پر بھروسہ کرنے کا بھی درس ملتا ہے۔ دعا کے بعد ”فاتا ہم“ سے پتہ چلتا ہے جب بندہ عجز و انکساری سے اپنے رب کے حضور عرض کرتا ہے تو وہ غفور ہے رحیم ہے، دنیا اور آخرت کی نعمتوں سے نواز دیتا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
اے ایمان والو! اگر تم کفار کی اطاعت کرو گے تو وہ تمہیں اُلٹے پاؤں پھیر دیں گے (کفر کی طرف) (۱۴۹) اور تم نقصان میں پڑ جاؤ گے بلکہ اللہ تمہارا مددگار ہے اور اس کی مدد سب سے بہتر ہے (۱۵۰)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَطِيعُوا الَّذِينَ كَفَرُوا
يُرُدُّكُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوا خَاسِرِينَ ﴿١٤٩﴾
بَلِ اللّٰهُ مَوْلَاكُمْ وَهُوَ خَيْرُ النَّاصِرِينَ ﴿١٥٠﴾

اللہ
صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم

تفسیر

ایمان والوں سے فرمایا جا رہا ہے اگر دولت ایمان سے مالا مال ہونے کے بعد تم سے یہ غلطی سرزد ہو گئی کہ تم نے کفار کی اطاعت کر لی اور یہود و نصاریٰ کی چال بازی میں پھنس گئے تو وہ تمہیں پھر پہلے دور کی طرف لوٹا دیں گے اور تم خسارے میں مبتلا ہو جاؤ گے، اس ارشاد گرامی میں ایمانداروں کو کفار و مشرکین کی پیروی سے

روک دیا گیا ہے، جنگ احد کے ختم ہونے پر جب یہ خبر مشہور ہو گئی کہ حضور ﷺ شہید ہو گئے ہیں تو منافقین نے کہا اب اپنے پرانے دین کی طرف لوٹ جانا چاہئے کسی نے کہا حالات کا تقاضا ہے کہ ابوسفیان سے امان طلب کر لی جائے تو اللہ رب العزۃ جل مجدہ نے ان کے رد میں یہ فرمایا اور ایمانداروں کو کفار کی اطاعت سے روک دیا اور اللہ پر بھروسہ کا سبق دیا کہ وہی تمہارا حقیقی مددگار ہے وہی کارساز ہے سب سے اچھی اور بہتر مدد اُسی کی ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

ہم عنقریب کفار کے دلوں میں تمہارا رعب ڈال دیں گے کیونکہ انہوں نے اللہ کے ساتھ اس چیز کو شریک کیا جس کی اُس نے کوئی سند نازل نہیں کی ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور ظالموں کا بہت بُرا ٹھکانہ ہے۔ (۱۵۱)

سَنُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَا أَشْرَكُوا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزَّلْ بِهِ سُلْطٰنًا وَمَا لَهُمُ النَّارُ وَبِئْسَ مَثْوٰی الظّٰلِمِيْنَ ۝

اللہ
صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم

تفسیر

جنگ احد ختم ہونے پر جب کفار مسلمانوں کی شکست کے بعد مکہ مکرمہ واپس جانے لگے تو افسوس کیا کہ مسلمان سارے کے سارے ختم کیوں نہ کر دیئے، یہ موقع غنیمت ہے کہ ہم پھر ایک مرتبہ بھرپور حملہ کریں اور مسلمانوں کا نام و نشان مٹا دیں جب انہوں نے اپنے اس فاسد خیال پر عمل کرنے کا فیصلہ کیا تو رب قدوس جل مجدہ نے ان کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب ڈال دیا اور وہ اپنے اس فیصلے کو عملی جامہ نہ پہنا سکے اور واپس چلے گئے۔ رب قدوس نے مسلمانوں کو وہ اپنا کرم یاد دلایا ہے کہ ہم عنقریب کافروں کے دلوں میں تمہارا رعب ڈال دیں گے اس لئے کہ انہوں نے اللہ کے ساتھ اس چیز کو شریک کیا ہے جس کی اس نے

کوئی سند نازل نہیں کی، اُن کا یہ منصوبہ کہ واپس ہو کر مدینہ منورہ پر حملہ کریں بچے کچھے مسلمانوں کو تہ و تیغ کریں، بری طرح ناکام ہو گیا، واپسی کا فیصلہ کرنے کے باوجود کچھ نہ کر سکے۔ ہمت نے جواب دیدیا، مسلمانوں نے باوجود شکست کے حضور ﷺ کی قیادت میں مدینہ منورہ سے حراء الاسد تک ان کا تعاقب کیا، اس ارشاد میں مسلمانوں کی حوصلہ افزائی ہے کہ وہ جنگ احد کی عارضی شکست سے گھبرانہ جائیں، وہ ایک اتفاقی معاملہ تھا، جو ہو گیا، خرچ کی کثرت، اسلحہ کی فراوانی کے باوجود کفار پر رعب کا طاری کر دینا یہ ان کی دنیاوی رسوائی ہے، ذلت ہے اور آخرت کو اُن پر آگ کا عذاب مسلط ہوگا جو انہیں ہمیشہ ہمیشہ رسوا و ذلیل رکھے گا کفار کے دلوں پر رعب کا طاری ہو جانا، اللہ تعالیٰ کا اپنے ایماندار بندوں پر خاص احسان ہے، حضور ﷺ نے اللہ کی طرف سے دئے گئے اپنے کمالات میں ایک یہ بھی ذکر فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک ماہ کی مسافت پر ہیبت دے رکھی ہے۔ حضور ﷺ کے صدقہ سے مسلمانوں کی یہ ہیبت کفار کے دلوں میں آج بھی ہے۔

جن دنوں میں یہ الفاظ لکھے جا رہے ہیں (۲۰۰۶ء) اسلام کے مٹانے کیلئے دنیا کا پورا کفر امریکہ کی قیادت میں اکٹھا ہو چکا ہے مگر لرز رہا ہے، اللہ کا فضل ہے مسلمان نہ ہونے کے باوجود بہت کچھ ہیں اور کفر بہت کچھ ہونے کے باوجود بھی کچھ نہیں یہ ہیبت یہ رعب اس کا کرم ہے، جو آج بھی مسلمانوں کا ساتھ دے رہا ہے۔
وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللَّهُ وَعْدَهُ إِذْ تَحُسُّونَهُمْ
بِأَذْنِهِ حَتَّى إِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي
الْأَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِمَّنْ بَعْدَ مَا أَرْسَلَكُمْ فَاتُخِبُونَ
مِنْكُمْ مَّنْ يُرِيدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُرِيدُ
الْآخِرَةَ ثُمَّ صَرَّفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْلِيَكُمْ
وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَلَى
الْمُؤْمِنِينَ ۝

صَدَقَ
الْعَظِيمُ

اور بے شک اللہ نے تم سے کیا ہوا وعدہ سچا کر
دکھایا جب تم اس کے حکم سے (دشمن) کو قتل
کر رہے تھے حتیٰ کہ جب تم نے کمزوری دکھائی
اور اپنی پسندیدہ چیزوں (مال غنیمت) کے
دیکھنے کے بعد رسول اللہ (ﷺ) کے حکم ماننے
میں اختلاف کیا تم میں سے کچھ وہ تھے جو حصول
دنیا کا ارادہ رکھتے تھے اور کچھ وہ تھے جو آخرت
چاہتے تھے پھر اللہ نے تمہیں ان سے پھیر لیا
تاکہ وہ تمہیں آزمائش میں ڈالے اور بے شک
اس نے تمہیں معاف کر دیا اور اللہ ایمان والوں
پر بہت فضل فرمانے والا ہے۔ (۱۵۲)

تفسیر

جنگ احد شریف میں ستر (۷۰) مسلمانوں کی شہادت، بہت سے زخمیوں پر نگاہ ڈالتے بعض مسلمانوں نے
کہا ہمیں یہ شکست کیسے ہو گئی ہم سے تو اللہ تعالیٰ نے مدد کا وعدہ کر رکھا تھا، مسلمانوں کے اس قول اور خیال
کے جواب میں فرمایا گیا کہ ہم نے اپنا وعدہ سچا کر دیا جب تم شروع میں اللہ کے حکم سے کفار کو قتل کر رہے تھے
اسی جنگ کے شروع میں اسلامی فوج نے کفار کے سات (۷) جھنڈا برداروں کو قتل کر دیا تھا اور مسلمانوں کو
فتح حاصل ہو گئی تھی، اور مسلمان کفار کا مال اکٹھا کرنے پر ٹوٹ پڑے، احد شریف کے درہ میں جو پچاس تیر
اندازوں کا دستہ مقرر تھا جنہیں ہر حالت میں وہیں رہنے کا حکم تھا جب انہوں نے مسلمانوں کو مال غنیمت
اکٹھا کرتے دیکھا تو وہ بھی درہ چھوڑ کر مال غنیمت میں مصروف ہو گئے، ان کے قائد حضرت عبداللہ ابن جبیر

نے ایسا کرنے سے منع کیا لیکن چند ایک کے سوا سبھی نے ان کے حکم کو نظر انداز کیا اور یہ درہ خالی ہو گیا مسلمانوں کے اس انداز سے فائدہ اٹھاتے ہوئے خالد بن ولید کی قیادت میں کفار نے مسلمانوں پر حملہ کر دیا اور مسلمان اس اچانک حملہ سے پریشان ہو گئے اور بھاگے پس اس طرح اللہ کی دی ہوئی فتح کو مسلمانوں نے شکست میں بدل لیا۔ مسلمانوں کی اس حالت کو آیہ کریمہ میں بیان فرمایا گیا ہے۔

آیہ مبارکہ میں جو فرمایا گیا کہ اللہ نے تم کو اُن سے پھیر لیا اس کا معنی یہ ہے کہ جنگ کے آغاز میں تم ان پر غلبہ پا چکے تھے، لیکن جب تم سے درہ چھوڑنے کی غلطی ہوئی تو تمہیں شکست دے کر تمہارے غلبے کو اُن سے پھیر دیا، تم کو اُن سے پھیر لیا، کا ایک معنی یہ بھی کیا گیا ہے کہ اس عمل کو مسلمانوں کیلئے آزمائش بنا دیا گیا کہ ایماندار توبہ کریں رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کی مخالفت سے استغفار کریں اور آخر میں مسلمانوں کو ان کی اس کوتاہی کی معافی کا بھی اعلان کر دیا گیا کہ اللہ ایمان والوں پر بہت فضل فرمانے والا ہے۔ یہاں پر ایمانداروں سے لغزش سرزد ہوئی، اس پر تنبیہ کر دی گئی اور پھر معافی کا اعلان بھی فرما دیا گیا تو اب کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ صحابہ کی اس لغزش پر زبان طعن دراز کرے (معاذ اللہ)

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

جب تم چڑھتے جا رہے تھے اور کسی کو پیٹھ پھیر کر نہیں دیکھ رہے تھے اور رسول تمہاری پچھلی جماعت میں کھڑے ہوئے تم کو بلا رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے تمہیں غم میں مبتلا کیا تاکہ تم (مال غنیمت) سے محرومی پر اور شکست پر غمزدہ نہ ہو اور اللہ تمہارے کاموں کی خبر رکھنے والا ہے (۱۵۳)

إِذْ تَصْعَدُونَ وَلَا تَلُون عَلَى أَحَدٍ وَالرَّسُولُ
يَدْعُوكُمْ فِي أَخْرَاكُمْ فَأَنَابَكُمْ غَنَائِبَكُمْ
لَكَيْلَا تَتَّخِذُوا عَلَى مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَا أَصَابَكُمْ
وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ

اللہ
الصلی
العظیم

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایک جنگی حالت کا ذکر فرمایا ہے کہ جب مشرکین کی طرف سے مسلمانوں پر شدید حملہ کیا گیا تو بعض مدینہ منورہ چلے گئے بعض پہاڑ پر چڑھ کر چٹان کی اوٹ میں چلے گئے اور رسول اللہ ﷺ انہیں پیچھے کھڑے اپنی طرف بلا رہے تھے، مسلمانوں کو شکست پر غم تھا اور مال غنیمت سے محرومی پر صدمہ تھا اللہ تعالیٰ نے صحابہ کو اس سے بڑے غم میں مبتلا کیا کہ اس بڑے غم کی وجہ سے چھوٹا غم زائل ہو جائے، اس بڑے غم کی کئی تفسیریں کی گئی ہیں۔ حضور ﷺ کی افواہ بڑا غم تھا، ستر صحابہ کا شہید ہونا بڑا غم تھا، ایک معنی یہ بھی کیا گیا ہے کہ جنگ بدر میں کفار کو جو غم اٹھانا پڑا تھا اس کے مقابلہ میں جنگ احد میں مسلمانوں کو غم اٹھانا پڑا بلکہ جنگ احد میں مسلمانوں کو کئی غم اٹھانے پڑے، ستر صحابہ کی شہادت کا غم، حضور ﷺ کے دانت مبارک شہید ہونے کا غم، صحابہ سے جو درہ چھوڑنے کی غلطی ہوئی اس کا غم، صحابہ کا پہاڑ پر جانا اور حضور کو پیچھے چھوڑنے کا غم، حضور ﷺ کے بلانے اور صحابہ کو آواز نہ سنائی دینے کا غم، جب حضرت کعب بن مالک نے حضور ﷺ کو پہچان لیا اور صحابہ کو آواز دی کہ مسلمانوں مبارک ہو رسول اللہ ﷺ موجود ہیں تو پھر مسلمان اکٹھے ہو گئے، ان مشکلات و مصائب میں صحابہ کو مبتلا کرنے کی کئی حکمتیں ہو سکتی ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ صحابہ مشکلات برداشت کرنے کے عادی ہوں، ثابت قدمی کا پتہ چلے کوتاہیوں پر نادم ہونے کا موقع ملے۔

اس احد کے عظیم واقعہ میں حضور ﷺ کی ہمت، جان بازی اور ثابت قدمی کی عظیم دلیل ہے، آپ پر دشمن کے اس شدید ہنگامہ، حملہ کا کوئی اثر نہ تھا، دشمن کے عظیم لشکر نے گھیراؤ والا ہے مگر حضور پر گھبراہٹ کا کوئی پہلو نہیں، پریشانی کا کوئی نشان نہیں، شان رسالت اور حق و صداقت کا عظیم ترین مظاہرہ ہوا۔

جنگ احد میں جو کچھ مشکلات آئیں وہ سزا نہیں بلکہ آزمائش تھیں، جو لغزش کے طور پر واقعہ ہوا وہ معاف کر دیا گیا، یا یوں کہہ لیا جائے کہ احد کے سارے معاملات مرہبانہ اصلاح تھی، اُستاذ بچے کو سزا دیتا

ہے تو بظاہر سزا معلوم ہوتی ہے مگر دراصل وہ مربیانہ انداز ہے اور تربیت کی ایک صورت اس جنگ احد کے واقعہ میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر زبان طعن دراز کرنے والوں کیلئے قرآن مقدس کا ارشاد ”وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ“ اور ”وَاللّٰهُ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ“ کا کھلا اعلان کافی ہے۔

سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک مرتبہ کسی نے غزوہ احد میں شامل بعض صحابہ کا ذکر کیا اور ان کے میدان چھوڑ جانے پر طعن کیا۔ سیدنا عبداللہ ابن عمر نے فوراً فرمایا جس چیز کی معافی کا اعلان اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا اس پر طعن کرنے کا کسی کو کیا حق ہے، ملت اسلامیہ کا عقیدہ ہے کہ تمام صحابہ کی تعظیم واجب ہے اور ان پر طعن سے باز رہنا واجب ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیْدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِہٖ وَاصْحَابِہٖ بِعَدَدِ خَلْقِہٖ

پھر اللہ نے پریشانی کے بعد تم پر سکون اتارا تمہاری ایک جماعت پر اونگھ طاری ہو گئی اور دوسری جماعت (منافقین) اپنی جانوں کے متعلق پریشانیوں میں مبتلا تھی اور اللہ کے بارہ میں دور جاہلیت کی طرح ناحق بدگمانی کر رہے تھے اور کہتے تھے کیا اس معاملہ میں ہمارا بھی کوئی اختیار ہے آپ کہہ دیجئے بے شک تمام معاملات میں اللہ ہی کا اختیار ہے وہ اپنے دلوں میں اُن چیزوں کو چھپاتے تھے جو آپ پر ظاہر نہیں کرتے تھے، وہ کہتے ہیں کاش ہمارا اختیار ہوتا تو ہم یہاں قتل نہ کئے جاتے۔

ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَیْكُمْ مِّنْ بَعْدِ الْغَمِّ اَمْنًا
لُّعَاسًا یَّغْشٰی طَآئِفَةً مِّنْکُمْ وَطَآئِفَةٌ قَدْ
اٰمَنَتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ یَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَیْرَ الْحَقِّ
ظَنَّ الْجَاهِلِیَّةِ یَقُولُوْنَ هَلْ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ
مِنْ شَیْءٍ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّہٗ لِلّٰهِ یُخْفُوْنَ
فِیْ اَنْفُسِہُمْ مَا لَا یُبْدُوْنَ لَکَ یَقُولُوْنَ لَوْ
کَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ مَّا قَتَلْنَا ہٰہُنَا

اللہ
صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم

تفسیر

جنگ اُحد میں جو دردناک واقعہ پیش آیا جس سے کچھ لوگ پریشان ہوئے کہ کہیں اللہ ہم پر ناراض تو نہیں جس کی وجہ سے یہ شکست ہوئی، رب قدوس نے اپنے محبوب پاک ﷺ کے ان جانبازوں کو تسلی دی ہے کہ یہ شکست ہماری ناراضگی سے نہیں جس کی دلیل یہ ہے کہ اسی مصیبت کی گھڑی میں ہم نے تمہارے دلوں پر سکون نازل کیا، جس سے تمہیں چین ملا، اور یہ اطمینان و سکون اس حد تک تھا کہ تم اونگھنے لگے اور خڑائے لینے لگے۔ مسلمانوں سے فرمایا جا رہا ہے کہ ایمان والو یہ چین سکون کھرے کھوٹے میں واضح فرق تھا کہ مخلصین تو حضور ﷺ کے وعدہ پر مطمئن تھے اور مزے سے سو رہے تھے مگر منافقین کو حضور ﷺ کے ارشاد پر اطمینان نہ تھا اور طرح طرح کے توہمات میں مبتلا ہو گئے کہ اللہ اور اس کے رسول نے جو ہم سے وعدے کئے تھے وہ غلط تھے، (معاذ اللہ) ورنہ ہم شکست سے دوچار نہ ہوتے۔ یہ بھی کہتے تھے کہ اس جنگ کیلئے ہم نے رائے دی تھی کہ جنگ مدینہ منورہ میں لڑی جائے وہ نہ مانی گئی اگر وہ مان لی جاتی تو یہ پریشانی نہ ہوتی، اے محبوب کریم! (ﷺ) آپ ان سے فرمادیجئے ہر چیز کا اختیار اللہ کو ہے وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اس کے فیصلوں میں کسی کو مداخلت کا حق نہیں اور جو کرتا ہے وہی حق ہوتا ہے اے محبوب! (ﷺ) یہ گروہ منافقین بدطینت ہے ان کے دلوں میں جو کچھ ہے وہ زبان پر ظاہر نہیں کرتے کبھی نہ کبھی ان کے منہ سے نکل جاتا ہے کہ ہم تو یہاں جبراً لائے گئے ہیں، اپنی خوشی سے تو نہیں آئے۔ اگر ہماری چلتی تو یہاں کیوں آتے اور کیوں مارے جاتے۔ اس آئیہ مبارکہ کے آغاز میں ایمانداروں پر لطف و کرم کا ذکر ہے اور یہ بھی واضح ہو رہا ہے کہ رب قدوس کی بارگاہ میں حضور ﷺ کے جانبازوں کا کس قدر بلند مقام ہے کہ خطاؤں کے باوجود ان سے غفرو درگزر ہی نہیں بلکہ کرم بالائے کرم ہے کہ لطف و انعام فرمایا گیا ہے۔ مومنین پر غنودگی طاری کر دی گئی جس سے پھر یہ تھکا ماندہ لشکر تازہ دم ہو گیا، سیدنا ابو طلحہ فرماتے ہیں ہم پر ایسی اونگھ طاری ہوئی کہ کئی بار تلوار میرے ہاتھ سے چھوٹی اور میں نے سنبھالی۔ اور یہ جو رنج و غم ہوا ہے یہ سزا کے طور پر نہیں بلکہ مربیانہ انداز ہے جس

سے حوصلہ، صبر سکون اور استقامت کا درس ملتا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
 آپ کہہ دیجئے اگر تم اپنے گھروں میں بھی ہوتے
 تو جن لوگوں کا قتل ہونا لکھا جا چکا تھا وہ اپنی قتل
 گاہوں کی طرف نکل آتے (یہ اس لئے ہوا) کہ
 اللہ تمہارے دلوں کی باتوں کو ظاہر کر دے اور
 تمہارے دلوں کو وساوس سے صاف کر دے اللہ
 دلوں کی باتوں کو خوب جانتا ہے (۱۵۴)

قُلْ لَّوْكَانُمْ فِي يَدَيْكُمْ كِتَابُ
 عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ إِلَىٰ مَضَاجِعِهِمْ وَلِيَبْلِغَ اللَّهُ
 مَا فِي صُدُورِكُمْ وَلِيُبَحِّصَ مَا فِي قُلُوبِكُمْ
 وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ

اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم
 العظیم

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں منافقین کے اس کلام کا ذکر ہوا کہ انہوں نے کہا کاش ہم نہ آتے تو یہاں قتل نہ کئے جاتے، ان کے اس زعم باطل کی تردید فرمائی جا رہی ہے کہ اے منافقو! اگر تم اپنے گھروں میں ہی بیٹھے رہتے اور میدان جنگ میں نہ آتے پھر بھی جس کی موت جہاں لکھی تھی وہ اپنی قتل گاہ تک پہنچ ہی جاتا اور وہ وہیں مرتا جہاں اس کا مرنا لکھا ہوا تھا کہ قدرت کے فیصلے اٹل ہوتے ہیں اور تقدیر نہیں بدلتی اے منافقین اگر جنگ احد کے سلسلہ میں جو تم نے مشورہ دیا تھا کہ یہ جنگ مدینہ منورہ کے اندر مدافعانہ انداز میں لڑی جائے اور شہر سے باہر جا کر نہ لڑیں اگر یہ مشورہ مان بھی لیا جاتا تب بھی جس نے جہاں مرنا تھا، وہیں پہنچ کر مرتا، منافقین کے اس نظریہ کی تردید فرمائی گئی جو انہوں نے اللہ کے ساتھ خلاف واقع گمان کیا تھا، تقدیر کیسا منہ بندہ کی تدبیر نہیں چلتی اور یہ عقیدہ عین ایمان ہے ان کے اس نظریہ سے پتہ چلتا ہے کہ وہ تقدیر کی کوئی اہمیت نہیں سمجھتے تھے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

بے شک وہ لوگ جو تم میں سے پھر گئے تھے جس دن دونوں فوجوں کا آمناسا منا ہوا، ان کے بعض کاموں کی وجہ سے شیطان ہی نے انہیں لغزش دی تھی اور یقیناً اللہ نے انہیں معاف فرمادیا، بے شک اللہ بخشنے والا بڑے حلم والا ہے (۱۵۵)

إِنَّ الَّذِينَ تَوَلَّوْا مِثْلَكُمْ يَوْمَ التَّحِيٍّ أَجْمَعِينَ إِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطَانُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوا وَلَقَدْ عَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
العظمت

تفسیر

جنگ احد میں گھبراہٹ اور پریشان حالات میں جو لوگ چلے گئے تھے انہیں دوبارہ یہ خوشخبری سنائی جا رہی ہے کہ اللہ نے تمہارے اس اقدام کو معاف فرمادیا ہے کہ ان سے یہ اقدام جو ہوا وہ شیطان کے بہکانے، ڈرانے سے ہوا ایک روایت میں یہ ہے کہ یہ آریہ رافع بن معطلی، ابو حذیفہ بن عتبہ اور بعض انصار کے حق میں نازل ہوئی، ابن اسحاق کہتے ہیں یہ آریہ کریمہ حضرت عثمان بن عفان، سعد بن عثمان، عقبہ بن عثمان اور دو انصاری صاحبان کے حق میں نازل ہوئی کہ وہ جنگ کے دن ایک پہاڑ کے پیچھے چلے گئے تھے، پھر جب رسول اللہ ﷺ سے ملاقات ہوئی تو آپ نے فرمایا تم بہت دور چلے گئے تھے۔

ایک روایت میں اس طرح ہے کہ کسی موقع پر حضرت عثمان اور حضرت عبدالرحمان بن عوف کے درمیان جھگڑا ہو گیا۔ حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان سے کہا آپ مجھ سے کچھ نہیں کہہ سکتے، اللہ نے مجھے عظمت بخشی ہے، میں بدر میں شامل تھا، آپ نہیں تھے، میں نے بیعت رضوان کی آپ نے نہیں کی، میں احد میں ثابت قدم رہا، آپ نہ رہ سکے حضرت عبدالرحمان کے ان اعتراضات کا جواب حضرت عثمان نے اس طرح دیا کہ بدر کی غیر حاضری اس لئے تھی کہ میری اہلیہ (حضور کی صاحبزادی) بیمار تھیں ان کی تیمارداری کے باعث شامل نہ ہو سکا۔ بیعت رضوان کے وقت میں سفیر بن کر مکہ مکرمہ گیا ہوا تھا، اور پھر حضور ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر رکھ کر فرمایا یہ ہاتھ عثمان کی طرف سے ہے اور حضور ﷺ کا

ہاتھ مبارک میرے دائیں بائیں ہاتھ سے بہت ہی زیادہ بہتر ہے۔ ہاں جنگ احد میں حادثہ ضرور ہوا، تو اس کے متعلق رب قدوس جل مجدہ نے ارشاد فرمادیا ہے ”وَلَقَدْ عَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ“ اللہ تعالیٰ نے انہیں بخش دیا، سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی اس تقریر پر حضرت عبدالرحمان خاموش ہو گئے، تو یہ آہ مبارکہ نازل ہوئی۔ آہ کریمہ میں فرمایا گیا ہے کہ ان کے بعض کاموں کی وجہ سے شیطان نے انہیں لغزش دی یہ کام کون سے تھے کئی روایات ہیں۔ ایک یہ بھی ہے کہ حضور ﷺ کے بلانے پر صحابہ آواز نہ سن سکے یا نہ پہچان سکے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضور ﷺ کی شہادت کی خبر سن کر یہ مدینہ منورہ چلے گئے کہ دشمن مدینہ منورہ پر حملہ نہ کر دے یہ بھی ہے کہ دشمن کی تعداد تین ہزار تھی اور یہ سات سو تھے تو اس گھبراہٹ کے باعث یہ اقدام ہو گیا بہر حال جو کچھ ہوا جیسے ہوا، رب قدوس نے صحابہ کے اس فعل کو معاف فرمادیا اور ان کی عظمت کو بڑھا دیا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

اے ایمان والو! کافروں کی طرح نہ ہو جانا جب ان کے بھائی کسی لڑائی یا سفر میں گئے تو انہوں نے ان کے متعلق کہا اگر وہ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مرتے اور نہ قتل کئے جاتے تاکہ اللہ اس قول کو ان کے دلوں میں حسرت کا سبب بنا دے، اللہ ہی زندہ کرتا ہے اور موت طاری کرتا ہے اور اللہ تمہارے کاموں کو دیکھنے والا ہے (۱۵۶)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ كَفَرُوا
وَقَالُوا لَإِنْ هَذَا صَغِيرٌ فِي الْأَرْضِ أَوْ كَانُوا
عُزًى لَّوْكَانُوا عِنْدَ مَا مَاتُوا وَمَاتُوا لِيَجْعَلَ
اللَّهُ ذَٰلِكَ حَسْرَةً فِي قُلُوبِهِمْ وَاللَّهُ يُخَيِّبُ
وَاللَّهُ يُبَآئِعُ لَوْنٌ بَصِيرٌ

اللہ
صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم

تفسیر

پچھلی آہ مبارکہ میں جنگ احد میں بعض کے بھاگ جانے کے گناہ کا ذکر تھا اور پھر اس جرم کو معاف کر دینے کی خوشخبری تھی جس سے صحابہ کرام کی عظمت کا پتہ چلتا ہے اور بارگاہ نبوت میں ان کی وفاداری اور عجز و

انکساری کا راز کھلتا ہے، اس آیہ مبارکہ میں ایمانداروں کو ایک گناہ سے روکا جا رہا ہے، اے ایمان والو! ان منافقین کی طرح نہ ہو جاؤ، جو اپنے منافقین یا مسلمان رشتہ داروں کے باہر سفر پر جانے کے بعد کوئی فوت ہو گیا یا جنگ میں شامل ہوا اور شہید ہو گیا تو ان کے عزیزوں، رشتہ داروں کے ہاں جا کر ہمدردی کا اظہار اس طرح کرتے ہیں کہ ہم نے تو پہلے ہی روکا تھا کہ نہ جاؤ اگر وہ ہماری بات مان لیتے اور مدینہ منورہ میں ہی ہمارے پاس رہتے تو یہ صورت حال پیدا نہ ہوتی ان کی اس گفتگو سے کوئی فائدہ نہیں محض ایک حسرت ہے، موت و حیات کا مسئلہ تو ذات رب العزۃ سے تعلق رکھتا ہے، وہ جسے چاہے زندہ رکھتا ہے جسے چاہے موت دے دیتا ہے، موت کا ڈر تمہارے لئے جہاد میں شامل ہونے سے رکاوٹ نہیں بننا چاہئے، اللہ تعالیٰ تمہارے ہر چھپے اور ظاہر کام کو دیکھ رہا ہے، شہادت نہ بھی ہوتی تو موت تو پھر بھی آنی تھی موت سے ڈر کر گھروں میں چھپ بیٹھنا موت سے بچا نہیں سکتا، ڈر کر یا چھپ کر بیٹھنے میں جو موت آئی ہے وہ ذلت ہے، میدان جنگ میں حوصلہ ہمت سے لڑ کر شہید ہونا زبردست عزت ہے۔

اس آیہ مبارکہ میں مومن کو تقدیر پہ ایمان کا حکم دیا گیا ہے اور کفار کی سی گفتگو کرنے سے بھی منع کیا گیا ہے، ایمانداروں کو فرمایا جا رہا ہے، قدرت کے فیصلوں میں یہ انداز اختیار نہ کرو اگر ایسا ہوتا تو یہ ہو جاتا اسی کے فیصلوں پر صبر، توکل، حوصلہ سے کام لو، مشکلات میں مومن کا یہ حسین زیور ہے، جو دنیا اور آخرت میں اُس کے حسن کو دو بالا کرتا ہے، منافقین کا یہ کہنا کہ اگر وہ ہمارے ہاں ہوتے تو ایسا نہ ہوتا۔ دراصل ہمدردی کے پردے میں جہاد سے نفرت دلانا ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں، یہ قول ان کے دلوں میں حسرت اس طرح بن جائے گا جب مسلمان کسی جہاد سے کامیاب لوٹے، مال غنیمت ملا تو یہ افسوس سے ہاتھ ملیں گے کاش ہم بھی چلے جاتے جب قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنی راہ میں جنگ کرنے والوں کو بے پناہ انعامات سے نوازے گا تو یہ افسوس کریں گے، کاش یہ بھی جہاد میں شامل ہوتے اور اس نعمت سے نوازے جاتے اور شامل ہونے والوں کو جانے سے نہ روکتے، ان کے دلوں میں حسرت ہونے کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ

مسلمانوں نے ان کی بات کو نہ مانا اور راہِ خداوندی میں سرکٹانے کو عظیم نعمت جانا اور شہادت کی سعادت حاصل کر لی منافقین کی مکارانہ گفتگو نے ان پر کوئی اثر نہ کیا۔ اور یہ کفِ افسوس ملتے رہیں گے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ بَعْدَ خَلْقِهِ
وَلٰیْنَ قَاتَلْتُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَوْ مُتُّمْ لِمَغْفِرَةٍ
مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةً خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ ۝ وَلٰیْنَ
مُّتُّمْ اَوْ قَاتَلْتُمْ لَا اِلٰی اللّٰهِ تُخْشَرُوْنَ ۝

اگر تم اللہ کی راہ میں قتل کئے جاؤ یا مرجاؤ تو ضرور
اللہ کی مغفرت اور اس کی رحمت بہتر ہے ان
سب چیزوں سے جو تم جمع کرتے ہو (۱۵۷)
اور اگر تم فوت ہو جاؤ یا تم قتل کئے جاؤ تو یقیناً تم
اللہ ہی کی طرف جمع کئے جاؤ گے (۱۵۸)

ﷺ
الْحَقُّ
الْعَظِيمُ

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں منافقین کی بے سرو پا بے معنی گفتگو کا ذکر تھا، جو انہوں نے مجاہدین کے حوصلہ پست کرنے کیلئے کی تھی اس آیہ مقدسہ میں مجاہدین کو حوصلہ دلایا جا رہا ہے کہ منافقین کی باتوں کے مطابق اگر کوئی جہاد میں جا کر شہید ہو جاتا ہے تو اس میں خرابی کیا ہے، اس شخص نے ایک جان دے کر دس جانوں کی قوت حاصل کر لی اور حیاتِ ابدی پالی (ایک کے بدلے دس کے) مفہوم کو حاصل کر لیا ہے اگر راہِ خدا میں موت آ گئی تو سعادت ہے خوش بختی ہے، قیامت کے دن اس کے حضور حاضری ہوگی، اس کی زیارت ہوگی، قرب نصیب ہوگا اگرچہ آج بھی اس کے حضور حاضر ہیں تاہم ہمیں اپنی کوتاہیوں، کمزوریوں اور گناہوں کے باعث وہ حاضری محسوس نہیں ہوتی، قیامت کو محسوس ہوگی۔

اور قربِ خداوندی کی دولت کائنات بھر کی دولت سے بہتر، عمدہ اور اعلیٰ ہے دنیا کے مال پر انحصار بے معنی ہے، آنکھ بند ہوئی مال، دولت جواب دے گئے بے وفائی کر گئے مگر ربِ قدوس کی رحمت اس کا فضل ہمیشہ تمہارے ساتھی رہیں گے، اس جہاد سے تمہیں جو رسول اللہ ﷺ کا پیارا قرب نصیب ہوگا وہ مال دنیا سے

بہتر ہے۔ ان دونوں آیات مقدسہ میں تین (۳) نعمتوں کی طرف اشارہ ہے۔ مغفرت، رحمت اور حاضری۔ مغفرت کے اعلان سے دوزخ سے نجات ہے، رحمت کے اعلان سے جنت کا داخلہ ہے، بارگاہ قدس میں حاضری سے اشارہ اس کی رضا ہے، ان تین باتوں میں عبادت کرنے والے تین گروہوں کا بھی اشارہ ہے، عابدین کا پہلا گروہ جو دوزخ کے ڈر سے عبادت کرتا ہے، انہیں مغفرت کی بشارت ہے، دوسرا گروہ جو جنت میں داخلہ کے شوق میں عبادت کرتا ہے انہیں رحمت کی بشارت ہے، تیسرا گروہ جو محض رضاء الہی کیلئے عبادت کرتا ہے انہیں بارگاہ میں حاضری کی بشارت ہے۔ یہ باتیں صوفیاء کی ہیں اگر کوئی شخص جنت کے شوق سے یا دوزخ کے ڈر سے عبادت کرتا ہے تو اُسے بھی عبادت کا اجر ہے کہ دوزخ کے عذاب سے پناہ مانگنا بھی عبادت ہے۔ حضور ﷺ نے عذاب قبر سے پناہ مانگی اُمت کو درس دیا ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور ﷺ بہت دعا فرماتے تھے، اے اللہ! ہمیں دنیا میں بھی اچھائی دے اور آخرت میں بھی اچھائی دے اور دوزخ کے عذاب سے بچا۔ یہ دعائیں تعلیم امت کیلئے ہیں، قرآن مقدس نے اس جامع دعا کا ذکر فرمایا ہے۔ ”ربنا آتنا فی الدنیا حسنہ و فی الآخرة حسنہ و قنا عذاب النار“ اے اللہ! ہماری دنیا بھی اچھی فرما اور آخرت بھی اچھی فرما اور دوزخ کے عذاب سے بچا۔

خلاصہ یہ ہے کہ جنت کے شوق میں یا جہنم کے ڈر سے عبادت کرنے والے کو غیر مخلص نہیں کہا جاسکتا وہ اللہ کے خاص بندوں میں شامل ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

اللہ کی رحمت سے آپ لوگوں کیلئے نرم ہو گئے اور اگر آپ سخت مزاج اور سخت دل ہوتے تو وہ ضرور آپ سے بھاگ جاتے آپ اُن کو معاف کر دیں اور اُن کیلئے استغفار کریں اور کاموں میں اُن سے مشورہ لیا کریں اور جب آپ کسی کام کا فیصلہ کر لیں تو اللہ پر توکل کریں بے شک اللہ توکل کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے (۱۵۹)

فَمَا رَحِمَهُمُ اللَّهُ لَبِئْسَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًا
غَلِيظَ الْقَلْبِ لَا نَقَضُوا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ
عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ
فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ
الْمُتَوَكِّلِينَ

اللہ
الْعَظِيمِ

تفسیر

جنگ اُحد میں جن سے غلطی سرزد ہوئی، چاہئے تھا کہ حضور ﷺ اُن سے ناراض ہوتے، خفگی کا اظہار فرماتے مگر اس سرِ پارِ رحمت محبوب ﷺ کا یہ عالم کہ آپ ان پر ناراض نہیں ہوئے، یہ اللہ کا صحابہ پر عظیم احسان ہے، محبوب ﷺ ان پر نرم رہے حضور ﷺ کے اس رحمانہ انداز کا ذکر فرمایا گیا کہ محبوب یہ ایسا تجھ پر کرم تھا کہ تو ان پر نرم رہا اگر سخت دل ہو جاتا تو وہ بہت دور ہو جاتے، آپ ان کو معاف کر دیں اور ان کیلئے معافی مانگیں، صحابہ پر یہ اللہ کا زبردست انعام ہے کہ حضور (ﷺ) سے فرمایا کہ تو ان کیلئے معافی مانگ کہ میں بھی اُن سے راضی ہو جاؤں اس آیت مقدسہ میں صحابہ کرام کی عظمت کا بڑا واضح اور کھلا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب سے فرماتا ہے کہ ان کیلئے معافی مانگیں ”وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا“ کے ارشاد میں بھی یہی حکمت واضح ہے کہ جو تیرے دروازے پر آئیں اور اللہ سے معافی مانگیں اور تو بھی ان کی سفارش کر دے تو وہ اللہ کو تواب اور رحیم پائیں گے۔

اس ارشاد سے واضح ہوتا ہے حضور ﷺ بندے اور خدا کے درمیان عظیم وسیلہ ہیں، انبیاء علیہم السلام کے دنیا میں بھیجے کا فلسفہ بھی یہی سمجھ آتا ہے کہ وہ خدا اور بندوں کے درمیان عظیم ذریعہ ہیں اور عظیم وسیلہ ہیں۔

”فاعف عنہم“ کے ارشاد سے حضور ﷺ کی صفت درگزر اور معافی کا عنوان واضح ہے۔ قرآن مقدس نے سورہ اشعراء میں اس عظیم صفت کا ذکر اس طرح فرمایا ہے ”خذ العفو و امر بالعرف“ معاف کیجئے اور نیکی کا حکم دیجئے۔ حضور ﷺ کے اس عظیم وصف درگزر کے بارہ میں بہت سے واقعات و دلائل ملتے ہیں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور ﷺ سے سخت کلامی کی، صحابہ نے اس پر سختی کا ارادہ کیا، حضور ﷺ نے فرمایا اسے چھوڑ دو اور ایک اونٹ خرید کر اس کا حق ادا کرو، صحابہ نے عرض کی حضور اس وقت جتنے اونٹ دستیاب ہیں وہ سارے کے سارے اس کے اونٹ سے افضل ہیں، فرمایا وہی خرید کر اسے ادا کرو تم میں بہتر وہ ہے جو قرض اچھی طرح ادا کرے جس نے حضور ﷺ سے قرض لینا تھا اُس نے یہ مطالبہ سختی سے کیا تھا۔ حضور ﷺ کے صفت درگزر و عفو کے عنوان پر فتح مکہ پر حرم کعبہ میں بیٹھے سارے دشمنوں کو فرمایا ”اذہبوا انتم الطلقاء لا تشرب علیکم الیوم“ جاؤ تم سب آزاد ہو کوئی گرفت نہیں، زبردست دلیل ہے، بُرا ہو تعصب کا، ضد کا کہ دشمنوں نے اسلام کی ہزار ہا نرمیوں، شفقتوں کے باوجود اُسے دہشت گردی سے تعبیر کیا۔ (معاذ اللہ)

تاریخ اسلامیہ کا عظیم ذخیرہ اس پر شاہد ہے حضور ﷺ نے اپنے دشمنوں سے عفو و درگزر کا مظاہرہ فرمایا ہے۔ آیہ مبارکہ میں حضور ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے جب آپ ان کیلئے معافی طلب کر لیں تو آپ اُن سے اپنے معاملات میں مشورہ بھی لے لیا کریں اسلام نے مجلس شوریٰ کے عنوان کو کئی ایک مقامات پر ذکر فرمایا ہے حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی کام میں مسلمان سے مشورہ کرے اللہ تعالیٰ اُسے درست کام کی ہدایت دے دیتا ہے اس آیہ مبارکہ میں حضور ﷺ کو تین باتوں کا حکم فرمایا گیا ہے۔ (۱) پہلی بات اُن سے جو خطا ہوئی معاف فرما دیں، پتہ چلتا ہے کہ کسی بھی راہنما مربی مصلح کیلئے ضروری ہے کہ اپنے اندر جذبہ درگزر پیدا کرے۔ (۲) دوسری بات اُن کیلئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کریں، قومی راہنما کو درس ہے کہ قوم کیلئے رب سے معافی بھی مانگے، اُن کیلئے دعا کرے۔ (۳) تیسری بات یہ ہے کہ اپنے کاموں میں ان

سے مشورہ بھی کریں۔ اس میں اُن کا حوصلہ بھی ہے کام میں شریک کرنے کا اعزاز بھی ہے، ان پر ذمہ داری ڈالنے کا احساس بھی ہے، جن سے مشورہ لیا جائے اسلام نے انہیں بھی پابند کیا ہے کہ مشورہ اچھا دیں، حضور ﷺ فرماتے ہیں جس سے مشورہ طلب کیا جائے، اس پر لازم ہے کہ وہی بات کہے جو اپنے لئے تجویز کرتا ہے، ہاں مشورہ کے سلسلہ میں یہ بھی یاد رہے کہ جن معاملات میں قرآن و حدیث نے اٹل فیصلہ کر دیا ہے اس میں مشورہ کی ضرورت نہیں وہ معاملہ اسی طرح ہی ہوگا جس طرح قرآن و حدیث نے فرما دیا ہے، فرائض میں مشورہ نہیں کہ نماز پڑھے یا نہیں، حج کرے یا نہیں البتہ فرائض کی ادائیگی کے عنوان سے مشورہ کیا جاسکتا ہے کہ جن معاملات میں وحی الہی نے سمت مختص کر دی ان میں حضور ﷺ نے مشورہ نہیں لیا جن میں ایسا نہیں ہوا اُن میں مشورہ لیا ہے۔ مثلاً جنگ بدر کے موقع پر مشورہ ہوا ہے، صحابہ نے عرض کی حضور آپ کے ساتھ ہیں جیسا حکم ہو، عمل ہوگا، ہم موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی طرح نہیں کہ اپنے نبی کو کہہ دیں کہ جائیں آپ خود لڑیں، یا جیسے احد کے موقع پر مشورہ ہوا ہے کہ جنگ مدینہ منورہ میں رہ کر لڑی جائے یا باہر جا کر۔ یا جیسے غزوہ خندق کے موقع پر صلح کے معاملہ پر سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ نے رائے سے اختلاف کیا ہے یا جیسے حدیبیہ کے معاملہ میں مشورہ ہوا ہے، صدیق اکبر کی رائے پر فیصلہ ہوا ہے۔ واقعہ افک پر مشورہ ہوا ہے کہ ان سب معاملات میں وحی الہی کی طرف سے کسی متعین راستہ کا حکم نہیں دیا گیا تھا۔

حضور ﷺ کو مشورہ لینے کے حکم میں یہ راز بھی ہے کہ جب صاحب نبوت سید الانبیاء علیہ السلام مشورہ لیتے ہیں تو دوسرا کون ہے جو بے نیازی کا مظاہرہ کرے، مشورہ کے سلسلہ میں قرآن مقدس کا ارشاد ”وامرهم شورى بينهم“ واضح دلیل ہے، قرآن مقدس نے جو نظام چلانے کیلئے شوریٰ کا حکم دیا ہے یہ اتنا بڑا بردست حکم ہے کہ دنیا کے تمام جمہوری ممالک اس پر عمل پیرا ہیں، اسلام سے مخالفت کے باوجود اس کے شورائی نظام کے قائل ہیں صوبائی، قومی اسمبلیاں خاصی حد تک اس ضابطہ کی ترجمانی کرتی ہیں۔ آیہ کریمہ کے آخری حصہ میں فرمایا گیا جب مشورہ سے کوئی فیصلہ ہو جائے تو پھر اللہ پر بھروسہ کر کے کرگزر،

اپنی رائے مشورہ پر بھروسہ نہ کرو بلکہ بھروسہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پر کرو کہ تمام تدبیریں اللہ کے قبضہ قدرت میں ہیں۔

اس آیہ کریمہ سے یہ بھی واضح ہو رہا ہے کہ توکل اسباب ترک کرنے کا نام نہیں ہے، اسباب کو چھوڑ کر توکل کرنا اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔ حضرت انس فرماتے ہیں ایک شخص نے حضور ﷺ سے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں اونٹنی کو باندھ کر توکل کروں یا اس کو کھول کر توکل کروں آپ ﷺ نے فرمایا اس کو باندھ کر توکل کرو۔ توکل کے عنوان کو قرآن مقدس نے ایک مقام پر اس طرح فرمایا ہے ”وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ“ جو اللہ پر بھروسہ کرے تو وہ اُسے کافی ہے، ایک مقام پر مومنین کو اس طرح ارشاد ہے ”وَعَلَى اللَّهِ فَتَوَكَّلُوا إِن كُنْتُمْ مَوْمِنِينَ“ اگر تم ایمان دار ہو تو اللہ پر ہی بھروسہ کرو۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

اے ایمان والو! اگر اللہ تمہاری مدد کرے تو تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا اور اگر وہ تمہارا (ساتھ) چھوڑ دے تو (پھر) کون ہے جو تمہاری مدد کرے گا اس کے بعد اور صرف اللہ پر ہی ایمانداروں کو بھروسہ کرنا چاہئے۔ (۱۶۰)

إِنْ يَنْصَرِكُمْ اللَّهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ وَإِنْ يَخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِي يَنْصَرِكُمْ مِنْ بَعْدِهِ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ

اللہ
صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں اللہ رب العزۃ نے مشورہ کرنے کا حکم دیا تھا، اب اُس مجلس شوریٰ کے فیصلہ کو مضبوط کرنے اور انجام کے بہتر ہونے کیلئے فرمایا گیا ہے کہ مسلمانوں! عقیدہ یہ رکھو کہ حقیقی مددگار اللہ ہی ہے تمہاری ساری کوششیں اور انجام کام کیلئے تمام ذرائع کامیاب اسی وقت ہوں گے جب اللہ کی مدد شامل حال ہوگی اگر اس نے تمہارا ساتھ چھوڑ دیا تو اس کے بعد کوئی دوسرا نہیں جو تمہیں مدد دے سکے، اللہ پر ہی

بھروسہ چاہئے مسلمانوں کو اللہ کی ذات پر بھروسہ کا حکم دیا جا رہا ہے۔

جنگ بدر میں تم مسلمان قلیل تعداد میں تھے بے سرو سامان تھے، جنگی سامان سے لیس بھی نہ تھے، مگر اس کی مدد نے تمہارا ساتھ دیا کثیر تعداد میں دشمن کی مسلح فوج مار کھا گئی، قتل ہوئی، پکڑی گئی وہاں تمہیں عظیم فتح نصیب ہوئی، اللہ کی مدد شامل تھی اس کا فضل سایہ فلک تھادوسرے پہلو پر نگاہ کریں، احد میں تمہاری کثرت بھی تھی تم ہتھیار بند مسلح بھی تھے مگر یہاں پر مسلمانوں! تمہیں میدان چھوڑنا پڑا، اللہ کی مدد شامل حال ہو تو کوئی غالب نہیں آ سکتا اگر تمہاری کسی کوتاہی پر اللہ تعالیٰ مدد چھوڑ دے تو دنیا کا کوئی بڑے سے بڑا سہارا بھی تمہیں نہیں بچا سکتا، تمہیں چاہئے کہ اپنی زندگی کے کسی میدان میں، کسی مرحلہ پر، کسی حال میں اپنے رب پر بھروسہ نہ چھوڑیں، وہ بھروسہ کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے، رحمت سے نوازتا ہے، عزت بخشتا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی اصلاح کبھی پیار سے فرماتا ہے، جیسے بدر شریف میں ہوا کبھی تنبیہ سے جیسے احد میں ہوا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جس طرح اللہ نے تمہاری مدد بدر میں کی اس طرح فرمائے تو تم پر کوئی غالب نہیں آ سکتا اور جس طرح جنگ احد میں تم بے سہارا رہے ایسے ہو تو پھر کوئی تمہاری مدد نہیں کر سکتا، ایمانداروں کو اپنی اطاعت کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور اسی پر بھروسہ کرنے کا سبق دیا گیا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَغْلُظَ وَمَنْ يَغْلُظْ يَأْتِ
يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثُمَّ تُوَفَّى كُلُّ نَفْسٍ مَّا
كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿۱۶۱﴾

کسی نبی کو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ وہ خیانت
کرے اور جو شخص خیانت کرے گا وہ خیانت کی
گئی شے کو قیامت کے دن لے کر آئے گا پھر ہر
شخص کو اس کے عمل کا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان
پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ (۱۶۱)

اللہ
الْعَظِيمُ

تفسیر

اس آیہ کریمہ کے اترنے کا سبب یہ بنا اُحد پہاڑ پر جن پچاس تیر اندازوں کو درہ کی حفاظت پر مامور کیا گیا تھا وہ ابتدائی فتح کو دیکھ کر درہ چھوڑ کر مال غنیمت کی طرف لوٹے کہ شاید بعد میں حصہ نہ ملے تو یہ حکم نازل ہوا، نبی کی شان نہیں کہ وہ خیانت کرے اس ارشاد میں مقام نبوت کی عصمت بھی واضح ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کو ہر چھوٹے بڑے گناہ سے معصوم بنایا ہے، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت اس طرح بھی ہے کہ جنگ بدر کے موقع پر ایک چادر گرم ہو گئی کچھ لوگوں نے کہا شاید یہ چادر حضور ﷺ نے رکھ لی ہو، تو یہ حکم نازل ہوا کہ ایسا کام شان نبوت کے منافی ہے جس میں خیانت ہو (معاذ اللہ)۔ کہ ایسا کرنا شان نبوت کے منافی ہے مال میں خیانت ایک جرم ہے جو کسی بھی مومن کو زیب نہیں دیتا چہ جائیکہ حضور ﷺ کے متعلق خیال کیا جائے (معاذ اللہ) اس آیہ کے شان نزول کے متعلق امام فخر الدین رازی نے یہ بھی لکھا ہے کہ بعض صحابہ نے چاہا کہ مال غنیمت انہیں زیادہ دیا جائے تو یہ حکم نازل ہوا۔

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں فتح خیبر کے دن صحابہ میں کسی شخص کی شہادت کا ذکر ہوا تو حضور ﷺ نے فرمایا میں نے اُسے دوزخ میں دیکھا ہے، کہ اس نے مال غنیمت سے ایک چادر چرائی تھی، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے خیبر کے دن ایک شخص کو اچانک تیر لگا اور وہ فوت ہو گیا، صحابہ نے اس کی موت پر اچھا تذکرہ کیا حضور ﷺ نے فرمایا خیبر کی غنیمت سے جو اس نے چادر لی تھی وہ اس کے حصہ کی نہ تھی، وہی چادر اس کے اوپر شعلہ بن کر جل رہی ہے (استغفر اللہ)

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

أَفَمَنْ أَتَّبَعَ رِضْوَانُ اللَّهِ كَمَنْ بَاءَ بِسَخَطِ مَنِ
اللَّهُ وَمَاؤُهُ جَهَنَّمُ وَيُسَّ الْمَصِيرُ ۝ هُمْ
دَرَجَاتٍ عِنْدَ اللَّهِ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا يَعْمَلُونَ ۝

صَلَّى
الْعِظَمِ

کیا جو شخص اللہ کی رضا پر چلا وہ اس جیسا ہوگا جو
اللہ کے غضب کے ساتھ لوٹا اور اس کا ٹھکانہ
دوزخ ہے اور وہ کیسا بُرا ٹھکانا ہے (۱۶۲) وہ لوگ
جو اللہ کے ہاں جنت کے اونچے درجات میں ہیں
اور اللہ دیکھتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں (۱۶۳)

تفسیر

اس آیہ کریمہ میں جنگ احد کی طرف روانگی کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ کچھ لوگ تو حضور ﷺ کے اشارہ پر جانیں
نثار کرنے کیلئے فوراً تیار ہو گئے اور کچھ لوگ سوچ بچار میں ہی رہ گئے اور روانہ نہ ہوئے ایک تیسرا طبقہ بھی تھا
جو روانہ تو ہو گیا مگر کچھ دور جا کر دیکھا کہ حالات کا مقابلہ مشکل ہے تو وہ واپس ہو گیا، (یہ طبقہ اور سفر نہ کرنے
والا گروہ دراصل ایک ہی تھا) رب قدوس جل مجدہ نے اس آیہ کریمہ میں ان دونوں گروہوں کا ذکر فرمایا ہے
اس گروہ کا بھی ذکر ہے جنہوں نے یہ سفر اللہ کی رضا کے حصول کیلئے کیا اور اس گروہ کا بھی ذکر فرمایا جو رب کو
ناراض کرنے والا تھا، ان دونوں کا ذکر اس طرح فرمایا ”کیا وہ طبقہ جو اللہ کی رضا کیلئے زندگی گزارتا ہے وہ
ایسے لوگوں کی طرح ہو سکتا ہے جس نے اللہ کو ناراض کر کے اپنی عاقبت خراب کر لی، یہ دونوں گروہ ایک جیسے
نہیں ہو سکتے۔ دوزخ بہت بُرا ٹھکانہ ہے، وہ طبقہ جو اللہ کی رضا پر چلتا ہے وہ جنتی لوگ ہیں اور جنت کے
مختلف درجات میں رہیں گے، کوئی اعلیٰ درجہ کا مقیم کوئی اس سے بھی بلند مقام میں۔۔۔ یہ بھی معنی کیا گیا ہے
کہ جہنمی لوگوں کے جہنم میں مختلف درجات ہوں گے کسی کیلئے عذاب سخت ہے کسی کیلئے اس سے بھی سخت
ہے، وہ لوگ اپنے اپنے کردار کی بناء پر سزا پائیں گے یہ بھی معنی کیا گیا ہے کہ جنتی اور دوزخی برابر نہیں، جنتی
اعلیٰ مقامات میں ہوں گے جبکہ جہنمی دوزخ کے شدید عذاب کے طبقہ میں، یہ اچھے اور برے لوگ جو کچھ کر
رہے ہیں اللہ انہیں دیکھ رہا ہے۔

اس آیہ پاک سے واضح ہے کہ مومن اور کافر برابر نہیں ہو سکتے مومن خدا کی رحمت میں رہتا ہے، جبکہ کافر اپنے کردار کی وجہ سے خدا کے غضب میں۔ ایمان جنت میں جانے کی نشانی ہے اور کفر، جہنم کا ایندھن بننے کی علامت ہے۔ اللہ کی رضا کے مطابق چلنا روحانیت کا ایک بڑا مقام ہے جو بندے کیلئے دنیا اور آخرت میں سرفرازی، عزت اور بلندی کا باعث بنتا ہے، جنگ اُحد میں پہنچ کر اللہ کی رضا کیلئے لڑنے والے ان کے برابر نہیں ہو سکتے جو گئے ہی نہیں۔ قرآن مقدس نے اس عنوان کو اس طرح بھی فرمایا ”افنجعل المسلمین کالمجرمین“ کیا ہم مسلمانوں کو مجرموں کی طرح بنادیں گے، نہیں ایسا ہرگز نہیں ہوگا، نور اور ظلمت، دن اور رات، سیاہی اور سفیدی، اطاعت اور انکار دونوں مختلف صورتیں، ایک جیسی کیسے ہو سکتی ہیں، اس ارشاد سے جاں نثار لوگوں کی سر بلندی اور اعزاز واضح ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

بے شک اللہ نے ایمانداروں پر بڑا احسان فرمایا کہ اُن میں انہیں سے ایک (بڑی شان والا) رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیات پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور کتاب و حکمت سکھاتا ہے اور وہ لوگ اس سے پہلے گمراہی میں تھے (۱۶۳)

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا
مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ
وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ
لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝
صَلَّى اللہُ
عَلَيْهِمُ
الْعَظِيمِ

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں ان لوگوں کی تردید کی گئی جنہوں نے کہا ہو سکتا ہے مال غنیمت سے گمشدہ چادر حضور ﷺ نے لے لی ہو (معاذ اللہ) اب اس آیہ کریمہ میں حضور ﷺ کی عظمت شان کا ذکر فرمایا جا رہا ہے کہ جس ذات والا صفات کی یہ شان مقدس ہو اس پر لوگوں کو عیب لگاتے اللہ کا ڈر اور اس کا غضب یاد آنا چاہئے اس آیہ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا حضور ﷺ کا وجود مسعود پوری انسانیت پر بہت بڑا احسان ہے اگرچہ حضور

ﷺ کا وجود مبارک تمام عالم کے لئے اور ہر مومن و کافر کیلئے بہت بڑی نعمت اور بہت بڑا احسان ہے مگر مومنین کا ذکر اس لئے فرما دیا گیا کہ اس ذات والا صفات سے مکمل طور پر استفادہ کیا تو مومنین نے کیا، جیسے قرآن مقدس کے بارہ میں ارشاد ہے کہ ”ہدی للمتقین“ کہ یہ کتاب متقین کیلئے ہدایت ہے حالانکہ قرآن مقدس پوری کائنات کیلئے ہدایت ہے، اللہ تعالیٰ جل مجدہ نے بندوں کو بے شمار انعامات و کرامات سے نوازا ہے دل و دماغ، عقل و فکر، روح، آنکھ، کان، علم، فضل، شرف، چاند تارے، سورج، بحر و بر مگر کسی انعام دینے پر احسان کا ذکر نہیں ملتا۔ حضور ﷺ کے بھیجنے پر احسان کا ذکر ہے تاکہ پتہ چل جائے کہ تمام نعمتوں سے بڑی نعمت رسول اللہ ﷺ کا وجود ہے، اس ارشاد سے یہ بھی واضح ہو جائے کہ اصل نعمت رسول اللہ ﷺ کا وجود مسعود ہے باقی ساری نعمتیں اس کے تابع ہیں، چاند سورج کائنات کیلئے بڑی نعمتیں ہیں مگر اس نعمت کبریٰ کے تابع ہیں، دونوں تعمیل حکم میں کام کرتے ہیں، احسان فرمانے کے ارشاد سے اس طرح بھی صورت سامنے آتی ہے تمام نعمتیں بے وفائی کر جاتی ہیں، موت آئی تو مال دولت، اولاد، لشکر سپاہ سب نے جواب دے دیا مگر یہ نعمت عظمیٰ قبر میں، حشر میں معین و مددگار ہے، یہ اللہ کا بہت بڑا احسان ہے کہ ایسی عظیم نعمت عطا فرمائی جس میں وفائی وفا ہے، عطا ہی عطا ہے، اس عظیم نعمت کا دوسری نعمتوں سے ایک اور بڑا نمایاں فرق ہے، ہر نعمت بڑھتی بھی ہے گھٹتی بھی ہے، آج آنکھیں ٹھیک ہیں کل کو کمزور بھی ہو سکتی ہیں، آج مال و دولت نہیں کل کو مل بھی سکتا ہے۔ آج صحت ٹھیک ہے کل کو خراب بھی ہو سکتی ہے، ہر نعمت میں بڑھاؤ، گھٹاؤ دکھائی دیتا ہے، مگر حضور ﷺ کی وہ نعمت ہیں جس میں بڑھاؤ تو ہے مگر گھٹاؤ نہیں، اس موقف کی تائید میں رب قدوس جل مجدہ کا یہ ارشاد واضح دلیل ہے ”وللاخيرة خیر لك من الاولى“ اے محبوب تیرے لئے ہر پچھلا لمحہ پہلے سے بہتر ہے، عمدہ ہے“

اس آیه مبارکہ کہ ہر پچھلا لمحہ تیرے لئے پہلے سے بہتر ہے، کا ترجمہ یہ بھی کیا گیا ہے کہ ہر لمحہ حضور کے کمالات بڑھ رہے ہیں، اگر اسے یوں بھی ذکر کر دیا جائے کہ آپ کی ذات والا صفات پر قدرت نے بے

پناہ حجابات رکھے ہیں قیامت تک یہ حجابات اٹھتے رہیں گے، اور حسن نکھرتا رہے گا لوگ قطار در قطار حلقہء اسلام میں آتے رہیں گے، تو یہ معنی کرنے میں بھی حرج نہیں۔

آج پورا کفر بُش کی قیادت میں اسلام کے خلاف اکٹھا ہو چکا ہے، مگر اللہ کا فضل ہے کہ اسلام پھر بھی اپنی صداقت کے باعث اپنی تیز رفتاری سے آگے جا رہا ہے اور صدیوں پہلے کے ادیان بہت پیچھے ہیں۔ اس آئیہ مقدسہ میں اس شاندار رسول کی کئی عظمتوں کا ذکر ہے، وہ تم میں سے ہیں، فرشتوں اور جنات سے نہیں، اس سے انسانیت کو سرفرازی ملی کہ حضور ﷺ انسانوں میں سے ہیں۔

انسانیت کو فخر ملتا تیری ذات سے بے نور تھا خرد کا ستارہ تیرے بغیر
دوسری فضیلت کا ذکر اس طرح فرمایا گیا کہ وہ لوگوں کو قرآن پڑھ کر سناتے ہیں، سکھاتے ہیں، تیسری صفت کا ذکر اس طرح ہوا کہ وہ صرف قرآن پڑھاتے، سکھاتے ہی نہیں بلکہ اپنی نگاہ کرم سے دل و دماغ عقائد و خیالات کو بھی بدلتے ہیں، چوتھی صفت کا ذکر اس طرح فرمایا کہ وہ کتاب و حکمت کے معلم بھی ہیں، لوگوں کو کتاب و سنت کی تبلیغ کرتے ہیں، سکھاتے ہیں پڑھاتے ہیں، اور سیدھی راہ پر چلاتے ہیں۔ پانچویں صفت کا ذکر اس طرح ہوا کہ حضور کی آمد سے قبل لوگ گمراہی میں مبتلا تھے، ان کی آمد سے بھی لوگوں کو سیدھی راہ مل گئی، پہلے انبیاء کرام علیہم السلام نے بھی ہدایت سکھائی، راہ حق دکھائی، یہ بھی آسمان نبوت کے ستارے ہیں، مگر ستاروں سے رات نہیں جاتی، رات تو اسی وقت جائے گی جب سورج طلوع ہوگا، محبوب کائنات ﷺ کا آنا ہے، یا آفتاب نبوت کا طلوع ہونا ہے، حضور ﷺ کی آمد پر اس عظیم روحانی انقلاب میں پانچ صفات طیبات نمایاں دکھائی دیتی ہیں۔ آپ کی آمد کا انقلاب کس قدر عظیم تھا کہ ڈاکو، چور، قاتل رہبر و رہنما بن گئے۔

اس آئیہ کریمہ میں لفظ ”من انفسہم“ کو ایک قرآۃ پر زبر کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے کہ آپ اُن میں سے نفیس ہیں کہ بنو ہاشم سے ہیں اور بنو ہاشم قریش میں اعلیٰ و افضل ہیں۔ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ہے جبریل نے حضور ﷺ سے عرض کی یا رسول اللہ ”قلبت الارض مشارقہا و مغاربہا ولم اجد مثلك قط“ یا رسول اللہ! میں نے مشرقوں اور مغربوں کو اچھی طرح دیکھا ہے مگر آپ کا جواب نہیں۔

حضور ﷺ کا انسانوں میں سے بھیجنا بھی بہت بڑا احسان ہے کہ لوگ آپ سے فیض حاصل کر سکیں کسی اور جنس سے ہوتے تو یہ استفادہ مشکل تھا۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ”انما انفسکم نسبا و صہرا“ میں حسب اور سسرال کے لحاظ سے تم سب سے افضل ہوں۔ قیصر روم نے جب ابوسفیان سے کئی سوالات کئے جن کا ذکر بخاری شریف حصہ اول میں ہے اُن میں ایک سوال یہ بھی تھا ”کیف نسبہ فیکم“ اس کا خاندان کیسا ہے، تو جناب ابوسفیان نے جواب دیا تھا ”ہو فینا ذو نسب“ وہ ہم میں اعلیٰ خاندان سے ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
 اَوَلَمَّا اَصَابَتْکُمْ مُصِیْبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مَثَلِهَا
 قُلْتُمْ اِنَّا هَذَا قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِکُمْ
 اِنَّ اللہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ
 کیا جب تمہیں کوئی مصیبت پہنچے کہ اس سے
 دو گنا تم پہنچا چکے ہو تو کہنے لگو یہ کہاں سے آئی
 (محبوب) تم کہہ دو وہ تمہاری طرف سے ہی آئی
 ہے بے شک اللہ ہر شے پر قادر ہے (۱۶۵)

صلی اللہ علیہ
 و آلہ وسلم

تفسیر

جنگ اُحد میں شکست ہو جانے پر کچھ لوگ اس قسم کی غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے کہ جب اسلام حق ہے اور ہم میں اللہ کا رسول موجود ہے اور اللہ کی فتح ہمارے ساتھ ہے، کفار ہم پر فتح پائی نہیں سکتے، ان خیالات کے ساتھ ان کی توقعات کو ٹھیس پہنچی، تو اللہ تعالیٰ نے ان کی اس ذہنی پریشانی کو دور کرنے کیلئے یہ آیہ پاک نازل فرمائی اس آیہ پاک میں مسلمانوں کو یہ بات یاد دلائی جا رہی ہے کہ جتنی مصیبت تم پر آج پڑی ہے اس سے دو گنا زیادہ تم بھی اپنے دشمن پر ڈال چکے ہو، واقعہ بدر کی طرف اشارہ فرمایا جا رہا ہے کہ اُحد کی جنگ میں مسلمان ستر (۷۰) شہید ہوئے جبکہ بدر میں تمہارے ہاتھوں ستر (۷۰) کفار مارے گئے اور ستر (۷۰) گرفتار ہوئے تو یہ دو گنا تکلیف تمہارے ہاتھوں کفار کو مل چکی ہے اگر اب شکست ہو بھی گئی تو حوصلہ کرو اور غلط قسم

کے تصورات و نظریات ذہنوں میں نہ لاؤ۔

پھر مزید اطمینان اور تسلی کیلئے فرمایا گیا کہ تمہارا یہ نظریہ کہ تمہیں شکست نہیں ہونی چاہئے تھی، تم تو حق پر تھے یہ کیوں ہوا؟ تو فرمایا یہ جو کچھ ہوا سارے کا سارا تمہاری اپنی طرف سے ہے یہ دکھ تکلیف اس وجہ سے نہیں کہ دشمن کی طاقت زیادہ تھی، بلکہ تمہاری غلطیوں کے باعث ہی ہوا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے حکم ماننے میں کوتاہی ہوئی ”فباذن اللہ“ کے ارشاد سے واضح ہے کہ قدرت کو ایسے ہی منظور تھا جو ہو گیا پھر اس شکست میں یہ حکمت بھی تھی کہ ایمانداروں اور منافقوں میں امتیاز ہو جائے، مسلمانوں کے اخلاص کا پتہ چل جائے اور منافقین کے نفاق کا عبد اللہ بن ابی اور اس کے تین سوسا تھی اسلامی فوج سے نکل گئے انہیں کہا گیا، ایسا نہ کرو اور رسول اللہ ﷺ کا ساتھ نہ چھوڑو تب بھی یہ لوگ نہ مانے اور کہا یہ جنگ نہیں ہوگی۔ اس کا دوسرا معنی یہ بھی کیا گیا ہے ہمیں جنگ لڑنے کا طریقہ بھی نہیں آتا، ہم تو صلح والے لوگ ہیں مرنے والے نہیں، یہ معنی بھی کیا گیا ہے کہ اتنے بڑے مضبوط لشکر سے ٹکر لینا جنگ نہیں خود کشی ہے، اس طرح اللہ تعالیٰ نے منافقین کا پردہ چاک کر دیا اور انہیں مسلمان سمجھنے والے لوگوں پر ان کا نفاق واضح کر دیا۔

مسلمانوں کو حوصلہ دیا جا رہا ہے کہ بدر میں کفار نے تم سے بری طرح مار کھائی، قتل ہوئے قیدی بنے مگر پھر بھی بدل نہیں ہوئے، حوصلہ نہیں ہارے بلکہ ٹھیک ایک سال بعد ہی جنگ احد کیلئے تیار ہو گئے، اور لڑے، تم تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان رکھنے والے ہو، کمزور باتیں کیوں کرتے ہو حوصلہ کرو اسی پر بھروسہ رکھو، وہی تمہارا مددگار و کارساز ہے بے شک اللہ ہر شے پر قادر ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَمَا أَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَفَى الْجَمْعَنِ فَيَا ذِي اللَّهِ
وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِينَ ۚ وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ كَافَرُوا ۚ
قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ اذْفَعُوا
قَالُوا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَا اتَّبَعْنَاكُمْ هُمْ لِلْكَفَرِ
يَوْمَئِذٍ أَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْإِيمَانِ يَقُولُونَ يَا أُفٍّ لَهُمْ
تَالَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُونَ ۚ

اللہ
الصلوات
الطیبہ

دو گروہوں کے مقابلہ کے دن جو تمہیں تکلیف
پہنچی وہ اللہ کے حکم سے تھی اور اسلئے کہ اللہ
ایمانداروں کو نمایاں کر دے (۱۶۶) اور
منافقوں کو الگ کر دے اور انہیں (منافقین) کو
کہا گیا آؤ اللہ کی راہ میں جنگ لڑو یا (کم از کم
شہر کا دفاع ہی کرو) تو جواب دیا اگر ہم جانتے
کہ جنگ ہوگی تو ضرور اتباع کرتے (ان کا
نظریہ تھا کہ جنگ ہوگی ہی نہیں) اس دن وہ
لوگ ایمان کی نسبت کفر کے زیادہ قریب تھے،
وہ اپنے منہ سے ایسی بات کہہ رہے تھے جو ان
کے دلوں میں نہیں تھی اور اللہ ان چیزوں کو زیادہ
جاننے والا ہے جن کو وہ چھپاتے ہیں۔ (۱۶۷)

تفسیر

اس آیہ کریمہ میں جنگ احد میں شکست ہونے کی ایک حکمت فرمائی گئی ہے کہ مومنین اور منافقین میں واضح
امتیاز ہو جائے اور پھر فرمایا گیا کہ یہ سب کچھ قضا و قدر کے مطابق اذن الہی سے ہی ہوا ہے، یہ بھی حکمت
فرمائی گئی کہ مشکلات و مصائب بھی امتحانی پرچہ ہوتے ہیں کہ بندہ اس سلسلہ میں کس حد تک کامیابی حاصل
کرتا ہے نیز اس آیہ پاک میں ”قاتلوا فی سبیل اللہ“ اللہ کی راہ میں لڑو، اس ارشاد میں کسی بھی کام کیلئے
اخلاص نیت کے عنوان کو فرمایا گیا کہ نیکی کا کوئی بھی کام کرو تو اللہ کی خوشنودی کیلئے کرو، منافقین کے اس
جھوٹ کا ذکر کیا گیا جو انہوں نے کہا ہمیں لڑنا نہیں آتا، ایمانداروں کو جھوٹ سے بچنے کا سبق ہے، جھوٹ

بولنا منافقین و کفار کی روش ہے جس سے ہمیں بچنا چاہئے، منافقین کی ایک اور حالت کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ وہ منہ سے بات کہتے ہیں مگر دل سے نہیں، یہ اُن کا نفاق ہے حق و صداقت کیلئے ضروری ہے کہ زبان اور دل دونوں متفق ہوں، نفاق ایک شدید مرض ہے، جو بندے کو حقیقت اسلام سے دور کر دیتا ہے اور جہنم کا ایندھن بنا دیتا ہے (خدا پناہ دے) اس آیہ کریمہ میں مسلمانوں کو یہ بھی سمجھایا جا رہا ہے کہ وہ کفر و نفاق کی چالوں سے بچیں یہ دونوں خطرناک زہریلے سانپ ہیں جو دُش کرایمان کو برباد کر دیتے ہیں آخر میں فرمایا گیا کہ اللہ ان کی خفیہ چالوں کو بہتر جانتا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد و علیٰ آلہ و اصحابہ بعدد خلقہ

وہ جنہوں نے اپنے بھائیوں کے بارہ میں کہا اور آپ بیٹھ رہے وہ ہمارا کہا مانتے تو مارے نہ جاتے تم کہہ دو اپنی جانوں سے موت ٹال لو اگر تم سچے ہو۔ (۱۶۸)

الَّذِينَ قَالُوا لِلْإِخْوَانِ نَحْمُوكُمْ وَقَدْ جَاءَكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ
فَلَوْلَا فَاذِرُوهُنَّ عَنْ أَنْفُسِكُمْ الْمَوْتَ إِنْ كُنْتُمْ
صَادِقِينَ

صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم

تفسیر

اس آیہ کریمہ میں منافقین کے ایک اور گھناؤنے کردار کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ وہ خود بھی جہاد میں جانے سے کئی کتراتے تھے اور بہانے بناتے تھے اس آیہ مبارکہ میں دوسروں کو روکنے کا ذکر ہے اور وہ شہید ہونے والوں سے طنز کرتے ہیں، کاش وہ ہماری بات مان جاتے جہاد میں جاتے ہی نہ یا جا کر جنگ سے قبل ہی لوٹ آتے تو مارے نہ جاتے۔ حضور ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے محبوب ان سے کہہ دیں اگر تم جہاد میں نہ جانے کی وجہ سے موت سے بچ گئے ہو تو پھر اپنے سے موت کو ٹال کر دکھاؤ اور دنیا میں ہمیشہ زندہ رہو، تم غلط کہہ رہے ہو، جنگ میں شامل ہونا مارتا نہیں، اور بزدل بن کر پیچھے بیٹھ جانا موت سے بچاتا نہیں۔ موت کا وقت مقرر ہے،

اس نے جب آنا ہے آہی جانا ہے، تم اپنے کو موت سے بچا نہیں سکتے تو بہتر ہے جہاد میں جاؤ، عزت کی موت دنیا سے رخصت ہو، رسوائی سے بچو، نیکی سے پیچھے ہٹنا کمزوری ہے، آگے بڑھ کر نیکی حاصل کرنا سعادت ہے، موت ایک ایسی گاڑی ہے جو ہر سٹیشن پر بروقت پہنچ جاتی ہے، آگے پیچھے نہیں ہوتی، یہ گاڑی ہماری دنیاوی گاڑی کی طرح نہیں کہ ہموار زمین پر ہی چل سکتی ہے، موت کی گاڑی دریاؤں، پہاڑوں، درختوں، ٹیلوں پر ہر جگہ جاسکتی ہے اور وہاں سے سواری اٹھا سکتی ہے۔ منافقین نے جن لوگوں سے یہ بات کہی کہ ہماری بات مان جاتے تو مارے نہ جاتے یہ بات عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھیوں نے قبیلہ خزرج کے لوگوں سے کہی تھی، تو رب قدوس نے ان کے جواب میں یہ آیہ مبارکہ اتاری۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے انہیں مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ اپنے رب کے نزدیک زندہ ہیں، انہیں رزق دیا جا رہا ہے (۱۶۹) اللہ نے جو اپنے فضل سے انہیں عطا کیا وہ اس پر خوش ہیں اور ان کے بعد والے لوگ جو ان سے نہیں ملے ان کے متعلق اس بشارت سے خوش ہیں کہ ان پر بھی نہ خوف اور نہ وہ غمگین ہوں گے (۱۷۰) وہ اللہ کی طرف سے نعمت اور فضل پر خوشی منا رہے ہیں اور بے شک اللہ ایمانداروں کا اجر ضائع نہیں فرماتا۔ (۱۷۱)

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا ۚ
بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ۚ فَرِحِينَ بِمَا
آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ
لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ مِنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ
وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۚ يَسْتَبْشِرُونَ بِنِعْمَةِ اللَّهِ
وَفَضْلِهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ ۚ

اللہ
صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں منافقین کے اُس نظریہ کی تردید فرمائی گئی ہے جو انہوں نے شہید ہونے والوں کے بارہ میں قائم کر لیا تھا، کہ مرنے والے لوگوں نے اپنے کو برباد کر لیا وہ لوگ بے سمجھ تھے، ہماری بات نہ مانی ورنہ مرتے نہ، اس ارشاد میں ان کی شدید تردید ہے۔ فرمایا گیا ہے جو اللہ کی راہ میں شہید ہو جاتا ہے وہ مردہ نہیں ہے وہ زندہ ہے اپنے رب کے ہاں اُسے رزق دیا جاتا ہے۔

اس آیہ مبارکہ کے اترنے کے سلسلہ میں سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت اس طرح ملتی ہے، حضور ﷺ نے فرمایا جو لوگ اُحد میں شہید ہوئے تو ان کی روحوں کو سبز پردوں میں رکھا، وہ جنت کی نہروں پر جاتی ہیں وہاں کے پھل کھاتی ہیں سنہری قدیلوں میں رہتی ہیں، انہوں نے بارگاہ قدس میں عرض کی کاش ہماری اس حسین زندگی کی خبر ہمارے پچھلے بھائیوں کو مل جائے تاکہ وہ جہاد کی نعمت سے محروم نہ رہیں اور یہ انعام حاصل کر سکیں تو یہ آیات نازل ہوئیں۔

ایک روایت میں اس طرح ہے حضرت جابر بن عبداللہ نے حضور ﷺ سے عرض کی حضور میرے والد گرامی اُحد میں شہید ہو گئے ہیں اور مجھ پر بہت ساقرض چھوڑ گئے ہیں تو حضور ﷺ نے حضرت جابر کو تسلی دی فرمایا جابر تجھے مبارک ہو اللہ تعالیٰ نے تیرے والد سے بلا حجاب گفتگو فرمائی، دیدار بخشا، رب قدوس نے فرمایا میرے بندے مانگ کیا چاہتا ہے عرض کی یا اللہ! مجھے پھر دنیا میں بھیج دے کہ پھر لڑوں اور شہید جاؤں، بارگاہ سے حکم ہوا ایسا کرنا تو ہمارے نظام کے خلاف ہے، تو عرض کی یا اللہ پھر میری یہ خبر دنیا میں بھیج دے کہ تو نے مجھ سے کس قدر پیار فرمایا، انعامات سے نوازا، چنانچہ یہ آیہ مبارکہ نازل ہوئی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس آیہ کریمہ کی تفسیر کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے جواب دیا کہ شہیدوں کی روحوں کو سبز پردوں میں ہیں اور وہ جنت میں جہاں چاہیں کھاتی پیتی ہیں اور عرش کے نیچے لٹکی ہوئی قدیلوں میں بسیرا کرتی ہیں۔

حیات شہداء کے بارہ میں مختلف اقوال ملتے ہیں مگر معتمد اور معتبر قول یہی ہے کہ ان کی حیات جسمانی ہے، صحابہ کرام کی ایک بڑی جماعت کا موقف یہی ہے۔ حضرت عمر بن الجموح، حضرت عبداللہ بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہما دونوں کی قبروں تک کسی سبب پانی پہنچ گیا تھا یہ دونوں جنگ اُحد میں شہید ہوئے تھے، اور ایک قبر میں مدفون تھے دوسری جگہ قبر بنانے کیلئے یہ قبر کھودی گئی تو جسم بالکل صحیح سلامت تھے، شہید ہونے اور اس واقعہ کے درمیان پینتالیس (۲۵) سال سے زیادہ عرصہ تھا۔ بہر حال اللہ کی راہ میں شہید ہونے والوں کی حیات طیبہ کے متعلق احادیث مبارکہ کا کافی ذخیرہ موجود ہے، شہداء کی حیات کے بارہ میں قرآن مقدس کی ایک اور آیہ مبارکہ میں حکم ہے، ”وَلَا تَحْسِبَنَّ الَّذِينَ“ اس آیہ پاک میں انہیں مردہ گمان کرنے سے بھی روک دیا گیا ہے، اس ضمن میں علامہ قرطبی کا موقف یہ ہے، شہداء کی حیات یقینی امر ہے، فرماتے ہیں زمین انبیاء، شہداء کے جسموں کو نہیں کھاتی، آیہ کریمہ کے آخر میں فرمایا گیا، شہداء اللہ کے فضل پر خوش ہوتے ہیں اور اللہ ایمان والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
 الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلَّهِ وَالرَّسُولِ مِنْ بَعْدِ مَا اٰصَابَهُمُ
 الْقَرْحُ لِلَّذِينَ احْسَنُوا مِنْهُمْ وَاَتَوْا اَجْرًا عَظِيْمًا ۝
 جن لوگوں نے زخمی حالت کے باوجود اللہ اور
 اس کے رسول (ﷺ) کے بلانے پر لبیک کہا اُن
 میں سے نیکی کرنے والوں اور اللہ سے ڈرنے
 والوں کیلئے بڑا اجر ہے۔ (۱۷۲)

للہ
 الصّٰلِحِیْنَ

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں تھا اللہ تعالیٰ ایمانداروں کا اجر ضائع نہیں فرماتا، اس آیہ مبارکہ میں ایمانداروں کے اوصاف کا ذکر فرمایا گیا ہے، اس آیہ مبارکہ کے نازل ہونے کا سبب یہ بنا، جنگ اُحد ختم ہونے کے بعد کفار مکہ مکرمہ کو جاتے ہوئے مقام روحا پہنچے تو خیال کیا کہ دوبارہ مدینہ منورہ پر حملہ کریں اور بچے کچھے مسلمانوں کو

اچھی طرح تہ تیغ کر دیں، ان کی عورتوں کو کنیزائیں بنالیں، جب انہوں نے اس فیصلہ کو عملی جامہ پہنانے کیلئے مدینہ منورہ پر فوج کشی کا ارادہ کیا تو حضور ﷺ نے بھی پھر اعلان فرمادیا کہ ابوسفیان کے مقابلہ کیلئے تیار ہو جاؤ، بس حضور ﷺ کا اعلان فرمانا تھا، زخمی، معذور، بیمار سبھی صحابہ کے اندر حق و صداقت کی حمایت کی بجلی کو ندگئی، حالت یہ تھی ایک دوسرے کو سہارا دے کر، کندھوں پر اٹھا کر جذبہ شوق شہادت سے سرشار ہو کر مقام روحا کی طرف بڑھ رہے تھے، ان جاں بازوں کی تعداد ستر (۷۰) تھی، کچھ لوگ جو رہ گئے تھے وہ حضور ﷺ کے حکم اور اجازت سے رہ گئے تھے، جاں بازوں کا یہ حیران کن قافلہ حمراء الاسد کے مقام تک پہنچ گیا، اتفاق سے ابوسفیان کے ایک دوست معبد نے مسلمانوں کی جرأت مندانہ صورت حال کو دیکھا کہ زخمی ہیں، معذور ہیں، بیمار ہیں مگر مقابلہ کیلئے تیار ہیں، ابوسفیان سے معبد کی ملاقات ہوئی تو پوچھا معبد تجھے کچھ پتہ ہے کیا ہو رہا ہے، معبد نے کہا ہاں پتہ ہے ستر (۷۰) جاں بازوں کا قافلہ نزدیک پہنچ چکا ہے ان کے جذبہ، ایثار اور جنون سے پتہ چلتا ہے اگر تمہارا اور ان کا مقابلہ ہو گیا تو وہ تمہیں تباہ و برباد کر دیں گے، معبد کی اس بات پر صفوان بن امیہ نے ابوسفیان سے کہا کہ چلیں یہاں سے نکلیں کہ جس جذبہ سے یہ لیس ہو کر آئے ہیں ہم مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔ چنانچہ کفار کا سارا کیا دھرا رہ گیا اور وہ اپنے مذموم ارادہ کو مکمل نہ کر سکے اور مکہ مکرمہ واپس چلے گئے۔

حضور ﷺ نے وہاں مقام حمراء الاسد میں تین دن تک قیام فرمایا، اور کامیاب و کامران واپس لوٹے، اس غزوہ کو غزوہ حمراء الاسد کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس آیہ مبارکہ میں اللہ رب العزۃ جل مجدہ نے ان لوگوں کو عظیم اجر کا حقدار ٹھہرایا جنہوں نے اپنی بیماری، معذوری اور زخمی حالت میں حضور ﷺ کی آواز پر لبیک کہا اور جنگ کیلئے نکل آئے، صرف ایک دن پہلے زخموں سے چور ہوئے اور دوسرے دن ہی دوبارہ سر بکف ہو کر آواز مصطفیٰ پر لبیک کہہ کر میدان میں آگئے اور ان کے جذبہ شہادت اور جاں نثاری کی ہیبت تھی کہ دشمن مقابلہ پر نہ آسکا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا
لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ
وَنِعْمَ الْوَكِيلُ ۝ فَانْقَلَبُوا بِنِعْمَةِ رَبِّهِمْ إِلَىٰ دِفْطَرِ رَبِّهِمْ
فَمَا يَسْئَلُهُمْ فِيهِمْ سُوءٌ ۝ فَاتَّبَعُوا رِضْوَانَهُ ۝ وَاللَّهُ
ذُو فَضْلٍ عَظِيمٍ ۝ إِنَّمَا ذَلِكُمُ الشَّيْطَانُ يُخَوِّفُ
أَوْلِيَآئَهُ ۝ فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُوا مِنِّي إِن كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ ۝

صَلَّىٰ
الْحَقِّ
الْعَظِيمِ

ان میں سے بعض لوگوں نے کہا تھا تمہارے
مقابلہ کیلئے بہت بڑا لشکر جمع ہو چکا ہے تم اُن
سے ڈرو، تو ان کا ایمان اور پختہ ہو گیا اور انہوں
نے کہا ہمیں اللہ کافی ہے، اور اچھا کارساز ہے
(۱۷۳) پس وہ اللہ کی نعمت اور فضل سے لوٹ
آئے اور انہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچی تھی، انہوں
نے اللہ کی رضا کی اتباع کی اور اللہ بڑے فضل
والا ہے (۱۷۴) وہ تو شیطان ہی ہے جو اپنے
دوستوں کو ڈراتا ہے اگر تم ایمان دار ہو تو اُن
سے نہ ڈرو مجھ سے ہی ڈرو (۱۷۵)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں بھی ایمانداروں کی جاں نثاری اور حضور ﷺ کے بلانے پر فوراً میدان جنگ کی تیاری کا
ذکر تھا، اس آیہ پاک میں انہیں جاں بازوں کے ایک اور حسین عمل کا ذکر فرمایا جا رہا ہے کہ وہ کسی کے
ڈرانے، دھمکانے سے بزدل نہیں ہوتے بلکہ ان کے ایمان میں مزید مضبوطی آتی ہے، جب لوگوں نے
مسلمانوں سے کہا تمہارے خلاف دشمنوں نے بہت سا سامان جنگ اکٹھا کر لیا ہے تو اس خبر نے ایمانداروں
کا جوش ایمان اور بڑھا دیا۔ صحابہ میں ایمان کی قوت تو پہلے دن سے ہی تھی، ایمان بڑھنے کا یہ معنی ہو گا کہ
ایمان کی صفات اور ثمرات کی زیادتی ہوئی، اللہ تعالیٰ نے ایمانداروں کے اس حسین جذبہ کا ذکر فرمایا کہ ان
پر ڈرانے کا کوئی اثر نہیں ہوا بلکہ سارے راستہ یہی عقیدہ مضبوط سے مضبوط ہوتا گیا ہمارے لئے اللہ کافی
ہے اور وہی بہتر کارساز ہے، یہ بات یاد رہے کہ صحابہ سے زیادہ تو اللہ پر توکل کسی کا نہیں ہو سکتا، مگر پھر بھی

یہاں جنگ کی تیاری ہے، حسب استطاعت سامان مہیا کیا گیا ہے، تاکہ پتہ چل جائے کہ تیاری کرنا تو کل کے خلاف نہیں بلکہ توکل کی روح ہے، یہاں حسینا اللہ کا نعرہ اُس وقت لگایا گیا ہے جب جنگ کیلئے سامان اور ذرائع پورے کر لئے گئے ہیں، عوف بن مالک فرماتے ہیں، اس عنوان پر حضور ﷺ نے ایک شخص کو فرمایا ”علیک بالکیس فاذا غلبک امر فقل حسبی اللہ“ تجھے چاہئے کہ سارے ذرائع اختیار کر پھر بھی عاجز ہو جاؤ تو کہو حسبی اللہ۔ کوشش تیاری، محنت، ہمت، عمل توکل کے خلاف نہیں۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ”حسبنا اللہ ونعم الوکیل“ کے راسخ عقیدہ پر جو انعامات ہوئے ان کا ذکر اس طرح فرمایا گیا کہ پہلا انعام یہ تھا کہ صحابہ اس میدان سے اللہ تعالیٰ کے انعام اور فضل سے واپس ہوئے، دوسرا انعام یہ تھا کہ حمراء الاسد کے بازار سے تجارت کا موقع ملا اور کامیاب نفع سے واپس ہوئے، تیسرا انعام یہ تھا کہ اللہ کی رضا کے ساتھ واپس ہوئے، چوتھا انعام یہ تھا کہ ”لم یمسہم سوء“ انہیں کسی طرح کی کوئی تکلیف نہیں پہنچی۔

آخری آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا ہے مسلمانوں کو مرعوب کرنے کیلئے دشمنوں کی فوج اور سامان جنگ کی بہتات کی خبر دینے والا شیطان ہے جو تمہیں اپنے دوستوں یعنی کفار سے ڈرانا چاہتا ہے۔ لوگو! اگر تم ایماندار ہو تو مجھ سے ہی ڈرو۔ اس آیہ مبارکہ کے اترنے کا سبب یہ بنا کہ جنگ احد ختم ہونے کے بعد جب ابوسفیان اور اس کے ساتھی مکہ مکرمہ جانے لگے تو فتح کے غرور میں ایک اور بڑھک ماری کہ اگلے سال پھر بدر صغریٰ کے مقام پر ہماری اور آپ کی مٹھ بھیڑ ہوگی۔ حضور ﷺ کی اجازت سے عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا، ہاں ان شاء اللہ ایسا ہوگا، چنانچہ اگلے سال ابوسفیان تیاری کر کے چلے تو راستہ میں ان کے دلوں پر ایمانداروں کی ہیبت چھا گئی اور آگے نہ بڑھ سکے، اتفاق سے ابن مسعود اشجعی سے ابوسفیان کی ملاقات ہو گئی اور اُسے کہا ہمارا یہ کام کرو، تمہیں دس (۱۰) اونٹ انعام دیا جائے گا، مدینہ جا کر مسلمانوں کو ڈراؤ کہ ابوسفیان کا لشکر بھاری ہے، آئے تو ہم جنگ کیلئے ہی تھے مگر موقع مناسب نہیں اگر ہم واپس ہو جائیں اور

مسلمان یہاں آجائیں تو ہماری عزت برباد ہو جائے گی، غرض یہ کہ تم جیسے ہو سکے مسلمانوں کو روک دو، یہی بات ابوسفیان نے عبدالقیس کے ایک قافلہ سے کہی کہ مسلمانوں کو ڈراؤ، دھمکاؤ اور جنگ میں نہ آنے دو چنانچہ مسعود اشجعی اور عبدالقیس کے لوگوں نے متفقہ طور پر مسلمانوں کو ڈرانے کی کوشش کی مگر ایمانداروں نے جواب میں یہ کہا ”حسبنا اللہ ونعم الوکیل“ ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہتر کارساز ہے۔ ان صحابہ کی عظمت میں یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔

صوفیاء کرام نے اس آیہ کریمہ ”حسبنا اللہ ونعم الوکیل“ کے بہت سے فوائد لکھے ہیں، اسکی باقاعدگی سے تلاوت کے باعث اللہ تعالیٰ بہت سی مشکلات و مصائب سے نجات دیتا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
وَلَا يَحْزُنُكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ إِنَّهُمْ لَنُيَذَّبَنَّاهُ اللَّهُ شَيْئًا يَرِيدُ اللَّهُ لِأَيِّجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا فِي الْآخِرَةِ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ إِنَّ الَّذِينَ اسْتَرَفُوا الْكُفْرَ بِالْإِيمَانِ لَنُيَذَّبَنَّاهُ اللَّهُ شَيْئًا وَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝

آپ ان لوگوں سے غمگین نہ ہوں جو کفر کے لئے بھاگ دوڑ کر رہے ہیں بے شک یہ لوگ (اسلام) کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے، اللہ چاہتا ہے، کہ آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہ ہو اور ان کیلئے بڑا عذاب ہے (۱۷۶) بے شک جن لوگوں نے ایمان کے بدلے کفر کو خرید لیا وہ (اسلام) کو ہرگز نقصان نہیں پہنچا سکیں گے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے (۱۷۷)

صلی اللہ علیہ وسلم
الصلوات

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں ان جلیل القدر مقبولین بارگاہ کا ذکر گزرا ہے جو مشکلات و مصائب میں حق پر ڈٹے رہے اور ان کے پائے استقامت میں کسی قسم کی لغزش نہ آئی، لوگوں کے ڈرانے، دھمکانے نے اُن پر کوئی اثر نہ

کیا اور اپنے معاملات میں اپنے رب قدوس پر ہی بھروسہ کرتے رہے، اس آئیہ کریمہ میں دشمنان اسلام کا ذکر ہے کہ وہ ہر لمحہ اسلام کی مخالفت اور مسلمانوں کی دشمنی کو اپنا مقصد حیات سمجھ کر الجھاؤ پیدا کر رہے ہیں، حضور ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے کہ محبوب ان کی یہ سازشیں آپ کو پریشان نہ کر دیں ان کی یہ کوششیں اسلام کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں گی، قیامت کے دن ان کی معافی کیلئے کوئی حصہ نہیں اور اپنے اس کئے پر انہیں عظیم دردناک عذاب ہوگا۔

میدان احد میں مسلمانوں کی شکست کے بعد کئی منافقوں نے اعلان کیا اپنے کفر کا اظہار کر دیا، محنت ہمت اور دعاؤں کے باوجود یہ لوگ کفر میں بڑھتے گئے اور دشمنی میں تیز ہوتے گئے اس سے حضور ﷺ کے قلب انور کو تکلیف پہنچی، تو آپ کو تسلی دی گئی کہ آپ غمگین نہ ہوں، ان کی سازشیں آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گی جنہوں نے ایمان کے بدلے کفر لے لیا اور یہ سمجھے کہ اب اسلام ختم ہو رہا ہے یہ اسلام کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے ان لوگوں نے ایمان لانے کے بدلہ میں کفر کو اختیار کیا ان کا یہ کردار اسلام کو نقصان نہیں دے سکے گا، اور قیامت کے دن دردناک عذاب ان کا مقدر ہے۔ دشمنان اسلام کا کفر میں بھاگ دوڑ کرنے کا معنی یہ ہے کہ اسلام کے خلاف فوجوں کا اکٹھا کرنا یا مسلمانوں کو ڈرانا یا لوگوں کے دلوں میں اسلام کے خلاف شکوک و شبہات پیدا کرنا ہے یا کچھ لوگ جو اسلام سے نکل گئے مرتد ہو گئے، ان کے اسلام چھوڑنے پر جو حضور ﷺ کو صدمہ ہوا اس سلسلہ میں حضور کو تسلی دلائی جا رہی ہے۔

یہ بھی معنی کیا گیا ہے کہ یہود نے تورات کی وہ آیات جو حضور ﷺ کے حق میں نازل ہوئیں ان کے معافی بدلنے کی سازش پر حضور ﷺ کو حوصلہ دیا جا رہا ہے، جن دنوں یہ تفسیر لکھی جا رہی ہے، ان دنوں دنیا بھر کے کفار و مشرکین بُش کی قیادت میں اکٹھے ہو کر اسلام کو نقصان پہنچانا چاہتے ہیں، آئے دن نئے نئے بموں کی تیاری بڑے بڑے میزائلوں کی بھرمار، تیسری جنگ عظیم کا اشارہ دے رہی ہیں، اور نئی صلیبی جنگوں کے آغاز کی نشاندہی کر رہی ہیں، ملت اسلامیہ کو پریشان نہیں ہونا چاہئے کفر کا یہ انداز شروع سے ہی آ رہا ہے،

کفر کی ایسی سازشیں نہ تو اسلام کا کچھ بگاڑ سکیں نہ بگاڑ سکیں گی، اس وقت شدید ضرورت ہے کہ ملت اسلامیہ تحفظ اسلام کیلئے متفق ہو جائے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
وَلَا يَحْسِبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِمْ خَيْرٌ
لَّا أَنْفُسِهِمْ إِنَّمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِمْ لِيُذَكِّرُوا إِنَّمَا وَلَهُمُ
عَذَابٌ مُّهِينٌ
اور ان کیلئے ذلت و رسوائی والا عذاب ہے (۱۷۸)

صَلَّى
الْحَقُّ
عَلَيْهِمُ

تفسیر

کفار اس مہلت پر مغرور نہ ہوں، جس قدر انہیں ڈھیل دی جا رہی ہے، ان پر گناہوں کا بوجھ بڑھ رہا ہے اور وہ عذاب کے حقدار زیادہ بن رہے ہیں، حضور سید عالم ﷺ کی زبان فیض ترجمان سے یہ عنوان اس طرح ملتا ہے ”وہ آدمی اچھا ہے جس کی عمر لمبی ہو اور اعمال صالح ہوں اور وہ آدمی برا ہے جس کی عمر لمبی ہو اور اعمال برے ہوں“۔ کفار و مشرکین کہتے تھے ہم دنیا میں خوشحال ہیں، نعمتوں سے فائدہ اٹھا رہے ہیں، قیامت کو بھی ایسا ہی ہوگا، ہم کامیاب ہوں گے، جیسے مسلمان دنیا میں نعمتوں سے محروم ہیں قیامت کو بھی محروم ہی ہوں گے تو یہ آیہ مقدسہ نازل ہوئی کہ تمہارا یہ تصور غلط ہے کہ دنیا کی عیش ہے تو آخرت میں بھی تمہیں عیش ہی نصیب ہوگی، تمہارا یہ مال و متاع، عیش و عشرت آخرت میں تمہیں عذاب الہی سے نہ بچا سکیں گے، یہ اسی وقت مفید ہوں گے جب ان کے ذریعہ سے نیکی کماء گے، ورنہ یہ سب کچھ وبال جان ہے اور دردناک عذاب ہے۔

مومن بھی اپنے گناہوں کی پاداش میں عذاب میں ہوں گے مگر رسوائی ذلت اور دردناک عذاب سے محفوظ ہوں گے، حضور ﷺ کی امت کی عمروں کا کم ہونا، امت پر احسان ہے تاکہ گناہ کم ہوں، مال و متاع کا

کم ہونا بھی احسان ہے کہ قیامت میں حساب ہلکا ہو، سب سے آخر میں بھیجا کہ قبروں میں کم رہنا پڑے ایمانداروں کو چاہئے کہ کفر کی شان و شوکت دیکھ کر پریشان نہ ہوں یہ سب کچھ ان کیلئے قیامت کے دن رسوائی کا باعث ہوگا، ایماندار کی غریبانہ زندگی اس کیلئے انعامات الہیہ کا باعث ہوگی، کفار کیلئے ان کی یہ عیش و عشرت بھی عذاب کی ہی ایک قسط ہے جو انہیں دی گئی ہے، اور قیامت کے دن یہ عذاب نہایت بھیانک شکل میں ہوگا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
 مَا كَانَ اللَّهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَىٰ مَا أَنْتُمْ
 عَلَيْهِ حَتَّىٰ يَمِيزَ الْخَيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَمَا كَانَ
 اللَّهُ لِيُضِلَّكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِي
 مِنْ رُسُلِهِ مَنْ يَشَاءُ فَأَمِنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ
 وَإِنْ تَوَلَّوْا فَتَكُونُوا فَلَكُمْ أَجْرٌ عَظِيمٌ ۝
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 اللہ کی یہ شان نہیں کہ ایمانداروں کو اس حال پر چھوڑے جس پر تم ہو، حتیٰ کہ وہ ناپاک کو پاک سے الگ کر دے اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ وہ تم (عام لوگوں کو) غیب پر مطلع کرتا لیکن اللہ تعالیٰ غیب پر اطلاع دینے کیلئے جسے چاہتا ہے اپنے رسولوں میں سے چن لیتا ہے تم اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان کو قائم رکھو اگر تم ایمان اور تقویٰ پر پکے رہے تو تمہیں بہت بڑا اجر ملے گا۔ (۱۷۹)

تفسیر

اس آیہ مبارکہ کے اترنے کا باعث یہ ہوا ایک دن حضور ﷺ نے فرمایا جیسے آدم علیہ السلام پر روحیں پیش کی گئیں ایسے ہی مجھ پر بھی میری امت پیش کی گئی میں نے سب کو پہچان لیا، کون مجھ پر ایمان لائے گا اور کون انکار کرے گا۔ حضور ﷺ کے اس ارشاد گرامی کی خبر جب منافقین تک پہنچی تو انہوں نے استہزاء مذاق کے طور پر کہا کہ محمد (ﷺ) کا یہ دعویٰ کس قدر غلط ہے ہم دیر سے ان کے ساتھ رہتے ہیں، ہمیں تو پہچان نہیں سکے ان

کی یہ گفتگو حضور ﷺ تک پہنچی تو آپ منبر پر تشریف لائے، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی پھر فرمایا ”ما بال اقوام طاعنوا فی علمی“ ان لوگوں کا کیا حال ہے جو میرے علم میں طعن کرتے ہیں، فرمایا ”سلونی عما شئتم“ جو چاہو سوال کرو، جو بھی پوچھو گے بتا دوں گا، ایک عظیم صحابی عبداللہ بن حذافہ کھڑے ہو کر عرض کرتے ہیں ”من ابی یارسول اللہ“ حضور میرا باپ کون ہے؟ فرمایا تمہارے باپ حذافہ ہیں، پھر فرمایا اور پوچھو تب حضرت عمر فاروق رضی اللہ نے عرض کی ہم اللہ کے رب ہونے، آپ کے نبی ہونے اور اسلام کے دین ہونے پر ایمان رکھتے ہیں، معاف فرمائیے، حضور ﷺ نے فرمایا ”فهل انتم منتھون فهل انتم منتھون“ میرے علم پر اعتراض کرنے سے روکے یا نہیں۔ پھر آپ منبر سے نیچے اترے تو یہ آیہ مبارکہ نازل ہوئی۔

اس آیہ مبارکہ سے یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ حضور ﷺ کے زمانہ پاک میں ہی منافقین اور مومنین کی چھانٹی ہو گئی تھی، منافقین کے اس اعتراض پر حضور ﷺ نے ایک ایک منافق کو محفل سے نکال دیا تھا ”قم یا فلاں فانک منافق“ اے فلاں کھڑا ہو جا تو بھی منافق ہے، بعض گھٹیا ذہن لوگوں کا یہ اعتراض کہ خدا پناہ بعض صحابہ میں بھی کچھ چھپے منافق تھے، ”حتى یمیز الخبیث“ کے ارشاد نے اس منافقانہ اعتراض کا قلع تھک کر دیا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْغُلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ هُوَ خَيْرٌ لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَهُمْ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَلِلَّهِ مِيرَاثُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ

اللہ
صَلَّى
عَلَيْهِ
وَاٰلِهٖ
سَلَامٌ

جو لوگ ان چیزوں میں بخل کرتے ہیں جو انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے دی ہیں وہ ہرگز یہ گمان نہ کریں کہ وہ ان کے حق میں بہتر ہے، بلکہ وہ ان کے حق میں بہت بُرا ہے، عنقریب ان کے گلے میں اس کا طوق بنا کر ڈالا جائے گا جس کے ساتھ وہ بخل کرتے تھے، آسمانوں اور زمینوں کا اللہ ہی وارث ہے اور اللہ تمہارے سارے کاموں کی خبر رکھنے والا ہے۔ (۱۸۰)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں ایمانداروں اور منافقین کے درمیان علیحدگی کا ذکر تھا کہ دونوں گروہوں کو الگ الگ کر دیا گیا، منافقین مومنین سے الگ کر دیئے گئے اور اب منافقین ایمانداروں سے الگ واضح ہو گئے۔ اس آیہ مبارکہ میں منافقین کے آخرت کے ماحول کو بیان فرمادیا گیا کہ ان کے گلوں میں ان کے مال بطور ہار پڑے ہوں گے اور وہ اپنے بخل کے باعث مصیبت میں مبتلا ہوں گے جبکہ ایماندار اپنی سخاوت اور دریادلی کے باعث خوش و خرم ہوں گے۔

اس آیہ پاک کے نزول کے سلسلہ میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہ آیہ کریمہ ان علماء یہود کے حق میں نازل ہوئی جو توراۃ کی وہ آیات چھپاتے تھے، جن میں حضور ﷺ کے اوصاف بیان تھے، اور وہ ان اوصاف کو بیان کرنے میں بخل سے کام لیتے تھے، حضرت عبد اللہ ابن مسعود فرماتے ہیں، ان مالدار مسلمانوں کے حق میں نازل ہوئی جو زکوٰۃ ادا نہیں کرتے تھے یا کم دیتے تھے، وہ لوگ جو اس مال میں بخل کرتے ہیں جو انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے عطا فرمایا اس سے شرعی حقوق ادا نہیں کرتے بال بچوں

کو تنگی میں رکھتے ہیں، اعزاء و اقرباء کے حقوق پامال کرتے ہیں وہ لوگ یہ خیال نہ کریں کہ ان کا ایسا کرنا ان کیلئے مفید ہے، یعنی وہ اپنے بخل کو اچھا نہ جانیں یہ بخل ان کیلئے قیامت کے دن وبال جان اور شدید مصیبت ثابت ہوگا، گنجے سانپ کی شکل میں ان کے گلے کا طوق بن کر انہیں ڈسے گا، جس سے انہیں شدید تکلیف ہوگی اور وہ رسوا بھی ہوں گے، انہیں سمجھنا چاہئے تمام چیزوں کا وارث اللہ ہی ہے۔

اس آیت کریمہ سے واضح ہو رہا ہے، بخل بہت بُری شئی ہے، جس کے باعث آخرت کو سزا ہوگی ایک موقع پر حضور ﷺ نے فرمایا دو عادتیں مومن میں جمع نہیں ہو سکتیں، بخل اور بد خلقی اس حدیث شریف کو ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جس مال سے زکوٰۃ نہ دی گئی وہ مال قیامت کے دن سانپ کی شکل میں مالدار کے گلے میں پڑے گا، اور اس کے جڑے چبائے گا اور کہے گا میں تیرا مال ہوں میں تیرا خزانہ ہوں اللہ تعالیٰ کنجوسی اور بخل سے بچائے۔ قرآن مقدس نے کئی مقامات پر بخل کی مذمت فرمائی ہے، سورۃ توبہ میں ارشاد ہوتا ہے ”وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يَنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ“ جو لوگ سونا چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ان سب کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیں۔ بخل کی مذمت میں صحاح ستہ کے اندر احادیث طیبہ کا بہت کافی ذخیرہ موجود ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

لَقَدْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ فَقِيرٌ
وَمَحْنٌ أَغْنِيَاءُ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوا وَقَتْلَهُمُ
الْأَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَنَقُولُ ذُوقُوا عَذَابَ
الْحَرِيقِ ۝ ذَٰلِكَ بِمَا قَدَّمْتُمْ أَيْدِيَكُمْ وَأَنَّ اللَّهَ
لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَالَمِينَ ۝

اللہ
صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم

بے شک اللہ نے ان لوگوں کا قول سن لیا جنہوں
نے کہا تھا اللہ فقیر ہے اور ہم غنی ہیں، عنقریب ہم
ان کا یہ قول لکھ لیں گے اور ان کا نبیوں کو ناحق
قتل کرنا بھی (لکھ لیں گے) اور ہم کہیں گے
دوزخ کی آگ کا عذاب چکھو (۱۸۱) یہ
تمہارے اعمال کی سزا ہے جو تم نے پہلے اپنے
ہاتھوں سے کئے تھے اور بے شک اللہ بندوں پر
ظلم کرنے والا نہیں (۱۸۲)

تفسیر

اس آیہ مبارکہ کے اُترنے کا سبب یہ ہوا، ایک مرتبہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ یہود کے ایک مدرسہ میں
گئے تو وہاں دیکھا کہ یہود اور ان کے کئی بڑے بڑے علماء کعب بن اشرف، جی بن اخطب، فحاص ابن
عازر اور موجود تھے، سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فحاص سے فرمایا اسلام قبول کرلو، فحاص تو جانتا ہے
محمد رسول اللہ، اللہ کے سچے رسول ہیں، توراۃ و انجیل نے انہیں کا ذکر فرمایا ہے، نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو،
رب تعالیٰ کو قرض دو، فحاص نے کہا ابو بکر اگر ہم رب کو قرض دیں تو پھر رب تو فقیر ہوا اور ہم غنی ٹھہرے، سیدنا
صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو فحاص کی اس گستاخی پر غصہ آ گیا اور فحاص کے منہ پر تھپڑ مارا اور فرمایا فحاص اگر تو
ہمارا ذمی نہ ہوتا تو تجھے قتل کر دیتا، فحاص روتا ہوا دربار مصطفیٰ میں حاضر ہوا، اور صدیق اکبر کے مارنے کی
شکایت کی، حضور ﷺ نے صدیق اکبر کو بلایا اور مارنے کی وجہ دریافت فرمائی تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے
سارا واقعہ سنا دیا کہ حضور ﷺ اس نے بارگاہ الہی میں توہین آمیز الفاظ کہے تھے، میں نے تھپڑ مار دیا، فحاص
اپنی بکواس سے انکاری ہو گیا اور جھوٹی قسم اٹھا کر کہا اُس نے کوئی ایسی بات نہیں کہی تو اس پر یہ آیہ مبارکہ

نازل ہوئی جس میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تائید کی گئی اور فخاص کی تردید کردی (صاوی روح البیان)
 اس آیہ مقدسہ سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی عظمت کا پتہ چلتا ہے، کہ صدیق اکبر کو بارگاہ قدس میں
 کس قدر درجہ حاصل ہے کہ خدا خود صدیق اکبر کی حمایت فرما رہا ہے اور فخاص کی مخالفت، اے محبوب! ابو بکر
 سچا ہے اللہ تعالیٰ نے بھی ان کا یہ قول سن لیا جو کہتے ہیں، اللہ فقیر ہے اور ہم غنی ہیں، اور جو لوگ نبیوں کو ناحق
 قتل کر چکے ہیں وہ بھی ہم لکھ رکھیں گے، قیامت کے دن جب یہ لوگ ہماری بارگاہ میں حاضر ہوں گے تو
 فرشتوں کے ذریعہ انہیں کہیں گے اپنے جرموں کی سزا میں آگ کا عذاب چکھو، یہود کے تکبر و غرور کو کچھ اس
 طرح بھی برباد کیا گیا کہ دنیا میں در بدر پھرے ذلیل ہوئے، مدینہ منورہ سے جلا وطن کئے گئے اور غریب
 مسلمان ان کے سامنے تاج و تخت کے مالک بنادئے گئے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

جن لوگوں نے یہ کہا کہ اللہ نے ہم سے یہ عہد لیا
 ہے کہ ہم اس وقت تک کسی رسول پر ایمان نہ
 لائیں حتیٰ کہ وہ ایسی قربانی پیش کرے جس کو
 آگ کھا جائے، آپ کہہ دیجئے مجھ سے پہلے کئی
 رسول تمہارے پاس واضح نشانیاں لے کر آئے
 اور وہ نشانی بھی لائے جو تم نے کہی تو پھر انہیں قتل
 کیوں کرتے تھے اگر تم سچے ہو (۱۸۳) پس اگر
 یہ لوگ آپ کو جھٹلائیں تو آپ سے پہلے کئی
 رسول جھٹلائے گئے، جو واضح نشانیاں اور آسمانی
 صحیفے اور روشن کتاب لے کر آئے۔ (۱۸۴)

الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ عٰهَدَ اِلَيْنَا اَلَا نُوَدِّعُ
 لِرَسُولٍ حَتّٰى يَأْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ قُلْ
 قَدْ جَاءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِي بِالْبَيِّنٰتِ
 وَبِالذِّبْنِ قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوهُمْ اِنْ كُنْتُمْ
 صٰدِقِيْنَ ۝ وَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَ رُسُلٌ
 مِّنْ قَبْلِكَ جَاءُوْا بِالْبَيِّنٰتِ وَالذِّبْرِ الْكِتٰبِ
 الْمُنِيرِ

صلی اللہ علیہ
 و آلہ وسلم

تفسیر

پچھلی آیات کریمہ میں ان کے اس گستاخانہ قول کا ذکر تھا جو انہوں نے رب قدوس کے بارہ میں کہا کہ وہ فقیر ہے اور ہم غنی ہیں، دوسری اس گستاخی کا ذکر تھا کہ انہوں نے انبیاء علیہم السلام کو ناحق قتل کیا۔ اس آیہ پاک میں ان کے اس جھوٹ کا ذکر ہے جو انہوں نے توراۃ پر باندھا تھا، اس آیہ مبارکہ کے اترنے کا سبب اس طرح ہوا، ایک موقع پر یہود کے چند علماء فحاص، زید ابن تابوت، وہب ابن یہود، مالک بن الصیف، کعب بن اسد، حضور ﷺ کے دربار میں حاضر ہوئے اور کہا ہم آپ پر ایمان تولے آتے مگر ایک مجبوری یہ ہے کہ تورات میں ہمیں تاکید حکم دیا گیا ہے کہ ہم اُسی نبی پر ایمان لائیں جو اپنی نبوت کا یہ ثبوت لائے کہ وہ قربانی کرے پھر قربانی کا گوشت پہاڑ پر رکھے، غیب سے سفید آگ آئے اور اس گوشت کو جلا جائے، چونکہ آپ نے یہ معجزہ دکھایا ہی نہیں اس لئے ہم بحکم تورات آپ کو نبی ماننے سے معذور ہیں، ان کے رد میں یہ آیہ مبارکہ نازل ہوئی اور زبردست تردید کی گئی کہ نہ تو یہ حکم تورات میں اترا ہے اور نہ یہ لوگ اس پر عمل پیرا ہیں، وہ لوگ جنہوں نے یہ کہا ہے کہ اللہ نے اُن سے یہ عہد لیا ہے کہ کسی رسول پر ایمان نہیں لائیں گے حتیٰ کہ وہ یہ معجزہ دکھائے کہ اس کی قربانی کو آگ جلا دے، اے محبوب آپ کہہ دیجئے مجھ سے پہلے بھی رسول آئے اور واضح دلائل لے کر آئے، اور وہ بھی جو تم نے کہا، آیہ کریمہ میں ارشاد ہوا ہے یہ غلط کہہ رہے ہیں نہ ہم نے انہیں یہ حکم دیا اور نہ ہی سارے نبی یہ قربانی والا معجزہ لے کر آئے، ان سے یہ بھی فرمائیے کہ قربانی لانے والے انبیاء علیہم السلام جو یہ معجزہ لے کر آئے تو ان کی اطاعت و اتباع بھی تو تم پر لازم تھی، پھر انہیں ناحق قتل کیوں کیا۔ محبوب آپ ان کے الزامات سے پریشان نہ ہوں، انہوں نے پچھلے پیغمبروں کا انکار کیا حالانکہ ان کے پاس معجزات بھی تھے، روشن کتابیں بھی تھیں یعنی جیسے موسیٰ، داؤد علیہما السلام۔ اگر آپ کے بے شمار معجزات و کمالات کو دیکھ کر بھی نہیں مانتے تو آپ ان کی بدتمیزیوں پر صبر کریں، افسوس نہ کریں، ہمیشہ کفار بڑے بڑے انبیاء علیہم السلام کی تکذیب کرتے آئے ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

ہر شخص موت کا مزہ چکھنے والا ہے، تمہارے کاموں کی خبر تمہیں قیامت کے دن ہی دی جائے گی، پس وہ شخص جو دوزخ سے دور کیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا وہی کامیاب ہے اور دنیا کی زندگی تو بس دھوکے کا سامان ہے (۱۸۵)

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُورَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَمَنْ زُحِرَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ

اللہ اعلم
الحق
العظیم

تفسیر

پچھلی آیہ کریمہ میں یہودی گستاخیوں، انبیاء علیہم السلام کی مخالفت کا ذکر تھا، اب اُن کے جرائم کی سزا کا ذکر ہے۔ آیہ مبارکہ نے بتایا ہے ہر جاندار شی کو موت ہے، وہ انسان ہے یا جن، فرشتہ ہے یا کوئی اور جاندار شی دنیا کی زندگی محض ایک دکھاوا ہے، جھلک ہے، ہر جاندار شی کو موت کی زد میں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی ”کل من علیہا فان“ تو فرشتوں نے کہا صرف زمین والوں کو فنا ہے، ہم تو زمین والے نہیں، مگر جب ”کل نفس ذائقة الموت“ اتری تو کہا ہم بھی شامل ہیں۔ موت جسم کیلئے ہے روح کیلئے نہیں اگر روح بھی مرجائے تو موت کا مزہ کون چکھے گا، موت تباہی، بربادی یا فنا کا نام نہیں بلکہ ایک مقام سے منتقل ہو کر دوسرے مقام میں چلے جانے کا نام ہے، عالم خلق سے نکل کر عالم برزخ میں چلے جانے کا نام موت ہے، جنہوں نے یہ سمجھا کہ موت تباہی ہے، بربادی ہے، غلط سمجھا۔ حضور ﷺ کا یہ فرمانا ”اذا مَرَرْتُمْ بِقُبُورِ فَقُولُوا السَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ الْقُبُورِ“ جب تمہارا گزر قبرستان سے ہو تو کہو اے قبروں والو! تم پر سلام ہو، معلوم ہوتا ہے موت بربادی کا نام نہیں قبر میں کوئی ہے جسے سلام کہا جا رہا ہے ہر جمعہ کو والدین کی قبور کی زیارت کا فرمانا بتاتا ہے موت بربادی کا نام نہیں پھر سلام کہا ہی وہاں جاتا ہے جہاں سے جواب آنا ہوتا ہے۔ برہنہ کو سلام نہ کہو کہ اُسے اس برہنگی کی حالت میں جواب دینے کی اجازت ہی نہیں۔ موت تو سبھی کو آنی ہے مگر سزا و جزا کا تعلق تو صرف انسانوں کے ساتھ

ہے۔ آیہ کریمہ میں دنیا کی زندگی کو محض دھوکے کا سامان بتایا گیا ہے۔

اسی عنوان کو قرآن مقدس نے دوسری جگہ اس طرح فرمایا ”انما الحیوة الدنیا لعب و لھو“ دنیا کی زندگی صرف کھیل تماشا ہے، عارضی زینت ہے، ایک دوسرے پر فخر ہے۔ اس آیہ مبارکہ میں منافقین کا جواب ہے جنہوں نے جنگ اُحد کے موقع پر کہا اگر مسلمان ہماری بات مانتے تو اُحد میں شکست نہ ہوتی، اور اس قدر موتیں واقع نہ ہوتیں۔ تو جواب دیا کہ موت ہر ایک کیلئے ہے۔

مومن کیلئے اصل زندگی اور کامیاب زندگی تو آخرت کی ہی ہے، یہ زندگی تو کمائی کیلئے ہے، جیسے حدیث پاک میں ارشاد ہوتا ہے ”الدنیا مزرعة الآخرة“ دنیا آخرت کی کھیتی ہے، کسان زمین میں جو کچھ بوئے گا وہی اٹھائے گا آج میں جو کچھ اعمال کروں گا ان کا صلہ قیامت کو مل جائے گا، اچھے کام کئے تو جنت ہے، برے کئے تو جہنم ہے، اس آیہ کریمہ میں یہود و نصاریٰ کو تنبیہ کی جا رہی ہے تمہیں موت کا پیالہ پینا ہے اور بد عملی کی سزا ہوگی، مومنوں کو تسلی دی جا رہی ہے دنیا کی زندگی کے دن حوصلہ، صبر، استقامت سے گزارو، آخرت میں عظیم اجر ملے گا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

بے شک تم اپنے مالوں اور جانوں میں ضرور آزمائے جاؤ گے، اور جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب دی گئی اور مشرکین سے تم تکلیف دہ باتیں سنو گے اور اگر تم صبر کرتے رہے اور اللہ سے ڈرتے رہے تو یہ بہت بڑے اہم کاموں سے ہے۔ (۱۸۶)

لَتَبْلُوْنَ فِيْ اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ وَاَتَسْمَعُوْنَ
مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنْ
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذْى لَّيْسَ بِاَوْ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا
فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝

تفسیر

اس آیہ کریمہ کے اترنے کا سبب یہ ہوا ایک مرتبہ حضور ﷺ سعد بن عبادہ کی بیمار پرسی کیلئے قبیلہ بنی حارث میں تشریف لے گئے، راستہ میں ایک مقام سے گزر رہا تھا جہاں بھی لوگ مسلمان مشرک کا فرمودہ تھے، حضور ﷺ نے انہیں وہاں پیغام حق سنایا، ان میں عبداللہ بن ابی بھی تھا، حضور ﷺ کی سواری کے گرد و غبار سے اس نے اپنی ناک پر کپڑا رکھا اور نفرت کا اظہار کیا اور کہا اگر آپ نے تبلیغ کا کام کرنا ہے تو اسے تبلیغ کرو جو آپ کے پاس آئے ہمیں ہماری محفلوں میں پریشان نہ کیا کرو، حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی حضور آپ اپنا کام جاری رکھیں، تبلیغ ضرور کریں اس پر مسلمانوں اور کفار میں بحث شروع ہو گئی، قریب تھا کہ ہنگامہ شدت اختیار کر جائے مگر حضور ﷺ نے اپنے حکیمانہ انداز سے اس جھگڑے کو ختم کر دیا اور حضرت سعد کے پاس تشریف لے گئے اور انہیں عبداللہ بن ابی کا واقعہ سنایا۔

حضرت سعد عرض کرتے ہیں حضور عبداللہ بن ابی کو آپ سے ناراضگی اس لئے ہو گئی کہ آپ کی مدینہ منورہ میں تشریف آوری سے قبل مدینہ منورہ کے لوگ اسے اپنا سردار منتخب کر رہے تھے، آپ کی آمد پر اس کا یہ معاملہ رک گیا، اس لئے وہ حسد کی بناء پر ایسی باتیں کر رہا ہے، تب یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی (روح المعانی) اس کے شان نزول میں ایک روایت اور بھی ہے۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ذریعہ قبیلہ بنی قبیقاع کے سردار فحاص کو پیغام بھیجا کہ انہیں کہو مشرکین کے مقابلہ میں تم ہماری مدد کرو اور صدیق اکبر سے فرمایا اگر وہ ناراض ہو تو اس سے لڑنا نہیں، سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ یہ پیغام یا خط لے کر فحاص کے پاس گئے تو اُس نے کہا، ابو بکرؓ کیا تمہارا رب تھک گیا ہے، ہم سے مدد مانگتے ہو؟ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جلال میں آگئے اور اُسے قتل کرنا چاہا مگر حضور ﷺ کا حکم یاد آ گیا اور واپس آگئے تب یہ آیہ مبارکہ اتری (تفسیر خازن)

اس آیہ کریمہ میں صحابہ کرام کو فرمایا گیا ہے کہ کفار تمہارے ساتھ مذاق کریں گے، تکلیف دہ باتیں کہیں

گے، تم نے حوصلہ، صبر، ہمت سے کام لینا ہے اور یہ بہت بڑی بہادری کے کام ہیں تمہارے مالی جانی نقصانات پر خوش ہوں گے، طنز کریں گے تم نے تقویٰ صبر کو اپنانا ہے ان کی فبیح حرکات پر پریشان نہ ہو جانا، مسلمانوں کو قبل از وقت خبر دی جا رہی ہے کہ کفار کی طرف سے یہ سلوک ہوگا، حوصلہ کرنا ان کی اخلاق سوز حرکتوں پر طیش میں نہ آنا، اگر وہ تمہارے رسول کے بارہ میں سخت و غلط باتیں کرتے ہیں، تو تم موسیٰ و عیسیٰ، عزیز علیہم السلام کے بارہ میں کوئی گستاخی نہ کر بیٹھنا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

اور جب اللہ نے اہل کتاب سے یہ عہد لیا کہ تم اس کو ضرور لوگوں سے بیان کرنا اور اس کو چھپانا نہیں، تو انہوں نے اس عہد کو اپنے پس پشت پھینک دیا اور اس کے بدلہ میں تھوڑی قیمت لی، سو وہ کس قدر بری شی ہے جس کو خرید رہے ہیں (۱۸۷)

وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَتُبَيِّنُنَا لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهُ فَنَبَذُوهُ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا فَبُخْسَ مَا يَشْتَرُونَ ﴿۱۸۷﴾

تفسیر

پچھلی آیہ کریمہ میں ارشاد تھا کہ مسلمانوں تم اہل کتاب سے طعن الزام اور تکلیف دہ باتیں سنو گے اس آیہ کریمہ میں ان تکلیف دہ باتوں میں ایک بڑی اہم بات یہ ہے کہ تورات و انجیل میں حضور ﷺ کی بشارات کو چھپانا انہوں نے اپنا وطیرہ بنالیا تھا، اس طرح سے ان لوگوں نے یہود و نصاریٰ کے مال دار لوگوں سے رقوم بٹورنے کا طریقہ بنا رکھا تھا۔

یہ معنی بھی کیا گیا ہے کہ ان علماء یہود و نصاریٰ سے ميثاق کے دن وعدہ لیا گیا تھا کہ تم حضور ﷺ کی بشارات والی آیات کو چھپاؤ گے نہیں بلکہ کھلے دل سے اُن کا ذکر کرو گے اور کسی قسم کی تاویل نہیں کرو گے

لوگوں کو شبہات میں نہیں ڈالو گے، مگر ان بد نصیبوں نے اس عہد کو پس پشت ڈال دیا اور اپنے مذہبی پروگراموں میں ان بشارات کی تاویلات شروع کر دیں، اور یہ سارا کچھ انہوں نے دنیا کمانے کیلئے کیا، ارشاد فرمایا گیا ان کی یہ تجارت نہایت خسارے کی ہے جو قیامت کے دن ان کی رسوائی کا باعث ہوگی۔

اس آیت کریمہ میں یہود و نصاریٰ کے علماء کی قبیح حرکت کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ وہ حق کو چھپاتے تھے، اگر کوئی عالم حق چھپاتا ہے تو خائن ہے، مجرم ہے، اگر احکام کو واضح کھلا بیان کرتا ہے تو امین ہے، مخلص ہے، دین دار ہے، دین کو چھپانا حرام ہے۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں علم مثایا نہ جائے وہ مدفون خزانے کی طرح ہے جسے خرچ نہ کیا جائے اور جو حکمت ظاہر نہ کرے وہ اس بت کی طرح ہے جو نہ کھائے نہ پیئے، علم چھپانے والے کے متعلق حضور ﷺ کا یہ ارشاد ملتا ہے جسے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نقل فرمایا جس شخص سے کسی چیز کے علم کے متعلق سوال کیا گیا اور اس نے چھپایا اس کے منہ میں قیامت کے دن آگ کی لگام ڈالی جائے گی۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

ان لوگوں کے متعلق ہر گز نہ سمجھنا جو اپنے کاموں پر خوش ہوتے ہیں اور وہ پسند کرتے ہیں کہ ان کی تعریف کی جائے جو انہوں نے کئے نہیں، ان کے متعلق یہ گمان ہر گز نہ کرنا کہ وہ عذاب سے نجات پا جائیں گے ان کیلئے دردناک عذاب ہے (۱۸۸) آسمانوں، زمینوں کا ملک اللہ ہی کیلئے ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (۱۸۹)

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَفْرَحُونَ بِمَا آتَوْا وَيُجِبُونَ
أَنَّ يُعَذِّبُوا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ
بِمَفَازٍ قَوْمِ الْعَذَابِ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ
وَاللَّهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاللَّهُ عَلَى
كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں یہودی علماء کے دو گنا ہوں کا ذکر فرمایا گیا، ایک گناہ یہ تھا کہ کتاب اللہ کو چھپاتے تھے، توراۃ، انجیل میں جو حضور ﷺ کے متعلق ارشادات تھے انہیں بیان ہی نہ کرتے یا تحریف کرتے، معافی بگاڑتے، دوسرا گناہ یہ تھا کہ دنیوی لالچ پر احکام بدل دیتے، اب تیسرے گناہ کا ذکر فرمایا جا رہا ہے جو پہلے دونوں سے بڑا ہے وہ یہ ہے کہ وہ لوگ اپنے گناہوں پر نادم نہیں ہوتے تھے بلکہ خوش ہوتے تھے، چاہئے یہ تھا کہ وہ گناہوں پر شرمسار ہوتے، معافی مانگتے مگر انہوں نے ایسا کیا نہیں۔

اس آیہ مبارکہ کے اترنے کا سبب یہ ہوا کہ حضور ﷺ کے زمانہ پاک میں منافق غزوات میں شریک نہ ہوتے، بلکہ مدینہ منورہ میں ہی بیٹھے رہتے، اور رہ جانے پر خوش ہوتے انکی اس خوشی کا ذکر قرآن مقدس نے اس طرح فرمایا ہے، ”و فرحو ا بمقعدہم خلاف رسول اللہ“ حضور ﷺ کے خلاف پیچھے رہ جانے پر خوش ہوتے، جب حضور ﷺ واپس تشریف لاتے تو یہ طرح طرح کے بہانے بناتے، قسمیں اٹھاتے، اُلٹے سیدھے عذر گھڑتے، اور چاہتے تھے کہ مجاہدین اور غازیوں کی طرح ان کی بھی تعریف ہو تو یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی، حضور ﷺ سے فرمایا گیا کہ ان لوگوں کو عذاب سے دور نہ سمجھیں یہ اپنی بدکاریوں پر پردے ڈالنا چاہتے ہیں، مسلمانوں کو دھوکہ دیتے ہیں جھوٹے بہانے بناتے ہیں کیا کچھ نہیں مگر اس پر اجر چاہتے ہیں، عنقریب ان پر عذاب نازل ہوگا اس سے بچ نہ سکیں گے کہ زمین و آسمان کا حقیقی مالک تو اللہ ہے۔

اس آیہ مبارکہ میں علم دین کو چھپانے اور بغیر عمل کئے تعریف کی خواہش کی مذمت بیان کی گئی ہے، احکام تورات کو چھپانے کا واقعہ بخاری شریف میں اس طرح ملتا ہے، عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے یہود سے ایک بات پوچھی تو انہوں نے صحیح جواب نہ دیا اور اپنے اس عمل پر خوش ہوئے کہ انہوں نے دھوکا دے دیا ہے، انکی اس برائی کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ یہود و نصاریٰ کی یہ عادت خود پسندی خود ستائی بہت سے طبقوں میں سرایت کی گئی دکھائی دیتی ہے، کتنے باکمال لوگوں کو شیطان نے اس خود ستائی

کی مرض میں مبتلا کر کے دین سے دور کر دیا، یہود کے اس برے عمل سے ہم مسلمانوں کو سبق حاصل کرنا چاہئے کہ ان کی گندی حرکات کو اختیار کرنے سے بچیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالاخْتِلَافِ
الْبَيْتِ وَالْمَنَارِ لَآيَاتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ۚ الَّذِينَ
يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَمًا وَقُعُودًا ۖ أَوْ عَلَى جُنُوبِهِمْ
وَيَتَذَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ
رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا ۖ سُبْحَنَكَ فَقِنَا
عَذَابَ النَّارِ ۝

بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے،
رات اور دن کے اختلاف میں عقل والوں کیلئے
نشانیوں ہیں (۱۹۰) جو لوگ کھڑے ہوئے اور
بیٹھے ہوئے اور کروٹ کے بل لیٹے ہوئے اللہ کا
ذکر کرتے رہتے ہیں، آسمانوں اور زمین کی تخلیق
میں فکر کرتے ہیں (اور کہتے ہیں) اے ہمارے
رب تو نے یہ سب کچھ بے کار پیدا نہیں کیا، تو پاک
ہے ہمیں جہنم کے عذاب سے بچالے (۱۹۱)

تفسیر

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک مرتبہ مشرکین نے حضور ﷺ سے عرض کی آپ لوگوں کو
توحید کا درس دیتے ہیں ہمیں توحید کا مسئلہ سمجھ نہیں آتا کہ کائنات کا انتظام ایک خدا کیسے چلا سکتا ہے؟ تو یہ
آیہ کریمہ نازل ہوئی جس میں فرمایا گیا کہ دن رات کی تبدیلی اور اس عالم کا ذرہ ذرہ اس کی توحید کی دلیل ہے۔

وفی کل شیء لہ آیہ تدل علی انہ واحد

ہرشی کے اندر اس کیلئے نشان قدرت ہے اور ہرشی دلالت کرتی ہے کہ خدا ایک ہے۔ اس آیہ کریمہ میں اہل
علم و عقل کو غور و فکر کی دعوت دی جا رہی ہے کہ جس قدر وہ نظام کائنات میں غور و فکر کریں گے، خدائے قدوس

کی ذات پر ایمان میں قوت اور اس کے وحدہ لا شریک ہونے پر مزید یقین ہوگا، آسمانوں کو بغیر ستونوں کے کھڑا کیا ہے، اور ستاروں سے سجایا ہے زمین کی پیدائش میں وحدانیت کی دلیل ہے، زمین کو پھیلایا، اس میں پہاڑوں کی میخیں لگا دیں، دن رات کی کمی بیشی بھی دلیل ہے، یہ سارا نظام ایک طریق پر چل رہا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں ایک رات اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں رُکا رہا، حضور ﷺ کچھ دیر تک باتیں فرماتے رہے پھر سو گئے، پھر رات کے آخری تہائی حصہ میں بیدار ہوئے تو آسمان کی طرف دیکھا اور یہ آئیہ کریمہ پڑھی ”ان فی خلق السموات والارض“

اس آئیہ مبارکہ کے نزول کے متعلق حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت اس طرح ہے فرماتے ہیں، ایک بار میں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کی کہ آپ کوئی حضور ﷺ کا عجیب واقعہ سنائیں، آپ رو پڑیں اور فرمایا حضور ﷺ کے سارے واقعات ہی عجیب ہیں فرمایا ایک رات حضور ﷺ میرے حجرہ میں آرام فرما رہے تھے، بستر پر لیٹ گئے اور پھر فرمایا عائشہ جی چاہتا ہے کہ ساری رات قیام و سجود میں گزاروں، میں نے عرض کی حضور میں آپ کا قرب بھی چاہتی ہوں اور رضا بھی، چنانچہ آپ اٹھے وضو فرمایا، مصلے پر کھڑے ہو گئے سجدہ میں گئے تو آپ اس قدر روئے کہ زمین بھیگ گئی، تمام رات گریہ وزاری میں گزار دی حتیٰ کہ بلال رضی اللہ عنہ دروازہ پر آئے اور نماز فجر کی عرض کی، آپ نماز کیلئے تشریف لے گئے، واپس آئے تو میں نے عرض کی یا رسول اللہ! (ﷺ) اس قدر گریہ وزاری کا سبب کیا ہے، آپ تو معصوم ہیں فرمایا ”افلا اکون عبدًا شکورًا“ عائشہ! جب اللہ تعالیٰ نے مجھ پر بے حد کرم فرمایا ہے تو اس کا شکر گزار بندہ نہ بنوں، فرمایا آج شب مجھ پر یہ آئیہ پاک نازل ہوئی ہے، ”ان فی خلق السموات والارض“ پھر حضور ﷺ نے فرمایا اس شخص کی بڑی تباہی ہے جس نے ان آیتوں کو پڑھا اور ان میں غور نہیں کیا۔ مومن جب آیات الہیہ میں غور کرتا ہے اس طرح کمالات قدرت اور انعامات خداوندی میں کھوجاتا ہے تو جھٹ اپنی اُس روحانی وابستگی میں گم ہو کر کہہ دیتا ہے ”ربنا ما خلقت هذا باطلا“ کہہ کر اپنے رب قدوس کی قدرت کا اقرار کرتا ہے، اور اللہ کی تقدیس بیان کر کے التجا کرتا ہے ”فقدنا

عذاب النار“ اے اللہ ہمیں جہنم سے بچالے۔

اس آیہ مبارکہ میں ذکر الہی کی فضیلت بھی واضح ہے، حضرت عبداللہ بن بسر فرماتے ہیں ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ مجھ پر اسلام کے احکام بہت زیادہ ہیں، کوئی ایسی چیز فرمائیں جس سے میں چمٹ جاؤں، فرمایا تمہاری زبان اللہ کے ذکر سے ہمیشہ تر رہے۔ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ سے عرض کی گئی، حضور قیامت کے دن اللہ کے ہاں کس کا درجہ سب سے زیادہ ہوگا فرمایا جو اللہ کا ذکر کرتے ہوں، ام انس رضی اللہ عنہا نے عرض کی حضور مجھے وصیت فرمائیں تو فرمایا ”گناہ ترک کرو وافر انص کی حفاظت کرو کثرت سے اللہ کا ذکر کرو“

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

اے ہمارے رب بے شک تو نے جسے دوزخ میں داخل کر دیا تو تُو نے اُسے رسوا کر دیا اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں (۱۹۲) اے ہمارے رب بے شک ہم نے ایک منادی کو ایمان کی ندا دیتے سنا (اے لوگو!) اپنے رب پر ایمان لے آؤ تو ہم ایمان لے آئے، اے ہمارے رب ہمارے گناہوں کو بخش دے اور ہماری خطاؤں کو مٹا دے اور ہمارا خاتمہ نیک لوگوں کے ساتھ کر (۱۹۳) اے ہمارے رب ہمیں وہ عطا فرما جو تو نے اپنے رسولوں کے ذریعہ وعدہ فرمایا ہے، اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کرنا بے شک تو وعدہ کے خلاف نہیں کرتا (۱۹۴)

رَبَّنَا إِنَّكَ مَنْ تَدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ أَخْزَيْتَهُ
وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ ۝ رَبَّنَا إِنَّكَ سَمِيعُ
مُنَادِيَ الْإِنِّانِ أَنْ آمَنُوا بِرَبِّكُمْ فَامَنَّ
رَبُّنَا غُفْرَانًا ذُنُوبَنَا وَكَفَّرَ عَنْ سَيِّئَاتِنَا وَتَوَقَّنا
مَعَ الْبَرِّ ۝ رَبَّنَا وَإِنَّا مَا وَعَدْتَنَا عَلَى رُسُلِكَ
لَا نَحْشُرُكَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ ۚ إِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْوَعْدَ ۝

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں مومنین کا ذکر فرمایا گیا تھا کہ وہ زمین و آسمان کی تخلیق دن رات کی تبدیلی میں غور و فکر کرتے ہیں، اٹھتے بیٹھتے اللہ کا ذکر کرتے ہیں، اور پھر بے ساختہ کہہ دیتے ہیں اے اللہ یہ سب کچھ تو نے بے فائدہ نہیں بنایا تو پاک ہے ہمیں جہنم کی آگ سے بچالے۔ اب انہیں کی ایک اور بات کا ذکر فرمایا گیا ہے، وہ کہتے ہیں اے رب جسے تو نے دوزخ میں ڈال دیا، تو اُسے تو نے رسوا کر دیا اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں، پھر بھی لوگ بارگاہ قدس میں اپنا استحقاق ظاہر کر کے عرض کرتے ہیں، اے رب ہم نے ایک منادی کو سنا جو ایمان کی ندا کر رہا تھا، تو ہم ایمان لے آئے، اے ہمارے رب اب ہمارے گناہوں کو بخش دے اور ہماری برائیاں مٹا دے اور ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ موت دینا، پھر اپنے ایمان لانے کا عرض کر کے درخواست کرتے ہیں اے رب! ہمیں وہ عطا کر جو تو نے اپنے رسولوں کے ذریعہ ہم سے وعدہ فرمایا تھا، ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کرنا بے شک تو وعدہ کے خلاف نہیں فرماتا۔

ان آیات مقدسہ میں بار بار ”ربنا“ کا ذکر ہے جس سے پتہ چلتا ہے اللہ رب العزت کی بے شمار صفات مبارکہ میں صفت ربوبیت کو خاصہ دخل ہے، اس صفت کا تعلق کائنات کی ہر شے سے ہے جیسے ارشاد گرامی ”الحمد للہ رب العالمین“ سے واضح ہے۔ جسے دوزخ میں ہمیشہ کیلئے ڈالا گیا وہ رسوا کر دیا گیا ایماندار اس رسوائی سے بچ جائے گا کہ وہ دوزخ میں ہمیشہ کیلئے نہیں جائے گا، گناہوں کی سزا کے بعد اُسے پاک صاف کر کے جنت میں بھیج دیا جائے گا۔ قرآن مقدس نے آیات الہیہ میں غور و فکر کرنے والوں کو ”اولوالالباب“ فرمایا ہے کہ یہ لوگ عقل مند ہیں جس سے پتہ چلتا ہے، حیلوں، بہانوں سے سچ جھوٹ سے دھوکے فراڈ سے، بینک بیلنس بنانا عقلمندی نہیں، نشانات قدرت میں غور کر اپنے کو اپنے رب کے قریب کرنا عقلمندی ہے۔

قرآن مقدس نے ”اولوالالباب“ کی صفت اس طرح بیان کی ہے وہ اٹھتے، بیٹھتے، لیٹتے اللہ کو یاد کرتے

ہیں، خدائے قدوس ہمیں اس عقلمندی کی دولت سے نوازے۔ ابن کثیر سیدنا حسن بصری کا ایک قول نقل فرماتے ہیں، ”تفکر ساعة خیر من قیام لیلة“ ایک گھڑی آیات قدرت میں غور کرنا پوری رات کی عبادت سے بہتر ہے۔

اسی مقام پر ابن کثیر نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کا یہ قول نقل کیا ہے کہ آیات الہیہ میں غور و فکر افضل عبادت ہے، حضرت سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں غور و فکر ایک نور ہے، جو تیرے دل میں داخل ہو رہا ہے، ابن کثیر نے حضرت وہب بن منبہ کا ایک قول اس طرح نقل کیا ہے، جو شخص کثرت سے غور کرے گا تو حقیقت سمجھ لے گا اور جو سمجھ لے گا اُسے علم صحیح حاصل ہو جائے گا اور جس کو علم صحیح حاصل ہو گیا وہ ضرور عمل بھی کرے گا۔ ابن کثیر حضرت عبداللہ ابن عمر کا قول نقل فرماتے ہیں ایک بزرگ کا گزرا ایک زاہد سے ہوا جو ایسی جگہ پر بیٹھے تھے کہ ایک طرف قبرستان ہے تو دوسری طرف کوڑا کرکٹ کا ڈھیر ہے، گذرنے والے بزرگ نے کہا دنیا کے دو خزانے تمہارے سامنے ہیں انسانوں کا خزانہ (قبرستان) دوسرا مال و دولت کا خزانہ کوڑا کرکٹ یہ دونوں خزانے عبرت کیلئے کافی ہیں۔ حضرت بشر حافی فرماتے ہیں اگر لوگ اللہ کی عظمت میں تفکر کرتے تو گناہوں اور نافرمانی کی دلدل میں نہ پھنستے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّي لَا أَضِيعُ عَمَلَ
عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّمَّنْ ذَكَرَ إِذْ أُنْذِرَ بَعْضُكُم مِّن
بَعْضٍ فَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَأُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِمْ
وَأُودُوا فِي سَبِيلِي وَقَاتِلُوا إِلَّا كُفْرًا عَنْهُمْ
سَيَاتِبُهُمْ وَلَا أُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ
تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ وَاللَّهُ
عِنْدَهُ حُسْنُ الثَّوَابِ ۝

سوان کے رب نے ان کی دعا قبول فرمائی ہے
شک میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کا عمل
ضائع نہیں کرتا، وہ مرد ہو یا عورت تم سب ایک
دوسرے سے ہو (ایک جنس ہو) جن لوگوں نے
ہجرت کی اور انہیں ان کے گھروں سے نکال دیا
گیا اور میری راہ میں تکلیفیں پہنچائی گئیں اور
جنہوں نے جہاد کیا اور جو شہید کر دیئے گئے ہیں
ان کے سب گناہوں کو مٹا دوں گا اور جنتوں میں
داخل کر دوں گا، جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں یہ
اللہ کی طرف سے ثواب ہوگا اور اللہ ہی کے پاس
بہترین ثواب ہے۔ (۱۹۵)

تفسیر

پچھلی آیات مبارکہ میں ایمانداروں کو دعا مانگنے کا طریقہ فرمایا گیا اور کئی دعائیں سکھا دی گئیں، اب اس آیہ
مبارکہ میں ان دعاؤں کی قبولیت کا ذکر فرمایا جا رہا ہے اور دعاؤں کے سلسلہ میں کئے گئے وعدہ کو پورا فرمایا
گیا ہے ”ادعونی استجب لکم“ کا ظہور ہے کہ دعا تم مانگو، قبول میں کروں گا۔ دعاؤں کی قبولیت کے
ذکر کے ساتھ ایمانداروں کو عمل کا بھی درس دیا جا رہا ہے کہ دعا بھی کرو مگر عمل، محنت بھی ضروری ہے۔

اس آیہ مبارکہ کے اترنے کا سبب یہ بنا، سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں میں
نے بارگاہ رسالت ﷺ میں عرض کی حضور ہم نے مردوں کی طرح ہجرت کی مگر قرآن مقدس نے صرف
مردوں کی ہجرت کا ذکر فرمایا، کیا ہماری ہجرت قبول نہیں، تب یہ آیہ مبارکہ نازل ہوئی کہ جزا عمل پر ہے وہ

مرد ہو یا عورت، ہم کسی کے عمل کو ضائع نہیں کرتے۔ ہر مسلمان کو اس کی نیکیوں کا بدلہ دیتے ہیں وہ مسلمان مرد ہو یا عورت، جب مرد و عورت ایک ہی جنس کے ہیں، ایک ہی نبی کے امتی ہیں، ایک ہی خدا کے ماننے والے ہیں تو ان کے اعمال کی جزائیں مختلف کیوں ہوں؟

اس آئیہ کریمہ میں ہجرت کرنے والوں اور اللہ کی راہ میں دکھ اٹھانے والوں اور شہید کر دیئے جانے والوں کو تین انعامات دیئے جانے کا ذکر فرمایا گیا ہے، پہلا یہ کہ ان کے تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے، دوسرا یہ کہ ایسے حسین باغات میں داخلہ ہوگا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، تیسرا یہ کہ ان نعمتوں کے علاوہ بھی بہت کچھ جو ان کے خیالات سے بالاتر ہوگا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ
(اے سننے والے) تجھے کفار کا چلنا پھرنا دھوکے
میں نہ ڈال دے (۱۹۶) اُن کا (یہ موج میلا)
تھوڑی مدت کیلئے ہے، پھر ان کا ٹھکانا دوزخ
ہے اور یہ بہت برا ٹھکانا ہے (۱۹۷) لیکن وہ جو
اپنے رب سے ڈرتے رہے ان کیلئے باغات ہوں
گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور وہ
(متقی) لوگ ان میں ہمیشہ رہیں گے، یہ اللہ
کی طرف سے ان کی مہمانی ہوگی اور جو نعمتیں اللہ
کے پاس ہیں وہ نیکیوں کیلئے بہت بہتر ہیں (۱۹۸)

لَا يَغْنَصُكَ تَقَلُّبُ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي الْبِلَادِ
مَتَاعًا قَلِيلًا ثُمَّ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ
الْمِهَادُ ۝ لَكِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنَّاتٌ
تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا لَا يَزِلُّونَ مِنْ
عِنْدِ اللَّهِ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ لِّلْآبَرَارِ ۝

تفسیر

مشرکین مکہ اور یہود مدینہ اپنے کاروبار کے لحاظ سے امیر لوگ تھے، سلسلہ تجارت عروج پر تھا، مال و دولت کی

کی نہ تھی اسی پر زندگی میں عیش اڑاتے اور فخر کرتے کہ وہ آخرت میں بھی ایسے ہی ہوں گے، بعض فقراء نے دربار رسالت میں عرض کی یا رسول اللہ ﷺ، اللہ اور اسکے رسول ﷺ کے گستاخ تو مالی نعمتوں سے سرفراز ہیں اور عیش کی زندگی گزار رہے ہیں، اور ہم پریشان ہیں اور فاقہ میں گرفتار ہیں، اس کی کیا حکمت ہے تو یہ آئیہ کریمہ نازل ہوئی، مسلمانوں کو فرمایا گیا کہ کفار کی پر تعیش زندگی دیکھ کر دھوکا نہ کھانا، یہ نہ سمجھ بیٹھنا کہ یہ لوگ اللہ کے پیارے ہیں، اگر یہ خدا کے دشمن ہوتے تو ایسی نعمتوں سے کیوں نوازے جاتے یہ عیش و عشرت ہماری رضا کی دلیل نہیں، مسلمانوں کو تسلی دی جا رہی ہے کہ دنیا حقیر ہے، اس کی کوئی حقیقت نہیں یہ سامان تھوڑا ہے، دنیا کی ساری چیزیں دکھوں، غموں مصائب اور پریشانیوں سے بھری ہوئی ہیں، قیامت کو اس پر تعیش زندگی کا حساب بھی دینا پڑے گا، رہے مسلمان ان کی پاکیزہ زندگی عدل و انصاف کی زندگی، رضاء رب قدوس کیلئے عمل تو ان کا متاع ہے، جو قلیل نہیں کثیر ہے اور قیامت کے دن عزت کا باعث بنے گا، کفار کا یہ انداز مال و دولت عیش و عشرت خدا کی بغاوت ان کی ذلت اور رسوائی کا باعث ہوگا، مسلمانوں کی عزت ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ہوگی اور کفار کی رسوائی ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ہے۔

دنیا تو ایک ہی ہے مگر یہ کافر و مومن دونوں کیلئے الگ الگ نقشہ پیش کرتی ہے، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر حضور ﷺ کو دیکھا آپ چٹائی پر لیٹے ہیں، جسم اقدس پر چٹائی کے نشانات دیکھ کر عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ ﷺ (قیصر و کسریٰ کیلئے آرام، عیش اور آپ کے جسم اقدس پر نشانات تو فرمایا عمر! تم اس پر راضی نہیں کہ ان کیلئے دنیا ہو اور ہمارے لئے آخرت۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَأَنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَمَنْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ
وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِمْ خُشْعِينَ
إِلَهُ لَا يَشْتَرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَٰئِكَ
لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ إِنَّ اللَّهَ شَرِيفُ الْحِسَابِ
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا
وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ

صَلَّى
الْحَقِّ
الْعَظِيمِ

اور بے شک اہل کتاب سے کچھ ایسے بھی ہیں جو
اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور اس پر جو تمہاری طرف
اتر اور ان کی طرف اتر، اللہ سے ڈرتے ہیں اور
آیات الہیہ کو ذلیل دام کے بدلہ بیچتے نہیں یہ وہ
لوگ ہیں جن کا اجر ان کے رب کے پاس ہے
بے شک اللہ جلد حساب لینے والا ہے، (۱۹۹)
اے ایمان والو صبر کرو، اور ثابت قدم رہو،
سرحدوں کی نگہبانی کرو اور خدا سے ڈرتے رہو کہ
تم کامیاب رہو۔ (۲۰۰)

تفسیر

اس آیت مبارکہ کے اترنے کا باعث یہ ہوا، حبشہ کا بادشاہ نجاشی فوت ہوا، تو حضور ﷺ نے اس کی موت کی خبر
صحابہ کو دی اور نماز جنازہ پڑھنے کا فرمایا، چنانچہ آپ نے جنت البقیع میں پہنچ کر نماز جنازہ پڑھی، اس پر
منافقین نے اعتراض کیا کہ حضور ﷺ نے ایسے شخص کی نماز جنازہ پڑھی جو عیسائی تھا، تو یہ آیت پاک منافقین
کی تردید میں اور حضور ﷺ کی تائید میں اور نجاشی کی تعریف میں اُتری۔ حضور ﷺ نے اس جنازہ میں چار
تکبیریں کہیں اور نماز جنازہ کے بعد نجاشی کیلئے دعا مغفرت فرمائی۔

کچھ لوگ اس نماز جنازہ سے غائبانہ نماز جنازہ کی دلیل بنا لیتے ہیں، کہ نجاشی حبشہ میں فوت ہوا، اور
مدینہ منورہ میں نماز ادا کی گئی یہ اس لئے صحیح نہیں کہ حضور ﷺ مدینہ منورہ میں کھڑے ہوئے تھے مگر رب
قدوس نے حبشہ کی زمین اور نجاشی کی نعش کو حضور ﷺ پر منکشف فرمادیا تھا، اسی روایت سے واضح ہے کہ نماز
جنازہ کی تکبیریں چار ہیں، جیسے حنفی سنی پڑھتے ہیں، مسلمانوں سے فرمایا گیا ہے کہ تمام اہل کتاب کو برا نہ جانو

یا منافقین سے کہا جا رہا ہے کہ نجاشی کا جنازہ پڑھنے سے حضور ﷺ پر اعتراض نہ کرو۔

اہل کتاب میں بعض وہ مخلصین بھی ہیں، جو اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں اور ان آیات کو بھی مانتے ہیں جو تمہاری طرف بھیجی گئیں اور ان کتابوں کو بھی مانتے ہیں جو تم سے پہلے انہیں مل چکی تھیں، آخر میں ایمانداروں سے فرمایا گیا ہے کہ اعمال صالح سے بے نیاز نہ ہو جاؤ، مصائب و مشکلات میں حوصلہ سے رہو اللہ کی راہ میں تیاری جاری رکھو اور سرحدوں کی حفاظت میں تساہل نہ کرو تا کہ تم کامیاب رہو۔

اس آخری آیہ پاک میں ایمانداروں کی کامیابی کو ان کاموں سے وابستہ کر دیا گیا ہے کہ صبر کریں، تقویٰ اختیار کریں، دشمن کے مقابلہ میں ثابت قدم رہیں، اور جہاد فی سبیل اللہ کیلئے تیار رہیں، اسلامی سرحدوں کی حفاظت کیلئے جنگ کی تیاری کے ساتھ وہاں قیام کرنے کو رباط اور مرابطہ کہا جاتا ہے، اس رباط کے فضائل میں بہت سی احادیث مبارکہ وارد ہیں، حضرت سہل بن سعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جسے امام بخاری نے نقل کیا ہے، حضور ﷺ نے فرمایا اللہ کی راہ میں ایک دن کا رباط دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ مسلم شریف میں سلمان رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے درج ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ایک دن کا رباط ایک مہینہ کے مسلسل روزے اور ساری رات عبادت میں گزارنے سے افضل ہے اگر وہ اس حالت میں مر گیا تو اس کے عمل رباط کا روزانہ ثواب ہمیشہ کیلئے جاری رہے گا۔

حضرت فضالہ بن عبید سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہر مرنے والے کا عمل اسکی موت کے ساتھ ختم ہو جاتا ہے، مگر مرابط کا عمل قیامت تک بڑھتا ہی رہتا ہے، اور قبر میں حساب لینے والوں سے امن میں رہتا ہے۔ قرطبی میں اسی مقام پر ایک روایت ابی بن کعب کی درج ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا مسلمانوں کی کمزور سرحد کی حفاظت اخلاص کے ساتھ ایک دن کرنے کا ثواب رمضان کے علاوہ دوسرے دنوں میں سو سال کے مسلسل روزوں سے افضل ہے۔ حضور ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا وضو کو مکمل طور پر کرنا، مسجد کی طرف کثرت سے جانا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا یہ بھی رباط فی سبیل اللہ ہے۔ آیہ پاک کے بالکل آخر میں تقویٰ کا حکم ہے جو تمام کاموں میں روح کی حیثیت رکھتا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

سورۃ النساء

سورۃ نساء مدنی ہے اس میں ایک سو چھتر (۱۷۶) آیات ہیں اور چوبیس رکوع ہیں

سورۃ آل عمران سے اس سورۃ نساء کو تعلق یہ ہے کہ پہلی سورۃ آل عمران میں عمران کی بیوی ”حٰثَہ“ اور ان کی بیٹی ”مریم“ کا ذکر ہے، اس سورۃ میں عام خواتین کا ذکر ہے گویا خاص خواتین کے بعد عام خواتین کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ سورتوں کے مکی مدنی ہونے کی وضاحت اس طرح ہے جو سورتیں یا آیتیں ہجرت سے پہلے اُتریں انہیں مکی کہا جاتا ہے اور جو ہجرت کے بعد اتریں وہ مدنی کہلاتی ہیں۔ اس سورۃ کے مدنی ہونے کی دلیل ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ ارشاد بھی ہے کہ آپ فرماتی ہیں سورۃ بقرہ اور سورۃ نساء کی جو آیات بھی اتریں میری موجودگی میں اتریں۔ اس وقت میں حضور ﷺ کے پاس تھی اور ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہجرت کے بعد ہی حضور ﷺ کے پاس تھیں۔ اس سورۃ پاک میں عورت کی عظمت اور اہمیت کو بیان کیا گیا ہے اور وضاحت کی گئی ہے جس طرح مرد کے حقوق عورت پر ہیں ایسے ہی عورت کے حقوق بھی مرد پر ہیں۔ اسلام سے قبل جو عورت ایک بکاؤ مال کی حیثیت سے متعارف تھی اس کی قدر و قیمت کا کوئی تصور نہ تھا۔ اس سورۃ شریف میں بتایا گیا ہے کہ انسانیت میں عورت کو ایک مقام حاصل ہے۔ عورتوں کے سلسلہ میں جو مظالم کئے جاتے تھے بے راہ روی کا شکار تھیں انہیں ختم کرنے کا حکم دیا گیا ہے، بگڑے حالات کی اصلاح فرمائی گئی۔ اس سورۃ پاک میں خواتین کی عزت و حرمت اس طرح بھی فرمائی گئی کہ تقسیم جائیداد کے سلسلہ میں ماں، بیٹی، بیوی کو بھی مرد کی طرح وارث قرار دیا گیا ہے۔

اس سورۃ پاک میں یتیم بچوں کی کفالت کا مسئلہ بھی فرمایا گیا ہے نماز خوف کی ادائیگی کا مسئلہ بھی اسی سورۃ پاک میں فرمایا گیا، یتیم کی آیات مبارکہ کا نزول بھی ہوا، معاشرہ سے بے حیائی ختم کرنے کے احکام، رشتہ داروں سے حسن سلوک، اعمال صالح اور توبہ کا حکم، سب اسی سورۃ پاک میں نازل ہوئے جس سے گھر

میں امن و سکون ملا۔ اس سورۃ پاک میں حضور ﷺ کی اطاعت کو بہر حال لازم قرار دیا گیا ہے اور ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے ”فلا وربک لا یؤمنون حتیٰ یحکموک فیما شجر بینہم“ محبوب تیرے رب کی قسم کوئی شخص مومن ہو ہی نہیں سکتا جب تک وہ آپ (ﷺ) کے فیصلہ کو برضا و رغبت تسلیم نہیں کر لیتا۔
وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سُبْحٰنَہٗ اَرْبَعًا وَّعِشْرَۃً مَّارَۃً

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت رحم فرمانے والا اور بہت مہربان ہے۔

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان (آدم) سے پیدا کیا اور اُسی سے اس کی بیوی (حواء) کو پیدا کیا اور ان دونوں سے بکثرت مردوں اور عورتوں کو پھیلا یا اور اللہ سے ڈرو جس کے سبب سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رشتہ داروں سے قطع تعلق سے ڈرو، بے شک اللہ تم پر نگہبان ہے۔ (۱)

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا ۝

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں تمام بنی نوع انسان کو حکم دیا جا رہا ہے کہ خدا سے ڈرو جس نے تمہیں پالا ہے، اللہ تعالیٰ کی بندوں پر اور بھی بے شمار نعمتیں ہیں جن کا شمار ہی نہیں ہو سکتا مگر صفت ربوبیت بہت غالب دکھائی دے رہی ہے چونکہ اس سورۃ پاک میں بہت سے احکام دیئے گئے اب ان احکام پر عمل کرنے کیلئے طریقہ فرمایا جا رہا ہے کہ اللہ سے ڈرو۔ خدا کا ڈر ایسی نعمت ہے جس سے احکام پر عمل آسان ہو جاتا ہے۔ بچے کو والدین کا ڈر

نہ ہو تو وہ جو چاہے گا کرے گا مگر ڈر ہوگا تو سوچ سمجھ کر چلے گا۔ بندے کو خدا کا ڈر ہوگا تو گناہوں سے بچتا رہے گا کہ ڈر ہے پکڑا جائے گا سزا ہوگی۔ آدم علیہ السلام سے انسانیت کو بڑھانے کا ذکر فرمایا گیا ہے جس سے آدم علیہ السلام کی عظمت بھی ہے اور انسانوں کو اُن سے قریب ہونے کا حکم بھی ہے۔ حضرت حواء کو بھی ان کی پسلی سے پیدا کیا گیا پھر ان دونوں سے مردوں اور عورتوں کو پیدا کیا گیا اور دنیا پر پھیلا دیا گیا۔

اس آیہ مبارکہ میں خدا سے ڈرنے کا ذکر دو مقام پر موجود ہے ”اتقوا ربکم“ اپنے رب سے ڈرو ”واتقوا اللہ“ اللہ سے ڈرو۔ جس سے پتہ چلتا ہے خدا خونی بہت بڑی نعمت ہے جسے نصیب ہو جائے۔ آیہ کے آخر میں ”والا رحام“ کا ذکر کر کے انسانیت کو صلہ رحمی کا درس دیا گیا ہے کہ وہ رشتہ داروں سے حسن سلوک کریں، قطع رحمی سے بچیں۔ ام المؤمنین حضور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا رحم پکارتا ہے جس نے مجھے جوڑا اللہ اُسے ملائے گا، جس نے مجھے توڑا اللہ اُسے جدا کر دے گا۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا صلہ رحمی کرنے والا فقیری سے محفوظ رہے گا، اور خاتمہ بالخیر ہوگا۔ امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، قرابت اور رشتہ داری کے واسطے سے مانگنے والے کو ضرور دو۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے رحم سے فرمایا جو تجھ سے وصل کرے گا میں اُس سے وصل کروں گا جو تجھ کو قطع کرے گا میں اس کو قطع کروں گا۔ حضور ﷺ کے اس ارشاد گرامی سے بھی اس عنوان کی مزید تاکید ہوتی ہے ”صل من قطعک واعف عن ظلمک و احسن الی من اساء الیک“ جو تجھ سے کٹتا ہے اُس سے جُڑ جا جو تجھ پر ظلم کرتا ہے اُسے معاف کر دے جو تجھ سے برائی کرتا ہے اس سے اچھائی کر۔

بدی را بدی سہل باشد جزا اگر مردی احسن الی من اساء

برے کو برائی سے جواب دینا آسان ہے، اگر تو مرد مومن ہے تو اس سے اچھائی کر جس نے تجھ سے برائی کی ہے۔

اس آریہ کریمہ میں ایک جان (آدم علیہ السلام) سے پیدا کرنے کے ذکر سے بھی واضح اشارہ ہے کہ تم ایک باپ کی اولاد ہو اس لئے ایک دوسرے سے حسن سلوک پیار، محبت، اخوت کو ملحوظ رکھو۔ حضور ﷺ نے صلہ رحمی کو مضبوط رکھنے کے سلسلہ میں ارشاد فرمایا ”من احب ان یبسط له فی رزقه و ینسأ له فی آخره فلیصل رحمہ“ (مشکوٰۃ شریف ص ۴۱۹) جسے یہ بات پسند ہو کہ اس کے رزق میں برکت ہو اور عمر لمبی ہو تو اسے چاہئے صلہ رحمی کرے۔ سیدنا عبد اللہ ابن سلام فرماتے ہیں رسول پاک ﷺ کا وہ خطبہ مجھے یاد ہے جو آپ نے مدینہ منورہ آنے پر ارشاد فرمایا تھا ”یا بیہا الناس افشوا السلام و اطعموا الطعام و صلوا الارحام و صلوا باللیل والناس نیام تدخلوا الجنہ“ (مشکوٰۃ ص ۱۰۸) لوگو! ایک دوسرے کو سلام کیا کرو، کھانا کھلایا کرو، صلہ رحمی کیا کرو، رات کو نماز پڑھو (تہجد) جب لوگ سو رہے ہوں ایسا کرنے سے تم جنت میں سلامتی سے پہنچ جاؤ گے۔ مشکوٰۃ شریف ص ۷۱ پر اس عنوان کی اہمیت کا ذکر اس طرح ملتا ہے ”کسی محتاج کی مدد کرنا صرف صدقہ ہے اور اپنے کسی عزیز کی مدد کرنا صدقہ بھی ہے اور صلہ رحمی بھی“۔ جیسے صلہ رحمی کرنے کے فضائل ہیں ایسے ہی قطع رحمی کرنے والے کی مذمت بھی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا ”لا یدخل الجنۃ قاطع“ (مشکوٰۃ ص ۴۱۹) جو آدمی رشتہ داروں سے حسن سلوک نہیں کرتا وہ جنت میں نہیں جائے گا، اسی مقام پر دوسری روایت اس طرح ہے جس قوم میں قطع رحمی کرنے والا ہوگا اس قوم پر اللہ کی رحمت نہیں اترے گی۔

آریہ کریمہ کے آخری ارشاد میں فرمایا، اللہ تم پر نگران ہے وہ جانتا ہے تم نے صلہ رحمی لوگوں کے دکھاوے کیلئے کی ہے، یا اللہ کی رضا کیلئے اگر اس عمل میں دکھاوا ہے تو اجر نہیں ہوگا، اخلاص ہے تو عظیم اجر ملے گا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

اور یتیموں کو اُن کے اموال دو اور اپنے خراب
مال کو ان کے اچھے مال سے تبدیل نہ کر دو اور ان
کے مال کو اپنے مال کے ساتھ ملا کر نہ کھاؤ بے
شک یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ (۲)

وَاتُوا الْيَتَامَىٰ أَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا الْحَبِيثَ
بِالظُّلْمِ وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَهُمْ إِلَىٰ أَمْوَالِكُمْ
إِنَّ ذَٰلِكَ كَانَ حُوبًا كَبِيرًا ۝
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں خدا سے ڈرنے کا حکم تھا، اس آیہ کریمہ میں یتیموں کے مال سے بچنے کا حکم دے کر خوف
الہی کے عنوان کو اجاگر فرمایا جا رہا ہے۔ اس آیہ مبارکہ کے اترنے کا سبب یہ ہوا، قبیلہ بنی غطفان کا ایک امیر
آدمی فوت ہو گیا اس کے بھائی نے فوت ہونے والے کا سارا مال سنبھال لیا اور مرنے والے کا ایک بچہ بھی
تھا جو چچا نے سنبھال لیا، یہ یتیم بچہ جب بالغ ہوا تو اس نے اپنے چچا سے اپنے باپ کے مال کا مطالبہ کیا، چچا
نے مال دینے سے انکار کر دیا۔ یہ یتیم بچہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور اپنے مطالبہ کا ذکر کیا تو یہ آیہ
مبارکہ نازل ہوئی جب بچے کے چچا نے یہ حکم سنا تو کہا میں اللہ اور رسول کا تابع ہوں، بڑے گناہ سے اللہ
کی پناہ، یہ کہہ کر سارا مال اپنے بھتیجے کے سپرد کر دیا۔

حضور ﷺ کی آمد سے قبل عرب میں جہاں اور بے شمار برائیاں تھیں، ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ
یتیموں پر ظلم کو برائیاں سمجھا جاتا تھا۔ اس آیہ مبارکہ میں اس برائی سے روک دیا گیا ہے کہ یہ بدترین گناہ ہے،
ایک اور مقام پر اس برائی کا ذکر اس طرح ملتا ہے جو لوگ یتیموں کا مال کھا جاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں
آگ بھر رہے ہیں، یتیموں کے وارثوں کو تنبیہ فرمائی گئی ہے کہ یتیموں کے بالغ ہو جانے پر ان کا مال ان
کے مال میں رکھ دو انہیں اس سے بھی روک دیا گیا ہے کہ یتیموں کے مال میں یہ زیادتی بھی نہ کرو کہ اپنا ردی
مال ان کے سپرد کر دو اور ان کا اچھا مال اپنے قبضہ میں کر لو۔ یتیموں پر اس طرح کے مظالم سے روکا جا رہا ہے
کہ یہ گناہ شدید ترین ظلم ہے کہ حقوق العباد کو پامال کیا جا رہا ہے اور نابالغ یتیم کو نقصان پہنچایا جا رہا ہے جو

اپنی نابالغی کے باعث معاف بھی نہیں کر سکتا، وارثوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے عزیز یتیم رشتہ داروں کی حفاظت کریں مگر پوری دیانت داری اور ایمانداری سے۔

آیہ مبارکہ کے آخری حصہ میں فرمایا گیا کہ ان کے مالوں کو اپنے مالوں کے ساتھ ملا کر کھانہ جاؤ، یہاں پر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یتیم کا مال کھانے کی ممانعت ہے، کسی دوسرے مصرف میں لانے سے ممانعت نہیں چونکہ تصرف کرنے کا سب سے بڑا فائدہ کھانا ہے اس لئے کھانے کی ممانعت فرمائی گئی ورنہ ہر ناجائز تصرف سے روک دیا گیا ہے لہذا یتیم کے مال کو کسی بھی طریقہ سے ناجائز طور پر خرچ کرنا حرام ہے۔ ”حسبنا کثیرا“ فرما کر مزید روکا جا رہا ہے کہ یہ گناہ بہت بڑا گناہ ہے۔ لہذا یتیم کے مال میں ہر طرح کا ناجائز تصرف حرام کر دیا گیا ہے وہ حفاظت کی کمی سے ہو یا ردی مال دے کر اچھا مال لینے کی صورت ہو یا اپنے مال میں ملا کر کھانا ہو۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

اگر تمہیں ڈر ہو کہ تم یتیم لڑکیوں میں انصاف نہ کر سکو گے تو تمہیں جو عورتیں پسند ہوں ان سے نکاح کرو، دو دو تین تین اور چار چار سے پس اگر ڈر کرو کہ تم انصاف نہ کر سکو گے تو صرف ایک سے نکاح کرو یا اپنی مملوکہ کنیزوں سے (فائدہ اٹھاؤ) یہ اس سے زیادہ قریب ہے کہ تم کسی ایک کی طرف مائل ہو جاؤ (۳) اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے ادا کرو پھر اگر وہ (بیویاں) خوشی سے تمہیں کچھ دیں (حق مہر سے) تو اُسے مزے سے کھاؤ، (۴)

وَلَا تَحْفَظُوا الْأَنْفُسَ فِي الْيَتَامَىٰ قَالُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثَلِي وَتُلَاثٍ وَ
رُبْعَانِ خَفْتُمْ أَنْ تُغْنُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ
أَيْمَانُكُمْ ذَلِكَ آذَنُ الْأَعْوُنَاءِ وَأَتُوا النِّسَاءَ
صَدُوقَهُنَّ نَحْلَةً فَإِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ
فِيهِ نَفْسًا فَاكْلُوهُ هِيَئَا مَرِيئًا ۝

اللہ
صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم

تفسیر

اس آیہ مبارکہ کا کچھلی آیہ کریمہ سے تعلق یہ ہے کہ کچھلی آیہ مبارکہ میں یتیموں سے اچھا برتاؤ کرنے اور حسن سلوک سے رہنے کا ذکر تھا، اب اس آیہ مبارکہ میں یتیمہ سے حسن سلوک کا ذکر ہے جس سے ولی نکاح کرے۔

اس آیہ کریمہ کے اترنے کا سبب یہ بنا، سیدنا عمرؓ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ بعض لوگ آٹھ آٹھ دس دس بیویاں رکھتے، جب اخراجات سے تنگ ہو جاتے تو زیر پرورش یتیموں کا مال ان بیویوں پر خرچ کرتے۔ تو یہ حکم نازل ہوا جس میں زیادہ عورتوں سے نکاح کرنے کو روک دیا گیا۔ ایک اور روایت بھی ہے، ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا اس آیہ کا شان نزول کیا ہے تو فرمایا کچھ لوگ زیر پرورش یتیمہ کے مال اور حسن کی وجہ سے نکاح کر لیتے تھے مگر ان کا حق مہر پورا مقرر نہ کرتے اور ان کے حقوق اچھی طرح ادا نہ کرتے، انہیں یتیموں سے نکاح کی بجائے دوسری خواتین سے نکاح کا حکم دیا گیا ہے۔

اے یتیم لڑکیوں کے والیو! اگر تمہیں ڈر ہو کہ یتیم لڑکی سے نکاح کر لو تو اُن سے انصاف نہ کر سکو گے، اور دوسری بیویوں کی طرح اُن کے حق مہر پورے ادا نہ کر سکو گے، تو اُن سے نکاح نہ کرو بلکہ ان کے علاوہ دوسری بیویوں سے نکاح کر لو، جن کے حق مہر پورے پورے ادا کرو تمہیں اختیار ہے۔ ”دودو، تین تین، چار چار“ بیویوں سے نکاح کر لو مگر ضروری ہے کہ ان میں عدل و انصاف کو ملحوظ رکھو، اگر یہ خطرہ ہو کہ انصاف نہ کر سکو گے تو پھر صرف ایک ہی بیوی پر اکتفا کرو، یا کسی عورت سے نکاح کرو ہی نہیں، بلکہ اپنی کینروں پر قناعت کرو کہ اُن لونڈیوں کے نہ تو تم پر حقوق زوجیت لازم ہیں نہ ان کی تعداد پر پابندی ہے۔

پھر خاوندوں کو حکم دیا گیا ہے کہ طے شدہ مہر خوشی خوشی ادا کرو اور ٹال مٹول سے بیویوں کو پریشان نہ کرو، ہاں اگر تمہاری بیویاں اپنی مرضی سے تمہیں سارا حق مہر چھوڑ دیں یا کچھ حصہ نہ لیں تو وہ تمہارے لئے جائز ہے کہ استعمال کرو حق مہر کی رقم پر پابندی نہیں جتنا کوئی باندھنا چاہے باندھ سکتا ہے۔ قرآن مقدس فرماتا ہے

”وَأَن آتَيْتُم أَحَدَهُن قِنْطَارًا“ اور اگر تم بیویوں کو ڈھیروں کے ڈھیر مال بھی دے دو تو جائز ہے مگر دیانتداری سے اس کی ادائیگی لازمی ہے۔

آیہ کریمہ میں ”مطاب لکم“ کے ارشاد سے واضح ہے لڑکے، لڑکی کا نکاح دونوں کی پسندیدگی سے کیا جائے، اگر اس ضابطہ کے خلاف ہوا تو حالات خراب ہونے کا شدید اندیشہ ہے۔ اس آیہ مبارکہ میں چار تک بیویوں کے رکھنے پر بعض غیر ذمہ دار لوگوں نے اسلام کے اس ضابطہ پر تنقید کی ہے جو قطعی بے معنی ہے اس میں کوئی جان نہیں حالانکہ اسلام سے قبل بھی تقریباً دنیا کے سارے مذاہب میں اسے جائز سمجھا جاتا تھا اور کثرت ازواج کی رسم جاری تھی، اعتراض کرنے والوں میں یہود و نصاریٰ پیش پیش دکھائی دیتے ہیں حالانکہ توراۃ و انجیل میں سابق انبیاء علیہم السلام کی ازواج مطہرات کا متعدد ہونا بھی ملتا ہے۔

یورپ نے اپنے متقدمین کے خلاف متعدد ازواج کو ناجائز ثابت کرنے کی کوشش کی تو اس کا نتیجہ انتہائی خطرناک نکلا، لوگوں نے بے نکاحی و اشتنائیں رکھنا شروع کر دیں، بالآخر اہل علم کو قرآن مقدس کے اس تعدد ازواج کے قانون کو غور سے دیکھنے سمجھنے کا موقع ملا اور مخالفین میں سے کئی لوگوں نے اسے صحیح و درست مانا۔ مسٹر ڈیون پورٹ نے جو ایک مشہور عیسائی فاضل ہے، تعدد ازواج کی حمایت میں انجیل کی بہت سی آیتیں نقل کی ہیں، ان آیات میں یہ پایا جاتا ہے کہ تعدد ازواج صرف پسندیدہ ہی نہیں بلکہ خدا نے اس میں خاص برکت دی ہے، مشہور پادری نکسن اور جان ہلٹن نے بھی تائید کی ہے۔ ویدک تعلیم بھی اسے جائز قرار دیتی ہے، ہندوؤں کے اوتار کرشن کی سینکڑوں بیویاں تھیں۔ بہ یک وقت چار بیویاں رکھنے پر پابندی عائد کر کے اسلام نے اس مسئلہ کو نہایت حسین انداز میں حل کیا ہے اور عدل و انصاف کا قانون جاری کیا ہے، اگر زائد رکھ کر انصاف نہ کر سکو گے تو ایک ہی نکاح کرو“ حضور سید عالم ﷺ کی متعدد ازواج مطہرات پر اعتراضات کو میں نے اپنی کتاب ”مدینۃ الرسول“ میں وضاحت سے لکھا ہے اس ضمن میں اس کا مطالعہ مفید رہے گا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ
لَكُمْ قِيَامًا وَانْزُقُوهُمْ فِيهَا وَاكْسُوهُمْ وَقُولُوا
لَهُمْ قَوْلًا مَعْرُوفًا ۚ وَابْتَلُوا الْيَتَامَىٰ حَتَّىٰ إِذَا
بَلَغُوا النِّكَاحَ فَإِنْ آنَسْتُمْ مِنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوا
إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ ۖ وَلَا تَأْكُلُوهَا إِسْرَافًا وَبِدَارًا
أَنْ يَكْبَرُوا ۚ وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعِفِفْ
وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ ۚ فَإِذَا
دَفَعْتُمْ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ فَأَشْهَدُوا عَلَيْهِمْ ۚ
وَكَفَىٰ بِاللَّهِ حَاسِبًا ۚ

صَلَّى اللہ
الْحَقَّ

اور کم عقلوں کو اپنے وہ مال نہ دو جن کو اللہ تعالیٰ
نے تمہاری گذراوقات کا ذریعہ بنایا ہے، اور اس
مال سے انہیں کھلاؤ اور پہناؤ اور ان سے اچھی
بات کرو (۵) اور یتیموں کو آزماتے رہو حتیٰ کہ
جب وہ نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں اور تم ان میں
سمجھداری کے آثار دیکھو تو ان کے مال ان کے
حوالے کر دو اور ان کے مال کو فضول خرچی کے
ساتھ خرچ کر کے بڑے ہونے کے خوف سے
جلدی جلدی نہ کھاؤ، اور جو یتیم کا ولی مالدار ہو وہ
اس کا مال کھانے سے بچتا رہے اور جو ولی ضرورت
مند ہو وہ اصول و دستور کے مطابق کھالے اور پھر
جب تم ان کے مال ان کے سپرد کرو تو ان پر گواہ
بنالو اور اللہ کافی حساب لینے والا ہے (۶)

تفسیر

پہلی آیہ مبارکہ میں یتیموں کے والیوں کو یا یتیم بیویوں کے شوہروں کو حکم تھا کہ انہیں ان کا مال دو، اب فرمایا جا
رہا ہے جو بچے یا بیویاں نا سمجھ ہوں، مال کو صحیح طور پر خرچ کرنے کا سلیقہ نہ رکھتے ہوں انہیں مال ہرگز نہ دو
یہاں تک کہ انہیں سمجھ آ جائے، یتیموں کے والیوں کو حکم دیا گیا تھا کہ ان کا مال انہیں دے دو مگر یہاں پر متنبہ
کیا جا رہا ہے دیکھنا کہ وہ مال کو سنبھال بھی سکتے ہیں اگر ان میں عقل فکر سمجھ آ چکی ہے کہ مال کی حفاظت کر
سکتے ہیں تو دو ورنہ وہ مال اپنے پاس محفوظ رکھو۔ اس وقت دو جب وہ سنبھالنے کے قابل ہو جائیں تم ان کے

امین ہو، محافظ ہو، وہ نا سمجھ بچے ہیں، مال کو برباد کر بیٹھیں گے کہ مال تمہارے گزراؤقات کا ذریعہ ہے اس کا احساس کرو، قدر کرو، بچوں کے سپرد کر کے ضائع نہ کرو، وہاں اس مال سے تجارت کر کے نفع سے انہیں کھانا لباس ان کی جائز ضروریات پوری کرتے رہو اور ہمیشہ ان سے اچھی بات کرو کہ مال دینے کا وعدہ کرو، انہیں لکھنے پڑھنے، ہنرمند بننے کا شوق دلاتے رہو۔

اس آئیہ پاک میں مال کی حفاظت کرنے، اُسے بربادی سے بچانے کا درس بھی دیا جا رہا ہے کہ مال کو فضول خرچی سے ضائع نہ کریں، کفایت شعاری سے اسکی حفاظت کی جائے، یہ بھی درس دیا گیا ہے کہ امانت کو امانت دار تک پہنچانے میں فکر سمجھ سے کام لیا جائے، اگر مال کا مالک عقل و فکر سمجھ سے بہرہ ور ہو چکا ہے تو مال اُسے دیا جائے، ورنہ اس کے سمجھدار ہونے تک اس کی حفاظت کی جائے ایسے ہی اگر کسی کی بیوی کم عقل ہے سمجھ ہے تو اس کا مال اس کا حق مہر اُسے دینے کے بجائے اس کے والدین کے سپرد کیا جائے اگر یتیم کا ولی مالدار ہے تو یتیم کے مال سے نہ کھائے بلکہ اس کی پرورش حفاظت نگرانی صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے کرے، ہاں اگر ولی محافظ ہے، غریب ہے، ضرورت مند ہے تو اس کے مال سے پرورش کی اجرت کے طور پر حاصل کر سکتا ہے، مگر یہ صورت بھی یتیم کی ہمدردی کیلئے احتیاط کفایت کے پیش نظر اس کی خیر خواہی کے پیش نظر ہو۔

آئیہ کریمہ کے آخر میں فرمایا گیا ہے کہ یتیم کے مال میں سے جو کچھ خرچ ہو پوری دیانت، امانت کے ساتھ خرچ کرو اس خرچ پر گواہ بھی بنا لو۔ یہ خیال رکھنا ہم نے تم سے حساب بھی لینا ہے، اللہ خیر ہے علیم ہے حساب لینے والا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

لِّلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ
وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ
مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا ۖ وَإِذَا
حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُو الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينُ
فَارْزُقُوهُمْ مِنْهُ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَعْرُوفًا ۝

صلی اللہ علیہ وسلم
الحظیم

مردوں کیلئے اس مال سے حصہ ہے جس کو ماں باپ اور قرابت داروں نے چھوڑا ہو اور عورتوں کیلئے بھی اس مال سے حصہ ہے جس کو ماں باپ اور قرابت داروں نے چھوڑا ہو، وہ مال تھوڑا ہو یا زیادہ یہ مقرر کیا ہوا حصہ ہے (۷) اور جب (ترکہ کی) تقسیم کے وقت (غیر وارث) قریبی لوگ یتیم اور مسکین موجود ہوں تو انہیں بھی (اس مال سے) کچھ دے دو اور ان سے خیر خواہی کی بات کرو۔ (۸)

تفسیر

ایک دور میں میت کا مال تقسیم کرنے میں کچھ اس قسم کی بے راہ روی اور نا انصافی کا پہلو عام تھا، عورتوں کو محروم کیا جاتا تھا کہ وہ تو جنگ میں نہیں جاسکتیں، دشمن کا مقابلہ نہیں کرسکتیں، کما کر لانے میں معذور ہیں، ایسے ہی بچوں کو محروم کر دیا جاتا تھا اور کہا جاتا تھا کہ یہ جنگ کرنے اور مال لوٹنے کی ہمت نہیں رکھتے۔

اس آیہ کریمہ میں اس دور کے اس غیر منصفانہ طریق تقسیم کو ختم کر دیا گیا اور فرمایا گیا کہ میت کے ترکہ میں اس کے قریبی رشتہ دار بھی شریک ہیں وہ مرد ہوں یا عورتیں یا بچے ان کے حصے اللہ کی طرف سے مقرر کر دیئے گئے ہیں جو انہیں دینا ہوں گے۔ اسلام نے ان کے اس ضابطہ کو ختم کر دیا جو مال میں کمزور، یتیم، خواتین، محروم کر دئے جاتے تھے اب متروکہ مال میں کمزور بچے، پچیاں، خواتین، بیوگان، جوان، بوڑھے جو قریبی رشتہ دار ہیں سب کو وارث قرار دیا گیا ہے۔

اس آیہ کریمہ کے اترنے کا سبب یہ بنا، ایک جلیل القدر صحابی حضرت اوس بن ثابت رضی اللہ عنہ وفات پا گئے، انہوں نے اپنے پیچھے ایک بیوی، تین لڑکیاں اور چچا کے دو بیٹے سوید و عرفجہ چھوڑے۔ اس دور کے

مطابق حضرت اوس کے سارے مال پر سوید اور عرفجہ نے مکمل قبضہ کر لیا، حضرت اوس کی بیوی ام کہ اور بیٹیوں کو کچھ نہ دیا۔ حضرت اوس کی بیوہ ام کہ دربار رسالت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی حضور میرے شوہر نے مال تو بہت چھوڑا تھا مگر اس مال سے مجھے اور میری تین بیٹیوں کو محروم کر دیا گیا ہے اور سارے مال پر میرے شوہر کے چچا زاد بھائیوں سوید و عرفجہ نے مکمل قبضہ کر لیا ہے، اب میں پریشان ہوں، بچیوں کا پیٹ کیسے پالوں۔ ان کی درخواست پر حضور ﷺ نے سوید اور عرفجہ دونوں کو بلایا اور اس ظلم کی وجہ پوچھی کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟ ام کہ اور اس کی بچیوں پر یہ زیادتی کیوں کی؟ تو انہوں نے عرض کی حضور ہماری قوم میں ترکہ کا مال، بالغ مرد لیتے ہیں، عورتوں اور نابالغ بچوں کو نہیں دیا جاتا، تب یہ آئیہ کریمہ نازل ہوئی اور حضور ﷺ نے سوید اور عرفجہ دونوں کو فرما دیا کہ اس مال کو ہاتھ نہ لگانا، جب تک مال میراث کی تفصیل نازل نہ ہو جائے چنانچہ جب یہ آئیہ مبارکہ نازل ہوئی ”یوصیکم اللہ فی اولادکم“ تو آپ نے حضرت اوس بن ثابت کے ترکہ کو اس طرح تقسیم فرمایا، بیوی کو آٹھواں حصہ، بچیوں کو دو تہائی، باقی بچا ہوا سوید و عرفجہ کو عطا فرمایا۔

اس ارشاد گرامی سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ مال کا حصہ کسی کو اس کی طاقت، ہمت کے پیش نظر نہیں ملتا بلکہ اسلامی تقسیم کے مطابق ملتا ہے، نہ ہی کسی بیمار معذور کو اس کی کمزوری کے باعث زیادہ مل سکے گا بلکہ شرعی اصولوں کو ہی اپنایا جائے گا، ماں باپ کے ترکہ سے کسی وارث کو محروم نہیں کیا جاسکتا، ہاں قریب کا رشتہ ہوتے ہوئے دور کے رشتہ کو محرومی ہوگی، جیسے ”والاقریون“ کے ارشاد سے واضح ہے۔

امام بخاری علیہ الرحمہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے، حضور ﷺ فرماتے ہیں فرائض اہل فرائض کو لاحق کر دو، قرآن مقدس نے ورثاء کے جو حصے مقرر کئے ہیں، انہیں فرائض کہتے ہیں اس کے بعد تمام ترکہ عصبات میں اُسے ملے گا جو قریب ہوگا اور دور والا محروم ہوگا، اگر ذوی الفروض اور عصبات نہ ہوں تو پھر یہ مال ذوی الارحام میں تقسیم کر دیا جائے گا، ماں کی طرف سے رشتہ داروں کو ذوی الارحام کہا جاتا ہے، اگر یہ بھی نہ ہوں تو پھر یہ مال اسے دیا جائے گا جس کے متعلق میت نے سارے مال کی

وصیت کر رکھی ہے، اگر یہ بھی نہیں تو پھر اس کا سارا مال سرکاری خزانہ (بیت المال) میں جمع کرادیا جائے گا۔ اس آیہ مبارکہ کے آخری حصہ میں تقسیم مال کے وقت غیر وارث رشتہ داروں، یتیموں، غریب لوگوں سے حسن سلوک کا ذکر بھی فرمادیا کہ تقسیم مال کے وقت غریب رشتہ دار، فقیر، مساکین، عام غریب لوگ جمع ہو جائیں تو ان سے بھی حسن سلوک کرو اور کچھ نہ کچھ انہیں بھی دے دو ان سے سخت کلامی نہ کرو، اچھی بات کہو۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلق

چاہئے کہ وہ لوگ ڈریں (جو یتیموں کے سرپرست ہیں) اور سوچیں اگر وہ اپنے مرنے کے بعد بے سہارا اولاد چھوڑ جاتے تو وہ کس قدر ان کے متعلق پریشان ہوتے، سو انہیں یتیموں کے متعلق اللہ سے ڈرنا چاہئے اور درست بات کہنی چاہئے (۹) بے شک جو لوگ ناجائز طریقہ سے یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھر رہے ہیں اور وہ عنقریب بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے (۱۰)

وَلْيَخْشَ الَّذِينَ لَوْ تَرَكَوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَةً
ضَعْفًا خَافُوا عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللَّهَ وَلْيَقُولُوا
قَوْلًا سَدِيدًا إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ
الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا
وَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا ۝

اللہ
العظیم

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں ارشاد تھا ترکہ تقسیم ہوتے وقت اگر کوئی غیر وارث رشتہ دار، یا کوئی غریب، یتیم موقعہ پر آجائے تو انہیں بھی کچھ نہ کچھ دے دو اور ان سے اچھی بات کرو یہ ایک طرح حسن سلوک تھا، غریب پروری کی طرف توجہ دلانا تھا۔ اس آیہ پاک میں ایک مثال دے کر انہیں رحم و کرم پر متوجہ کیا جا رہا ہے کہ موت تو سبھی کو آتی ہے تم نے بھی جانا ہے اگر تم اپنے پیچھے بے سہارا بچے چھوڑ جاؤ گے تو سوچو ان کے متعلق تمہیں کس

قدر پریشانی ہوگی ان یتیموں، فقیروں سے بھی حسن سلوک کرو کہ تمہارے بچوں پر رحم ہو جیسا تم اپنے بعد اپنے یتیم بچوں سے حسن سلوک چاہتے ہو، ان کی بہتری سامنے رکھتے ہو، لوگوں کے یتیموں کے ساتھ بھی ایسا جذبہ اختیار کرو۔

اس آیہ مبارکہ کے اترنے کا سبب یہ ہوا کہ قبیلہ غطفان کا ایک شخص مر گیا، اس کی ساری جائیداد کا وارث میت کا بھائی مرثد ابن زید بن گیا اور مرنے والے کے یتیم بیٹے کا متولی ہو گیا تو اس نے اپنے بھائی کا سارا مال کھا لیا اور یتیم کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا تو یہ آیہ مبارکہ نازل ہوئی۔

اس آیہ مبارکہ کے شان نزول میں ایک اور روایت اس طرح بھی ہے جسے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں۔ کچھ لوگ مرنے والے کی بیمار پرسی کیلئے اس کے پاس جاتے اور کہتے تم تو مر رہے ہو، اللہ کی راہ میں بھی صدقہ و خیرات کر جاؤ وہ تمہارے کام آئے گا، وارث تو مال لے کر چلے جائیں گے اور تمہیں کچھ فائدہ نہ ہوگا وہ اس طرح غیر ضروری صدقہ خیرات پر اُکساتے اور یہ نصیحتیں اس غرض سے کرتے کہ وارث لوگ مال سے محروم ہو جائیں، یا ملے تو کم ملے۔ اس وقت یہ آیہ اُتری کہ تم سوچو اگر تم اپنی اولاد کو بے سہارا چھوڑو گے تو کیا ایسی بات کرو گے کہ غیر ضروری صدقہ خیرات کر کے اولاد کو ورثہ سے محروم کر دو اور وہ اپنی زندگی پریشانی میں گزاریں۔ متولی لوگوں کیلئے انتباہ فرمایا گیا کہ جو شخص کسی کا مال ناحق کھائے گا، ظلماً حاصل کرے گا وہ درحقیقت اپنے پیٹ میں آگ بھرے گا یہ مال دوزخ میں آگ کے انگارے بن کر اُسے جلائے گا، عذاب میں مبتلا کرے گا۔ آیہ پاک سے معلوم ہوا کہ حرام مال وہ اُنس کریم ہی کیوں نہ ہو وہ آگ ہے، عذاب ہے اللہ کا غضب ہے۔ اس شان نزول کی روشنی میں معلوم ہوا کہ اگر مرنے والا غریب ہے اور اس کے اہل و عیال ہیں تو وہ وصیت نہ کرے تاکہ اس کے بچے اس کے بعد زندگی اچھی گزار سکیں اگر مال دار ہے اور کسی کو وصیت کرنا چاہتا ہے تو وہ بھی تیسرے حصہ تک کر سکتا ہے۔

یتیموں کا مال ظلماً کھانے والوں کے متعلق حضور ﷺ کے کئی ارشادات ملتے ہیں، سیدنا ابوسعید خدری

رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا معراج کی رات میرا گزرا ایسی قوم پر ہوا جن کے ہونٹ اونٹ کے ہونٹوں کی طرح ہیں، کچھ لوگ انہیں ہونٹوں سے پکڑ کر ان کے مونہوں میں آگ کے انگارے ڈال رہے ہیں میں نے جبریل سے پوچھا یہ کون ہیں تو اس نے بتایا، یہ وہ لوگ ہیں جو یتیموں کا مال ظلماً کھاتے تھے۔

امام طبرانی نے اسی سلسلہ میں ایک اور روایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے کہ قیامت کے دن ایسے لوگ قبروں سے اٹھائے جائیں گے ان کے مونہوں سے آگ کے شعلے بھڑک رہے ہوں گے، عرض کی گئی یا رسول اللہ ﷺ یہ لوگ کون ہوں گے، فرمایا تمہیں پتہ نہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جو لوگ یتیموں کا مال ظلماً کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھر رہے ہیں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اسی ضمن میں ایک اور روایت اس طرح ملتی ہے جسے درمنثور نے نقل کیا ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ چار آدمیوں کو جنت میں داخل نہیں فرمائے گا۔ ماں باپ کا نافرمان، یتیم کا مال ناحق کھانے والا، عادی شرابی، سود کھانے والا۔

(درمنثور ص ۱۲۴، ج ۲)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضور ﷺ نے فرمایا ”احرج مال الضعیفین المرأة والیتیم“ میں تمہیں دو ضعیفوں کے مال سے بچنے کی تاکید کرتا ہوں، ایک عورت، دوسرا یتیم۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثِيَيْنِ فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثُ مَا تَرَكَ وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا الشُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَلَدٌ وَوَرِثَتْهُ أَبَوُهُ فَلِلْأُمِّهِ الثُّلُثُ فَإِنْ كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِلْأُمِّهِ الشُّدُسُ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّاتِهِ يُوَصِّى بِهَا أُولَٰئِكَ إِنْ كُنْتُمْ أَهْلًا لَّكُمْ تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا فَرِيضَةٌ مِنْ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ⑤

اللہ صِدق
الحظیم

اللہ تمہیں تمہاری اولاد کی وراثت کے متعلق حکم دیتا ہے کہ بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں کے برابر ہے، اگر بیٹیاں دو یا دو سے زیادہ ہوں تو ان کا حصہ دو تہائی ہے اور اگر صرف ایک بیٹی ہے اس کا حصہ کل مال سے آدھا ہے، اگر میت کے اولاد ہو تو اس کے ترکہ سے اس کے ماں باپ میں سے ہر ایک کا چھٹا حصہ ہے اگر میت کے اولاد نہ ہو صرف ماں باپ ہی وارث ہیں تو ماں کا تیسرا حصہ ہے (باقی سارا باپ کا) اگر میت کے بہن بھائی ہوں تو ماں کا چھٹا حصہ ہے (یہ تقسیم) اس کی وصیت پوری کرنے اور قرض ادا کرنے کے بعد ہے تمہارے باپ تمہارے بیٹے (تم خود) نہیں جانتے کہ تم کو نفع پہنچانے کے کون زیادہ قریب ہے، یہ حصے اللہ کی طرف سے مقرر کئے ہوئے ہیں، بے شک اللہ خوب جانتا ہے اور بہت حکمت والا ہے۔ (۱۱)

تفسیر

پچھلی آیہ کریمہ اجمالی طور پر وراثت کا ذکر تھا کہ ترکہ ماں باپ بیٹے، بیٹیاں، چھوٹے ہوں یا بڑے، کمزور ہوں یا توانا سبھی حقدار ہیں۔ اس آیہ مبارکہ میں وارثوں کے حصوں کا ارشاد فرمایا گیا ہے کہ کس کا کتنا ہے اور

کس کا کتنا۔ اس آیہ کریمہ کے اترنے کا سبب یہ بنا کہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں سخت بیمار ہو گیا میری خوش قسمتی رنگ لائی، میری بیمار پرسی کیلئے حضور ﷺ ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لئے میرے ہاں تشریف لائے، مجھے بے ہوشی تھی، حضور ﷺ نے وضو فرمایا، اور پانی مجھ پر چھڑکایا تو مجھے افاقہ ہو گیا، میں نے عرض کی حضور! (ﷺ) میں اپنے مال کے متعلق کیا فیصلہ کروں، حضور ﷺ خاموش رہے حتیٰ کہ یہ آیہ کریمہ نازل ہو گئی۔

اسی ضمن میں ایک اور روایت اس طرح ملتی ہے، اسے ترمذی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے حضرت سعد بن ربیعہ شہید ہو گئے انہوں نے ایک بیوی دو بیٹیاں ایک بھائی چھوڑا، اس وقت کے دستور کے مطابق سعد نے سارے مال پر قبضہ کر لیا اور مرحوم کی بیوی اور بیٹیاں محروم کر دیں۔ حضرت سعد کی بیوہ بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہوئی اور عرض کی حضور (ﷺ) مجھے محروم کر دیا گیا ہے، بچیاں یتیم ہیں ان کی پرورش کا کیا کروں؟ میرا شوہر شہید ہو گیا ہے اس کے بھائی نے ساری جائیداد پر قبضہ کر لیا ہے، حضور ﷺ نے فرمایا پریشان نہ ہو اللہ تمہاری مدد فرمائے گا، تب یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔

حضور ﷺ نے حضرت سعد کے بھائی کو حکم بھیجا کہ سعد کے مال کا آٹھواں حصہ ان کی بیوی کو دو اور دو تہائی ان کی لڑکی کو باقی تمہارا ہے۔ ایک اور روایت اس طرح ملتی ہے، حضرت حسان کے بھائی عبدالرحمان فوت ہوئے تو انہوں نے اپنے پیچھے ایک بیوی، پانچ بچیاں چھوڑیں، اب مروجہ دستور کے مطابق سارا مال دوسروں نے سنبھال لیا، عبدالرحمان کی بیوی بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہوئیں اور اپنا دکھ پیش کیا تو یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔

ان روایات میں کوئی اشکال پیدا نہیں ہوتا کہ یہ سارے واقعات تھوڑے تھوڑے وقفہ بعد پیش آئے ہوں گے اور دربار رسالت میں شکایات پہنچی ہوں گی تو یہ آیہ پاک نازل ہو گئی۔

پچھلی آیہ مبارکہ میں تقسیم میراث کا مسئلہ ”الاقرب فالاقرب“ کے مطابق تھا، جو میت کا زیادہ قریبی ہوگا وہ زیادہ حقدار ہوگا، اس آیہ مقدسہ میں اولاد کا ذکر سب سے پہلے فرمادیا کہ اولاد میت کے سب سے زیادہ

قریب ہے۔ اولاد کے ذکر سے یہ بھی پتہ چل رہا ہے کہ میت اور اولاد کا کس قدر اہم ربط ہے، دونوں کو ایک دوسرے کی قدر اہمیت کا احساس ہو، والدین اولاد کا حق ادا کریں اور اولاد والدین کا۔

اس رکوع میں تقسیم میراث میں لڑکے کو دو حصے اور لڑکی کو ایک حصہ کا ذکر فرما دیا گیا، کچھ لوگوں کو اشکال ہوتا ہے کہ لڑکی کے ساتھ زیادتی ہے (معاذ اللہ) لڑکی بہ نسبت لڑکے کے زیادہ حقدار محسوس ہوتی ہے کہ وہ کام کاج سے معذور ہے، عقل و فکر کے لحاظ سے لڑکے سے کم ہے، جواب واضح ہے لڑکے کو دو گنا اس لئے ہے کہ اس کے اخراجات بہ نسبت لڑکی کے زیادہ ہیں، بیوی بچوں کے اخراجات، گھر کی ضروریات کہ گھر کی تمام ضروریات کی ذمہ داری مرد پر ہے، عورت پر نہیں جب مرد کے اخراجات زیادہ ہیں تو حصہ بھی زیادہ ہی ہونا چاہئے۔ پھر عورت ناقص العقل، ناقص الدین ہونے کے لحاظ سے مال کے ضائع کرنے کا سبب بھی ہو سکتی ہے، اس کی نسبت مرد خاصی حد تک محفوظ رہ سکتا ہے محتاط ہے، ذمہ دار ہے۔ لڑکی پر کسی قسم کی ذمہ داری نہیں، شادی سے پہلے اس کے والدین اس کے اخراجات پورے کرتے ہیں، شادی کے بعد یہ ذمہ داری اس کے شوہر پر آ جاتی ہے، پھر اس خاتون سے ہونے والی اولاد کی ذمہ داری بھی شوہر پر ہے، بیوی پر نہیں۔

آیہ مبارکہ ”فی اولادکم“ کا ارشاد بڑا حاوی ہے، لفظ ”اولاد“ میں لڑکا، لڑکی چھوٹا، بڑا، جوان، بوڑھا سبھی شامل ہیں۔ اس ارشاد سے دور جاہلیت کی تقسیم میراث کا کھلا رد ہے کہ چھوٹے بچے کام نہیں کر سکتے لہذا حقدار نہیں، لڑکی معذور ہے پھر اس ارشاد میں یہ بھی بات واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تقسیم مال میں عمومیت کو ملحوظ رکھا ہے کہ مال کسی ایک فرد کے پاس جمع نہ ہو جائے بلکہ اصول و ضوابط کے مطابق کئی جگہوں پر منتقل ہو۔ اس آیہ پاک میں اولاد کو مقدم رکھا کہ ان کی زندگی کا آغاز ہے، انہیں مسائل پیش آئیں گے ان کی ضروریات زیادہ ہوں گی، بہ نسبت دوسرے رشتہ داروں کے وہ تو کسی حد تک اپنی زندگی گزار چکے ہیں، ضروریات کم ہیں مسائل کم ہوں گے۔ میت کے لڑکے بھی ہوں اور لڑکیاں بھی، تو لڑکے کے دو حصے اور لڑکی کو ایک حصہ ملے گا۔ صرف ایک لڑکی ہو تو ساری جائیداد کے نصف کی مالک ہوگی، صرف دو یا زائد لڑکیاں

ہی ہوں اور لڑکانہ ہو تو یہ لڑکیاں جائیداد کے دو تہائی حصہ کی مالک ہوں گی۔

مرنے والے نے اپنے پیچھے ماں باپ بھی چھوڑے اور لڑکے لڑکیاں بھی تو اس صورت میں ماں باپ کو چھٹا چھٹا حصہ ملے گا اگر صرف ماں باپ ہی چھوڑے ہیں اولاد نہیں، بہن بھائی نہیں تو اس صورت میں ماں کو ۳/۱ حصہ ملے گا اور باقی دو تہائی باپ کا، اگر میت کی اولاد تو نہیں مگر بہن بھائی ہیں تو اس صورت میں ماں کو چھٹا حصہ اور باقی ۶/۵ باپ کو۔

آیہ مبارکہ کے آخر میں فرمایا گیا ہے کہ خدائے قدوس کی طرف سے ان مقرر کردہ حصوں پر فضول بحث مت کرو کہ تمہارے باپ تمہاری اولاد نہیں جانتی کہ نفع پہنچانے کے لحاظ سے کون قریب ہے یہ تو اللہ کی طرف سے مقرر ہیں، اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے، حکمت والا ہے۔ قرآن مقدس کے اس ارشاد کی روشنی میں واضح ہے کہ کسی وارث کو تقسیم پر اعتراض نہیں ہونا چاہئے کہ یہ ضابطے خدا کے مقرر کردہ ہیں ان حصوں کو پورے اطمینان قلب سے قبول کرنا چاہئے۔ اگر تقسیم میراث کا مسئلہ لوگوں کی رائے پر چھوڑ دیا جاتا تو بے شمار خرابیاں پیدا ہوتیں، قدرت نے اپنے ہاتھ میں رکھا کہ فتن و فسادات کے دروازے نہ کھلیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثِيَيْنِ فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَالْهُنَّ ثُلُثُ مَا تَرَكَ وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ وَلِابْنِ بَوِيهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا الشُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَلَدٌ وَوَرِثَتْهُ أَبَوَاهُ فَلِلْأُمِّهِ الثُّلُثُ فَإِنْ كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِلْأُمِّهِ الشُّدُسُ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّاتِهِ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنُ آبَائِكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا فَرِيضَةٌ مِنْ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ١٥

صَلَّى
الْحَقُّ
عَلَيْهِ

اور تمہارے لئے آدھا حصہ ہے جو کچھ تمہاری بیویوں نے چھوڑا، بشرطیکہ ان کے اولاد نہ ہو اگر ان کی اولاد ہو تو ان کے ترکہ میں سے تمہارا چوتھا حصہ ہے، ان کی وصیت پوری کرنے اور ان کا قرض ادا کرنے کے بعد اور اگر تمہاری اولاد نہ ہو تو تمہارے ترکہ سے ان کا چوتھا حصہ ہے، اور اگر تمہاری اولاد ہو تو تمہارے ترکہ سے ان کا آٹھواں حصہ ہے، تمہاری وصیت پوری کرنے اور قرض ادا کرنے کے بعد اور اگر کسی مرد یا عورت کا ترکہ تقسیم کرنا ہو جس کے ماں باپ اور اولاد نہ ہو اور اس کا (ماں کی طرف سے) بہن یا بھائی ہو تو ان میں سے ہر ایک کا چھٹا حصہ ہے اگر وہ بھائی یا بہن ایک سے زیادہ ہوں تو ان سب کا ایک تہائی حصہ ہے، اس شخص کی وصیت پوری کرنے اور قرض ادا کرنے کے بعد وصیت میں نقصان نہ پہنچایا گیا ہو یہ اللہ کی طرف سے حکم ہے اور اللہ بہتر جاننے والا ہے بہت حلم والا ہے۔ (۱۲)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں ان وارثوں کا ذکر تھا جو کسی وجہ سے وارث نہیں بنے بلکہ بذات خود میراث پاتے ہیں، اب ان ورثاء کا ذکر فرمایا جا رہا ہے جو سبب نکاح کی وجہ سے وارث بنتے ہیں۔ گویا پہلی آیہ کریمہ میں مستقل طور پر براہ راست وارث ہونے والوں کا ذکر تھا اب ایک صفت کی وجہ سے وارث ہونے والوں کا ذکر ہے۔

ایمانداروں سے فرمایا جا رہا ہے تمہاری بیویاں جو مال چھوڑ جائیں وہ انہوں نے خود کمایا ہو یا جہیز میں لائی ہوں یا تم نے انہیں بطور ہدیہ یا تحفہ دیا ہو ان سب صورتوں میں تمہیں آدھا ملے گا بشرطیکہ اس عورت نے کوئی بچہ بچی نہ چھوڑا ہو، اگر کوئی بچہ بچی چھوڑا ہے تو تمہیں اس کے مال سے چوتھا حصہ ملے گا اور حصہ جو تمہیں ملے گا تمام وصیتوں کے اجراء اور قرضوں کی ادائیگی کے بعد کے مال سے ملے گا۔ باقی مال مرحومہ کے میکہ والوں کو ملے گا اور اگر تم مال چھوڑ کر فوت ہو جاؤ تو بیوی کے وارث ہونے کی تفصیل اس طرح ہوگی کہ اگر تم نے کوئی بیٹا، بیٹی نہیں چھوڑا تو بیوی کو تمہارے مال سے چوتھا حصہ ملے گا اگر تم نے اپنے پیچھے اولاد چھوڑی ہے تو اُسے تمہارے مال کا آٹھواں حصہ ملے گا، اگر بیوی ایک ہی ہے تو یہ اکیلی آٹھواں حصہ لے جائے گی اگر مرحوم کی بیویاں کئی ہیں تو وہ سب کی سب اس آٹھویں حصہ میں شریک ہوں گی، اور تمام قسم کی وصیتوں اور قرضوں کی ادائیگی کے بعد یہ حصہ ملے گا۔

میاں بیوی کو ایک دوسرے کی موت کے بعد ترکہ کا حقدار بنایا گیا ہے، یہ زیادتی ہوگی کہ مرد تو بیوی کی جائیداد کا وارث ہو جائے اور بیوی محروم ہو۔

اس آیہ مبارکہ میں شریعت مطہرہ کے اس اصول کا واضح طور پر ذکر فرمایا گیا ہے کہ مرنے والے کے مال میں سب سے پہلے شریعت کے مطابق اس کے کفن و دفن کے اخراجات پورے کئے جائیں۔ ان اخراجات میں فضول خرچی اور کنجوسی سے مکمل پرہیز ہو، پھر قرض ادا کیا جائے اگر قرض ہی اتنا ہے کہ مال بچتا ہی نہیں تو

نہ کسی کو میراث ملے گی نہ اس کی وصیت جاری ہوگی۔ اگر قرض سے مال بچ جائے تو ایک تہائی مال میں وصیت جاری ہوگی، وصیت کیلئے بھی ضروری ہے کہ یہ وصیت کسی گناہ کی نہ ہو اگر کسی نے اپنے پورے کے پورے مال کی وصیت کر دی ہو تو بھی یہ وصیت تہائی مال میں جاری ہوگی، اور باقی مال وارثوں کو دیا جائے گا۔ قرضوں کی ادائیگی کے سلسلہ میں یہ بھی یاد رہے کہ اگر شوہر مر گیا اور اس نے بیوی کا حق مہر ادا نہیں کیا تھا تو دوسرے قرضوں کی طرح وہ رقم بھی بیوی کو دی جائے گی، اگر شوہر کا مال قرضوں میں ہی ختم ہو گیا تو باقی وارث کچھ نہ لے سکیں گے۔

اس آیت پاک میں کلالہ کی میراث کا ذکر بھی فرمایا گیا ہے۔ کلالہ کے بارہ میں کئی تشریحات ہیں، زیادہ واضح وہی ہے جسے علامہ قرطبی نے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے جس مرنے والے کے اصول و فروع نہ ہوں، وہ کلالہ ہے کوئی شخص مرد ہو یا عورت وفات پا جائے اور اس کے نہ باپ ہو نہ دادا اور نہ ہی اولاد اور اس نے ماں کی طرف سے ایک بہن یا بھائی چھوڑے ہیں تو ان میں سے اگر بھائی ہے تو اس کو چھٹا حصہ ملے گا اور بہن ہے تو بہن کو چھٹا حصہ ملے گا اور اگر ایک سے زیادہ ہوں مثلاً ایک بھائی اور ایک بہن ہو، یا دو بھائی یا دو بہنیں تو یہ سب مرنے والے کے کل مال کے تہائی حصے میں شریک ہوں گے۔

میراث کے حصے بیان کرنے کے بعد رب قدوس کا ارشاد ”وصیۃ من اللہ“ بہت بڑا اہم ارشاد ہے کہ ہمارے اس حکم کی خلاف ورزی نہ کرنا پھر مزید تنبیہ کر کے فرمایا، اللہ علم والا ہے، حلم والا ہے اگر کوئی نقصان پہنچائے گا تو اللہ بہتر جانتا ہے ایسے شخص کو اللہ کی گرفت سے ڈرنا چاہئے، اگر وہ شخص دنیا میں سزا سے بچ گیا ہے تو اس بناء پر ہے کہ اللہ حلم والا ہے، اُسے غلط فہمی نہیں ہونی چاہئے کہ وہ بچ گیا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

يَاكَ حُدُودُ اللَّهِ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ
جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا
وَذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ
وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيهَا
وَلَهُ عَذَابٌ مُهِينٌ ۝

اللہ
صَدَقَ
الْحَقُّ

یہ حدیں اللہ کی (مقرر کردہ ہیں) اور جو شخص اللہ
اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا اللہ اُسے
ایسے باغوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے
نہریں جاری ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے،
اور یہی بڑی کامیابی ہے (۱۳) اور جو نافرمانی
کرے گا اللہ کی اور اس کے رسول کی اور تجاوز
کرے گا اللہ کی حدوں سے، اللہ اُسے آگ میں
داخل کرے گا وہ اس میں ہمیشہ رہے گا اور اس
کیلئے ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔ (۱۴)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں تقسیم میراث کا ذکر فرمایا گیا، وارثوں کے حقوق متعین فرمائے گئے، اب فرمایا جا رہا ہے
جو کوئی شخص ہمارے بیان کردہ اصولوں کا پابند ہوگا ہمارے ضابطوں پر عمل کرے گا وہ جنت کا حقدار ہوگا جو
انکار کرے گا وہ دوزخ کا ایندھن بن جائے گا۔ پہلے احکام بیان فرمائے گئے اب ان پر عمل پیرا ہونے کی
تاکید کی جا رہی ہے۔ ایمانداروں سے فرمایا جا رہا ہے، میراث کی تقسیم یہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدیں ہیں،
انہیں توڑنا مت، اگر تم ان حدوں کی حفاظت کرو گے، توڑو گے نہیں تو تمہیں قیامت کے دن ایسے باغات
میں رکھا جائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں اور پھر یہ آسائش اور آرام کی زندگی کبھی ختم نہیں ہوگی۔

اگر تم نے اسلامی حدود کی حفاظت نہ کی اور توڑ دیا تو یاد رکھو جہنم کے عذاب سے دوچار ہو گے، جو سراسر
ذلت ہی ذلت ہے۔ تمہیں چاہئے کہ میراث کی تقسیم صحیح کرو، یتیموں کو ان کا حق دو، حق والے کو حق سے محروم نہ
کرو جن رشتہ داروں کا ذکر قرآن مقدس نے بیان نہیں کیا مثلاً دادی، نانی، پوتی، بھتیجی، پھوپھی وغیرہم ان

کے بارہ میں رسول اللہ ﷺ کے ارشادات پر عمل کیا جائے گا۔

اس آیہ مبارکہ میں تقسیم میراث میں عدل و انصاف اور دیانت پر عمل کرنے کیلئے فرمایا گیا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ تقسیم میراث کے سلسلہ میں درج ذیل چند ایک باتیں بھی ذہن میں رہیں۔ کوئی مسلمان کسی کافروں باپ یا بہن بھائی کا وارث نہیں بن سکتا ایسے ہی کوئی کافر کسی مسلمان کا وارث نہیں بن سکتا۔ اس سلسلہ میں حضور ﷺ کا ارشاد گرامی واضح ملتا ہے۔ ”لا یرث المسلم الکافر ولا الکافر المسلم“ (مشکوٰۃ شریف) مسلمان کافر کا اور کافر مسلمان کا وارث نہیں بن سکتا۔

آئے دن اخبارات میں ایسے واقعات آتے رہتے ہیں، وارث اپنے رشتہ دار کو قتل کر دیتا ہے کہ ورثہ جلدی مل جائے۔ ایسی صورت میں شریعت مطہرہ نے ایسے قاتل کو ورثہ سے محروم قرار دے دیا ہے۔ حضور سید عالم ﷺ کا ارشاد گرامی اس طرح ملتا ہے، ”القاتل لا یرث“ (مشکوٰۃ شریف ص ۲۶۳) قاتل وارث نہیں ہوگا۔

تقسیم مال میں سب سے پہلے حقدار اصحاب فرائض ہیں جن کے حصے شریعت میں طے شدہ ہیں، یہ نہ ہوں تو پھر عصبات کی باری آتی ہے اگر عصبات بھی نہ ہوں تو پھر یہ مال ذوی الارحام میں تقسیم ہوگا، تفصیل مطلوب ہو تو کتب میراث میں ملتی ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

وَالَّذِينَ يَأْتِيَنَّكَ الْفَاحِشَةُ مِنْ نِسَائِكَ فَامْسِكْهُنَّ فَاصْطَبِرْ
عَلَيْهِنَّ أَرْبَعَةً قُرُوءًا فَإِنْ شَهِدُوا فَأَمْسِكُوهُنَّ
فِي الْبُيُوتِ حَتَّى يَتَوَقَّعَهُنَّ الْمَوْتُ أَوْ يَجْعَلَ
اللَّهُ لَهُنَّ سَبِيلًا ۚ وَالَّذِينَ يَأْتِيَنَّاهُمْ مِنْكُمْ فَادُّوهُمْ
مِمَّا قَدْ تَابُوا وَأَصْلَحُوا فَأَعْرِضُوا عَنْهُمْ إِنَّ اللَّهَ
كَانَ تَوَّابًا رَحِيمًا ۝

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الْحَظْمِ

تمہاری عورتوں میں سے جو برائی کریں تو ان کے خلاف اپنے چار (مسلمان) مردوں کی گواہی لو، اگر وہ گواہی دے دیں تو ان عورتوں کو گھروں میں بند رکھو، حتیٰ کہ انہیں موت آجائے یا اللہ ان کیلئے کوئی اور راستہ پیدا فرمادے (۱۵) اور تم میں سے جو شخص بے حیائی کا ارتکاب کریں تو انہیں سزا دو اگر وہ توبہ کر لیں اور اپنی اصلاح کر لیں تو انہیں چھوڑ دو بے شک اللہ بہت توبہ قبول فرمانے والا بہت رحم کرنے والا ہے (۱۶)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں عورتوں سے حسن سلوک، اچھائی کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اب اس آیہ کریمہ میں فرمایا گیا ہے، اگر عورتیں بدکاری کی مرتکب ہو جائیں تو انہیں سزا دی جائے۔ دراصل یہ سزا بھی ان کے ساتھ اچھائی کا ہی ایک پہلو ہے کہ جب سزا کی وجہ سے وہ بدکاری سے رک جائیں گی تو قیامت کے دن کی سزا سے بچ جائیں گی، عورتوں سے حسن سلوک کا یہ معنی نہ لیا جائے کہ وہ بدکاری کے سلسلہ میں جو چاہیں کریں تم انہیں کچھ نہ کہو کہ انہیں روکنا حسن سلوک کے خلاف ہوگا، یہ بات ہرگز نہیں، برائی پران کی گرفت انہیں سزا بھی ضروری ہے۔ اور یہ صورت انہیں اللہ کے غضب سے بچائے گی اور یہ بھی حسن سلوک ہے۔

عورت کے زنا پر چار گواہوں کا ذکر فرمایا گیا ہے جو مسلمان ہوں، عام واقعات و معاملات زندگی میں گواہ دو ہیں مگر اس ضمن میں چار ہیں کہ انسانیت کے وقار اور اس کی ناموس کے تحفظ کا ایک پہلو ہے جو قدرت نے ذکر فرمادیا ہے۔ زنا کے ثبوت کیلئے چار گواہوں کی بڑی شرط اس لئے فرمادی گئی کہ لوگوں کی

عزمتیں محفوظ رہیں اور کوئی شخص دو جھوٹے گواہ پیش کر کے بدنام نہ کرتا پھرے۔ آج کل اخبارات میں حدود کے مسئلہ پر بات شروع ہے چار گواہ نہ ہوں تو کیا ہوگا، سزا نہیں ہوگی پردہ رہ جائے گا جب چار گواہوں کی شرط بھی نہیں پائی گئی تو سزا کیسی اگر دور حاضر میں میڈیکل رپورٹ سے زنا ثابت ہوتا ہے تو حد نہیں ہوگی اور تعزیر کے طور پر سزا دے دی جائے گی۔

اسلام کے ابتدائی دور میں عورت کے زنا کی یہ سزا تھی کہ اُسے تاحیات گھر میں بند رکھا جائے یا اللہ اس کیلئے کوئی راہ پیدا کر دے وہ راہ حد نافذ کرنا ہے، کنواری لڑکی کو سو (۱۰۰) کوڑے لگائے جائیں اور شادی شدہ کو رجم (پتھر اڑا) کیا جائے۔ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا ”اللہ نے عورتوں کیلئے راہ پیدا کر دی ہے“

کنوارہ مرد، کنواری عورت زنا کریں تو سو (۱۰۰) کوڑے لگائے جائیں، شادی شدہ مرد و عورت زنا کے مرتکب ہوں تو انہیں سنگسار کیا جائے جب زنا کی حد کے احکام نازل ہوئے تو پہلا حکم گھر بند رکھنے کا منسوخ ہو گیا۔ اسی ارشاد مبارک سے ”فاذوہما“ کہ زانی مرد و عورت کو ایذا پہنچاؤ، بے حیائی پر ملامت کرو، ڈانٹ ڈپٹ سے سزا دو یہ بھی منسوخ ہو گیا کہ حد کا حکم نازل ہو گیا۔

اس آیت مبارکہ میں زنا پر چار مسلمان مردوں کی گواہی کا ذکر فرمایا گیا ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ حدود میں عورتوں کی گواہی معتبر نہیں، زہری، امام حسن بصری، عامر، سفیان رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں حدود میں خواتین کی گواہی جائز نہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۴۰ ج ۱۰)

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

لَيْسَ التَّوْبَةُ عَلَى الَّذِينَ يَعْمَلُونَ الشُّوْءَ
بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوبُونَ مِنْ قَرِيبٍ فَأُولَٰئِكَ يَتُوبُ
اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝ وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ
لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ حَتَّىٰ إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ
المَوْتُ قَالَ إِنِّي تُبْتُ إِلَهُكَ وَلَا الَّذِينَ يُمُوتُونَ
وَهُمْ كُفَّارًا أُولَٰئِكَ أَتَاهُمُ عَذَابُ الْيُسْخَاءِ ۝

صَلَّى
الْعِظَمِ

توبہ کا قبول ہونا ان لوگوں کیلئے ہے جو جہالت
سے گناہ کر بیٹھیں پھر جلدی توبہ کر لیں یہ وہ لوگ
ہیں جن کی توبہ اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے اور اللہ بہتر
جاننے والا، بہتر حکمت والا ہے (۱۷) اور ان لوگوں
کی توبہ قبول نہیں ہے جو گناہ کرتے رہتے ہیں حتیٰ
کہ جب ان میں سے کسی کو موت آتی ہے تو کہتا
ہے میں نے اب توبہ کی اور نہ ان لوگوں کی توبہ قبول
ہے جو کفر میں مرتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کیلئے
ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے (۱۸)

تفسیر

اس سے پچھلی آیہ مبارکہ میں اللہ کے ثواب اور رحیم ہونے کا ذکر ہے اس آیہ مبارکہ میں اس کی توبہ کی کیفیت
کو بیان فرمایا گیا ہے اللہ کے ثواب و رحیم ہونے پر کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہو جانا کہ جو چاہو کرتے رہو وہ ثواب
ہے رحیم ہے، معاف فرمادے گا۔ توبہ کے قبول ہونے کی شرائط فرمادی گئی ہیں کہ وہ توبہ جس کا قبول کرنا اللہ
تعالیٰ نے اپنے فضل سے لازم کر لیا ہے وہ انہیں کی ہے جو نادانی سے برائی کر بیٹھیں پھر جلدی توبہ کر لیں
ایسے لوگوں پر ہی اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے رجوع فرماتا ہے، وہ توبہ تو قبول فرماتا ہے مگر قانون اور ضابطہ کے
مطابق ہو۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ غرغره (زندگی کے
آخری لمحات) تک توبہ قبول فرماتا ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہے کہ ابلیس نے بارگاہ رب العزۃ
میں کہا جب تک بندے کی روح اس کے جسم میں رہے گی میں اس کے اندر رہوں گا، رب قدوس نے فرمایا

جب تک بندے کی روح اس کے جسم میں رہے گی میں اس پر توبہ کا دروازہ بند نہیں کروں گا۔ خلوص دل سے توبہ ایک ایسا عمل ہے جس سے بندہ گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا ”النائب من الذنب كمن لا ذنب له“ گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسے ہو جاتا ہے جیسے اس کا گناہ ہے ہی نہیں۔ دوسری حدیث شریف میں اس طرح ملتا ہے، ”کیونکہ مٹا دیا جائے“ توبہ کرنے والا ایسے ہو جاتا ہے جیسے وہ آج ہی ماں کے پیٹ سے آیا ہے۔

پچھلے گناہوں پر شرم سے معافی مانگنا اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا عہد توبہ ہے۔ عجز و انکساری اور گریہ و زاری سے توبہ ہو تو قبولیت سے نوازی جاتی ہے۔

تا نگرید ابر کے خند چمن تانہ گرید طفل کے جوشد لب

بادل نہ بر سے توبہ سبزہ پیدا نہیں ہوتے، جب تک بچہ روئے نہیں ماں کے دودھ میں جوش بھی پیدا نہیں ہوتا توبہ کا لفظی معنی رجوع کرنا ہے جب اس کی نسبت بندہ کی طرف ہو تو معنی ہوگا اس نے برائی سے نیکی کی طرف رجوع کر لیا ہے اور جب اس کی نسبت اللہ کی طرف ہو تو معنی ہوگا اللہ تعالیٰ نے اس بندے کو عذاب دینے سے رجوع کر لیا ہے اور معاف کر دیا ہے۔

جس قدر جلدی ہو سکے گناہوں سے توبہ کی جائے، موت کا کیا پتہ کس وقت آجائے اللہ بندے کو ایسی غلطی سے بچائے کوئی بات نہیں کسی وقت بھی توبہ کر ہی لی جائے گی اور اگر آخرت کے فکر سے بے خبر ہو کر گناہوں میں پھنستا ہی جاتا ہے یہاں تک کہ موت نے آلیا اور پھر زبان پر توبہ توبہ کا ورد جاری رہا تو ایسی توبہ کا قبول کرنا اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ نہیں لیا، ایسے ہی وہ لوگ جو کفر میں مرتے ہیں ان کی توبہ قبول نہیں ہوتی ایسے لوگوں کیلئے دردناک عذاب ہے۔ انکی توبہ قبول نہیں۔

توبہ کی قبولیت کا وعدہ ان کیلئے ہے جو حماقت جہالت سے گناہ کر بیٹھیں پھر قریب ہی وقت میں توبہ کر لیں تو اللہ تواب ہے، رحیم ہے۔ اس ارشاد پر کہ جہالت سے گناہ کر لے تو توبہ قبول ہوگی، اختصار کے طور پر

کہا جاسکتا ہے کہ کوئی انسان گناہ قصداً کر لے یا غلطی سے دونوں حالتوں میں گناہ جہالت سے ہی ہوتا ہے اسی بناء پر امت کا یہ فیصلہ ہے جو شخص قصداً کسی گناہ کا مرتکب ہو گیا اس کی بھی توبہ قبول ہو سکتی ہے۔

سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا مومن موت سے ایک مہینہ پہلے گناہ سے توبہ کر لے، یا ایک دن پہلے یا ایک گھڑی پہلے تو اللہ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے بشرطیکہ یہ توبہ اخلاص سے ہو۔ اس ارشاد میں قصداً یا جہالت کا کوئی ذکر نہیں فرمایا گیا۔ قرآن مقدس نے بندے پر توبہ کو لازم بھی فرمایا ہے۔ ”یا ایہا الذین آمنوا توبوا الی اللہ توبۃ نصوحاً“ اے ایمان والو تم پر لازم ہے کہ اللہ کے حضور سچی توبہ کرو۔ حضور ﷺ نے فرمایا ”التائب حبيب اللہ او کما قال ﷺ“، گناہ سے توبہ کرنے والا اللہ کا محبوب ہے۔ ایک اور حدیث شریف میں توبہ کو ندامت شرمندگی سے تعبیر فرمایا گیا ہے ”انما التوبۃ الندم“ توبہ ندامت ہے، شرمندگی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو گناہوں سے بچائے اور کئے گئے گناہوں پر شرم و حیاء سے توبہ کرنے کی توفیق بخشے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ
كَرْهًا وَلَا تَعْضَلُوهُنَّ لِتَذْهَبُوا بِبَعْضِ مَا آتَيْنَهُنَّ
هُنَّ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَنَّكُمْ بِفَاحِشَةٍ مُبَيَّنَةٍ وَعَاشِرُوهُنَّ
بِالْمَعْرُوفِ فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَى أَنْ تَكُونُوا شِئًا
وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا ۝

الاصلاح
العظيم

اے ایمان والو! تمہارے لئے جائز نہیں کہ
عورتوں کے زبردستی وارث بن جاؤ اور (نہ یہ
جائز ہے) کہ تم ان کو اس لئے روکو کہ تم ان کو
دیئے ہوئے (مہر) میں سے کچھ واپس لے لو مگر
(صرف اس صورت میں) کہ وہ اعلانیہ، بے حیائی
کا ارتکاب کریں اور تم ان سے اچھا سلوک کرو پھر
اگر تم انہیں ناپسند کرو تو ہو سکتا ہے کہ تم کسی چیز کو
ناپسند کرو اور اللہ تعالیٰ اس میں (تمہارے لئے)
بہت بہتری رکھ دے۔ (۱۹)

تفسیر

پہلی آیہ مبارکہ میں عورتوں کو ان کا حق وراثت دینے کا ذکر تھا اور پھر اس حق وراثت دینے پر غلطی کوتاہی
ہو جانے کی صورت میں توبہ کرنے کا حکم فرمایا گیا اب اس آیہ کریمہ میں عورتوں پر زبردستی وارث بن جانے
کی مذمت کی گئی ہے، سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، دور جاہلیت میں کوئی شخص مرجاتا تو
اُس کے وارث مرد مرنے والے کے مال کے ساتھ اس کی بیوی کے بھی مالک بن جاتے، اس خاتون کا
دیور یا کوئی نسبی بندہ (سوتیلایا) اس پر چادر ڈال دیتا اور کہتا میں اس کا مالک بن گیا ہوں۔ اب وہ مالک
بننے والا جہاں چاہتا اس کا نکاح کر دیتا اور حق مہر کی رقم پر قبضہ کر لیتا یا خود نکاح کر لیتا اور حق مہر نہ دیتا اور کہتا
حق مہر کی رقم اس کا بھائی دے چکا ہے، یا اُس سے نکاح بھی نہ کرتا یا اپنے بھائی کی بیوہ کو اپنے گھر محض لونڈی
کی حیثیت سے رکھتا، اس ظلم و زیادتی سے باز رکھنے کیلئے یہ حکم نازل ہوا۔ اس آیہ کریمہ کے شان نزول کے
سلسلہ میں ایک اور روایت اس طرح ملتی ہے کہ حضرت ابو قیس کی وفات پر ان کے بیٹے نے جو دوسری بیوی

سے تھا، اپنی سوتیلی ماں پر قبضہ کر لیا، حضرت ابوقیس کی بیوہ کبھہ بنت معن بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی حضور میں بیوہ ہو گئی ہوں نہ تو مجھے میرے شوہر کا مال ملا ہے، نہ ہی مجھے دوسرا نکاح کرنے کا حق ملا ہے میں اپنی زندگی کیسے گزاروں تو اس خاتون کے اس دردناک واقعہ پر یہ آیہ مبارکہ نازل ہوئی۔

اس آیہ مبارکہ کے شان نزول کا واقعہ امام زہری کے ذریعہ سے اس طرح بھی ملتا ہے، کہ بعض خاوند جنہیں اپنی بیویاں پسند نہ ہوتیں، وہ نہ تو انہیں بہتر انداز سے بساتے نہ ہی طلاق دیتے بلکہ ان کی موت کا انتظار کرتے کہ مرنے کے بعد اس کی جائیداد کے وارث ہوں۔ عورتوں سے ظالمانہ رویہ ایک یہ بھی تھا کہ طلاق دے دیتے عدت ختم ہونے کے قریب ہوتی تو پھر نکاح کر لیتے، اسی طرح زندگی بھر ان سے ناروا سلوک رکھتے، ان مختلف روایات سے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ سارے واقعات یکے بعد دیگرے پیش آئے ہوں تو یہ آیہ نازل ہوئی۔

اس آیہ مبارکہ میں میت کے وارثوں کو ظالمانہ رویہ اختیار کرنے سے روک دیا گیا ہے، کہ وہ اپنے کسی عزیز کی موت پر اس کی بیوی پر حق ثابت کریں اور اُسے زندگی بھر تک رکھیں یا اُسے اپنے نکاح میں لائیں یا اپنی مرضی سے کہیں دوسری جگہ نکاح کر دیں اور وہ حق مہر خود وصول کریں یا اس بیوہ کو اپنے بال بچوں کی خدمت کیلئے محض لونڈی کی حیثیت سے رکھیں، ایمانداروں کو اس رویہ سے روک دیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ شوہر کے مرنے کے بعد اس کی بیوہ مختار ہے جہاں چاہے نکاح کرے، تم اس پر جبر نہیں کر سکتے اسے تنگ نہیں کر سکتے، اگر عورت پسند نہیں تو بھی اُسے ظلم میں مبتلا نہ کرو ہو سکتا ہے، اُسی ناپسند خاتون سے اللہ تمہیں نیک صالح اولاد بخش دے۔

آیہ پاک میں ”وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ“ فرما کر خاوندوں کو حکم دیا جا رہا ہے کہ بیویوں سے حسن سلوک کرو، حضور ﷺ نے فرمایا ”خَيْرُكُمْ مَنْ خَيْرَ كَمِ بَاهِلِهِ وَانَا خَيْرُ بَاهِلِي اَوْ كَمَا قَالَ ﷺ“ تم میں اچھا شخص وہ ہے جو اپنے گھر والوں سے اچھا رہتا ہے، مجھے دیکھو میں اپنے گھر والوں سے اچھا رہتا

ہوں۔ میاں بیوی کا آپس میں اچھا سلوک اس جسم کی جان ہے اور آپس میں بد اخلاقی، نا انصافی نکاح کے وجود کی موت ہے۔ ہاں اگر عورت برائی کی مرتکب ہو جیسے ”فاحشہ مبینہ“ کے الفاظ واضح ہیں اور زندگی کا گزارنا مشکل ہو جائے تو مرد کو اجازت ہے کہ طلاق دے دے اگر ان مشکلات پر بھی ضبط کر سکتا ہے اور بیوی کو رکھ سکتا ہے تو یہ ”عاشروہن بالمعروف“ کی عظیم مثال ہوگی۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

اور اگر تم ایک بیوی کے بدلے دوسری بدلنا چاہو اور اُسے ڈھیروں مال دے چکے ہو تو اس میں کچھ بھی واپس نہ لو کیا اُسے جھوٹ باندھ کر اور کھلے گناہ سے واپس لو گے (۲۰) اور کس طرح وہ (مال) واپس لو گے حالانکہ تم ایک دوسرے کے سامنے بے پردہ ہو چکے ہو اور وہ تم سے پکا عہد لے چکیں (۲۱)

وَإِنْ أَرَدْتُمْ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مِّمَّا كَانُ زَوْجًا وَآتَيْتُمْ
إِحْدَهُنَّ قِطْعًا فَلَا تَأْخُذُوا بِمَا لَهَا وَلَا تَأْخُذُوا
بِهِنَّ نَاوًا لِّمَا لَمْ يَنْبَغِ لَكُمْ وَكَيْفَ تَأْخُذُونَ قَدْ
أَفْضَى بَعْضُكُمْ إِلَى بَعْضٍ وَأَخَذْنَ مِنْكُمْ
بِذَاتِ غُلُوٍّ

صَلَّى
اللَّهُ
عَلَيْهِمُ

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں خاوندوں کو حکم تھا کہ وہ اپنی بیویوں سے حسن سلوک کریں اور طلاق دینے میں جلدی نہ کریں، اس آیہ مبارکہ میں بتایا جا رہا ہے کہ اگر حالات اس حد تک خراب ہو چکے ہیں کہ نبھاہ کرنا مشکل ہو گیا ہے تو طلاق کی صورت میں بیوی سے دیا ہوا حق مہر واپس نہ لیں، گویا طلاق دینے کی صورت میں بھی اُن سے اچھا سلوک ہی کیا جائے، دور جاہلیت میں لوگ جب چاہتے کہ دوسرا نکاح کریں تو بیوی کو تنگ رکھنا شروع کر دیتے کہ یہ بیوی مجبور ہو کر خاوند کو مال دے اور وہ شوہر اس مال سے دوسرا نکاح کر لے۔ شریعت مطہرہ نے خاوند کو ایسے ظلموں سے باز رہنے کا حکم دیا ہے اگر میاں بیوی کے حالات خراب ہو گئے ہیں، نبھاہ

مشکل ہو گیا ہے، اور دوسری شادی کا مسئلہ پیدا ہو چکا ہے تو دوسرے نکاح میں جرم تو نہیں مگر ان عورتوں کو دیا گیا مال حق مہر یا کوئی دوسرے تحائف واپس نہ لو، یا جس قدر دینے کا وعدہ ہو گیا ہے اس سے کم نہ کرو، کیا تم انہیں بہتان لگانے اور خود گنہگار بننے کیلئے واپس لیتے ہو کہ لوگ سمجھیں عورت کا قصور تھا کہ اس نے مال دے کر طلاق لی ہے۔ حیرت ہے تم آپس میں اکٹھے رہ چکے ہو، بے پردہ ہو چکے ہو اور پھر وہ خواتین تم سے پکا عہد بھی لے چکی ہیں، اور تم اُن سے پکے وعدے کر چکے ہو، پھر اُن سے بے وفائی کر کے دیا ہوا مال واپس لیتے ہو، ایسا کرنے سے بچو۔ آخرت خراب کر بیٹھو گے اور دنیا میں بھی رسوا ہو گے۔

اس آئیہ مبارکہ میں خواتین کو کسی قدر بھی حق مہر دینے کی اجازت ہے، آج کل شادی کی تقریبات میں لاکھوں روپے برباد کئے جاتے ہیں مگر حق مہر کی تقرری میں نہایت بخل، کنجوسی کا مظاہرہ کیا جاتا ہے، بچی کے والدین بے چارے شرم کے مارے خاموش ہیں اور لڑکے والے اس خاموشی سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں، ساری شادی میں غیر شرعی حرکات خلاف شریعت معاملات میں رقم برباد کی جاتی ہے مگر بچی کے حق مہر پر سب کچھ بھول جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ جی بس شرعی حق مہر ہی کافی ہے۔ حالانکہ اس آئیہ پاک میں ذکر ہے اگر لڑکی کو ڈھیروں بھی دے دیا گیا تو جائز ہے۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک موقعہ حق مہر زیادہ باندھنے پر پابندی فرمائی تو حاضرین میں سے ایک خاتون نے عرض کی، حضور رب قدوس تو ہمیں ڈھیروں کے ڈھیر دینے کی بھی اجازت دیتا ہے آپ چار سو درہم سے زیادہ پر پابندی کیوں لگا رہے ہیں؟ اس خاتون نے بھی اسی آئیہ پاک کی تلاوت کی۔ خلیفۃ المسلمین عمر فاروق نے اس اعتراض کو عزت کا مسئلہ نہیں بنایا، بلکہ جھٹ فرمایا کہ مدینہ منورہ کی خواتین بھی عمر سے زیادہ جانتی ہیں یا فرمایا میں غلطی پر ہوں اور یہ خاتون حق پر ہے، آپ کا یہ فرمانا محض کسر نفسی ہے، حق گوئی ہے، انصاف ہے اور عورت کی حوصلہ افزائی ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

اور اپنے باپ دادا کی منکوحہ سے نکاح نہ کرو مگر
جو (معاملہ) گزر گیا بے شک وہ کام بے حیائی کا
ہے، غضب کا ہے اور بُرا راستہ ہے۔ (۲۲)

وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ
إِنَّهُ كَانَ فَا حِشَّةً وَمَقْتًا وَسَاءَ سَبِيلًا

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

تفسیر

پہلی آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا تھا کہ اپنے عزیزوں کی موت کے بعد ان کی بیویوں سے زیادتی نہ کرو، جبراً
نکاح نہ کرو اور نہ ہی ان بیویوں کی مرضی کے خلاف کہیں نکاح کراؤ، اب فرمایا جا رہا ہے، ان میں سے بعض
کی بیویاں تو تم پر ہیں ہی حرام، ان سے نکاح ہو سکتا ہی نہیں وہ تمہارے باپ دادا، نانا کی بیویاں ہیں جو
تمہارے نکاح میں آہی نہیں سکتیں۔

اس آیہ مبارکہ میں اسلام کی آمد سے قبل دور جاہلیت کی اس بُری رسم کی مذمت کی گئی ہے، وہ لوگ باپ
دادا کی وفات کے بعد ان کی بیویوں سے نکاح کرنے میں عیب نہیں جانتے تھے اور اپنے نکاح میں لے
آتے تھے، جیسے کئی شواہد بھی ملتے ہیں۔ مدینہ منورہ میں اسود بن خلف نے اپنے باپ خلف کی بیوی سے
صفوان بن امیہ نے اپنے باپ امیہ کی بیوی سے، منظور ابن ریان نے اپنے والد ریان کی بیوی سے نکاح کر
لئے تھے۔ ان واقعات رونما ہونے پر اسلام نے اس کا تردیدی حکم نافذ فرما دیا اسی طرح کا ایک اور واقعہ ملتا
ہے، انصار کے ایک مشہور نیک آدمی ابوقیس کے انتقال کے بعد ان کے بیٹے قیس نے اپنی ماں کو نکاح کا
پیغام بھیجا، ماں نے جواب دیا تم اچھے باپ کے بیٹے ہو، خود اچھے ہو میں تمہارے باپ کی بیوی رہ چکی ہوں
تمہاری ماں ہوں تم مجھے ماں کہتے رہے ہو اب میں تمہارے نکاح میں کیسے آسکتی ہوں۔ اس خاتون نے کہا
جب تک یہ مسئلہ میں حضور ﷺ سے پوچھ نہیں لیتی جواب نہیں دوں گی، وہ دربار نبوی ﷺ میں حاضر ہوئیں،
اپنے شوہر کی موت اور اپنے بیٹے قیس کے پیغام نکاح کی تفصیل سنائی تو یہ آیہ کریمہ نازل ہو گئی۔

مسلمانوں کو آگاہ کر دیا گیا ہے کسی ایسی عورت سے نکاح نہ کرنا جن سے تمہارے باپ دادا نکاح کر

چکے ہوں، ایسا کرو گے تو سخت مجرم ہو گے اور شدید سزا پاؤ گے، ہاں اگر اسلام کے اس قانون سے پہلے کوئی ایسا واقعہ ہو گیا ہے تو اس پر تمہاری گرفت نہیں ہوگی، یہ قانون نافذ ہونے پر سختی سے اس پر عمل کرایا گیا ہے۔ حضرت براء بن عازب فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ اپنے ماموں کو دیکھا کہ ہاتھ میں جھنڈا لئے کہیں جا رہے تھے، میں نے پوچھا ماموں کدھرتیاری ہے؟ تو جواب دیا کہ مجھے نبی کریم ﷺ نے بھیجا ہے کہ فلاں محلہ میں فلاں شخص نے اپنے باپ کی منکوحہ سے نکاح کر لیا ہے، اُسے قتل کی سزا دوں (تفسیر خازن) اگر کسی خاتون سے باپ دادا کا صرف نکاح ہونا ہی ثابت ہے اور باپ دادا نے صحبت سے قبل ہی طلاق دے دی تو بھی یہ بیٹا نکاح نہیں کر سکتا کہ ان کا نکاح تو ہے حتیٰ کہ اگر کسی باپ دادا نے کسی عورت سے ناجائز تعلقات بھی رکھے تو بیٹے پر وہ خاتون بھی حرام ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہ

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ
وَأَخَوَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِ وَأُمَّهَاتُكُمُ الَّتِي
ارْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُمُ مِنَ الرِّضَاعَةِ وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ
وَرَبَائِبُكُمُ الَّتِي فِي جُحُورِكُمْ مِّنْ نِّسَائِكُمُ الَّتِي دَخَلْتُمْ
بِهِنَّ فَإِنَّ لَكُمْ تَكْوِينَ إِذَا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَاحِنًا عَلَيْكُمْ
وَأَوْلَادُ الْأَبْنَاءِ الَّذِينَ مِّنْ أَوْلَادِكُمْ وَأَن
تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ إِنَّ
اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا

اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم

حرام کر دی گئی ہیں تم پر تمہاری مائیں، تمہاری
بیٹیاں، اور تمہاری بہنیں اور تمہاری پھوپھیاں
اور تمہاری خالائیں اور بھتیجیاں اور بھانجیاں اور
تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا
اور تمہاری رضاعی بہنیں اور تمہاری بیویوں کی
مائیں اور تمہاری اُن بیویوں کی بیٹیاں جن سے تم
مباشرت کر چکے ہو (پہلے شوہر سے بیٹیاں) اور اگر تم
نے ان بیویوں سے صحبت نہیں کی تو ان کی بیٹیوں
سے نکاح کرنے میں حرج نہیں اور تمہارے نسلی
بیٹوں کی بیویاں (ان سے بھی نکاح نہیں) (یہ بھی
تم پر حرام ہے) کہ دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرو،
ہاں جو گزر گیا (سو گزر گیا) بے شک اللہ بہت
بخشنے والا ہے، بے حد رحم فرمانے والا ہے۔ (۲۳)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں ذکر تھا کہ وہ خاتون جس سے تمہارے باپ نے نکاح کیا تم اس سے نکاح مت کرو،
ایک ماں کی حرمت کا ذکر تھا، اب محرمات کی تفصیل فرمائی گئی ہے جس سے قطعی نکاح ہو سکتا ہی نہیں۔

ان عورتوں کی تعداد چودہ (۱۴) ہے۔ جن سے نکاح کی ممانعت فرمادی گئی ہے ان میں کچھ وہ ہیں جو
نسب کے لحاظ سے رشتہ دار ہیں مثلاً ماں، بیٹی، بہن، پھوپھی، خالہ، بھتیجی اور باقی وہ ہیں جو نسب کے لحاظ سے
نہیں کسی دوسرے سبب سے حرام ہیں وہ دودھ کے رشتے ہیں، رضاعی ماں، رضاعی بہنیں اور کچھ دوسرے

تعلق سے حرام کی گئی۔ مثلاً ساس، اور بیوی کی لڑکی، بیٹی کی بیٹی کی حرمت بیان کی گئی ہے۔ اور باپ کی بیوی کی حرمت بھی بیان کی گئی ہے۔ خاوند والی عورتیں اور دو بہنوں کا نکاح میں اکٹھا ہونا بھی حرام کیا گیا ہے، ہر قسم کی مائیں، دادیاں، نانیاں حرام قرار دے دی گئیں، بیٹیاں، پوتیاں، نواسیاں ہر قسم کی بہنیں سگی ہوں یا باپ یا ماں کی طرف سے ہر قسم کی خالائیں، وہ ماں کی سگی بہنیں ہوں یا ماں یا باپ کی طرف سے اسی طرح بھتیجیوں کی حرمت فرمادی گئی وہ سگے بھائی کی بیٹیاں ہوں یا باپ کی طرف سے یا ماں کی طرف سے اسی طرح بھانجیاں بھی حرام قرار دے دی گئیں۔

سگی بہن کی بیٹیاں ہوں یا باپ یا ماں کی شریکی، دودھ پلانے والی دائیاں بھی حرام فرمادی گئی ہیں، جنہوں نے دودھ پلایا ہے یا دودھ کا ایک قطرہ بھی پیٹ میں پہنچ گیا تو وہ حرام قرار دیدی گئیں، دودھ کی بہنیں بھی حرام قرار دے دی گئیں۔ انہوں نے تمہارے ساتھ دودھ پیا ہو یا آگے پیچھے بہر حال ان سے بھی نکاح کو حرام فرمادیا گیا، رضاعی رشتوں کی حرمت کے سلسلہ میں حضور ﷺ کا واضح ارشاد بھی ملتا ہے ”یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب“ جو رشتے نسب سے حرام ہیں وہ رضاع سے بھی حرام ہیں

اس ضمن میں ام المومنین حضور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے حضور ﷺ کا فرمان ملتا ہے، آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جن رشتوں کو ولادت کی وجہ سے حرام کیا ہے ان کو رضاعت کی وجہ سے بھی حرام فرمایا ہے، ایسے ہی سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی روایت سے ملتا ہے حضور ﷺ نے فرمایا جو رشتہ نسب سے حرام ہے وہ رضاعت سے بھی حرام ہے۔ امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے نزدیک دودھ پلانے کی مدت اڑھائی سال ہے، اس عمر کے بعد کسی بچے نے کسی خاتون کا دودھ پی لیا تو رضاعت ثابت نہ ہوگی، جیسے دو بہنوں کا کسی مرد کے نکاح میں دینا حرام ہے ایسے ہی پھوپھی، بھتیجی، خالہ، بھانجی کا اکٹھے رہنا بھی حرام ہے، ان خواتین کی حرمت کے بعد کھلی اجازت دے دی گئی ”فانکحوا ما طاب لکم“ جو عورتیں تمہیں پسند ہوں نکاح کرلو۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ بعدد خلقہ